تصنیفِ لطیف
سلطان العارفین
حضرت سخی سلطان باھُوؒ رحمۃ اللہ علیہ
سُلطانُ الوَھم
(اُردو ترجمہ مع فارسی متن)
فیضانِ نظر
سلطان العاشقین حضرت سخی
سلطان محمد نجیب الرحمٰن
مدظلہ الاقدس
مترجم
حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری
ایم ایس سی (باٹنی)
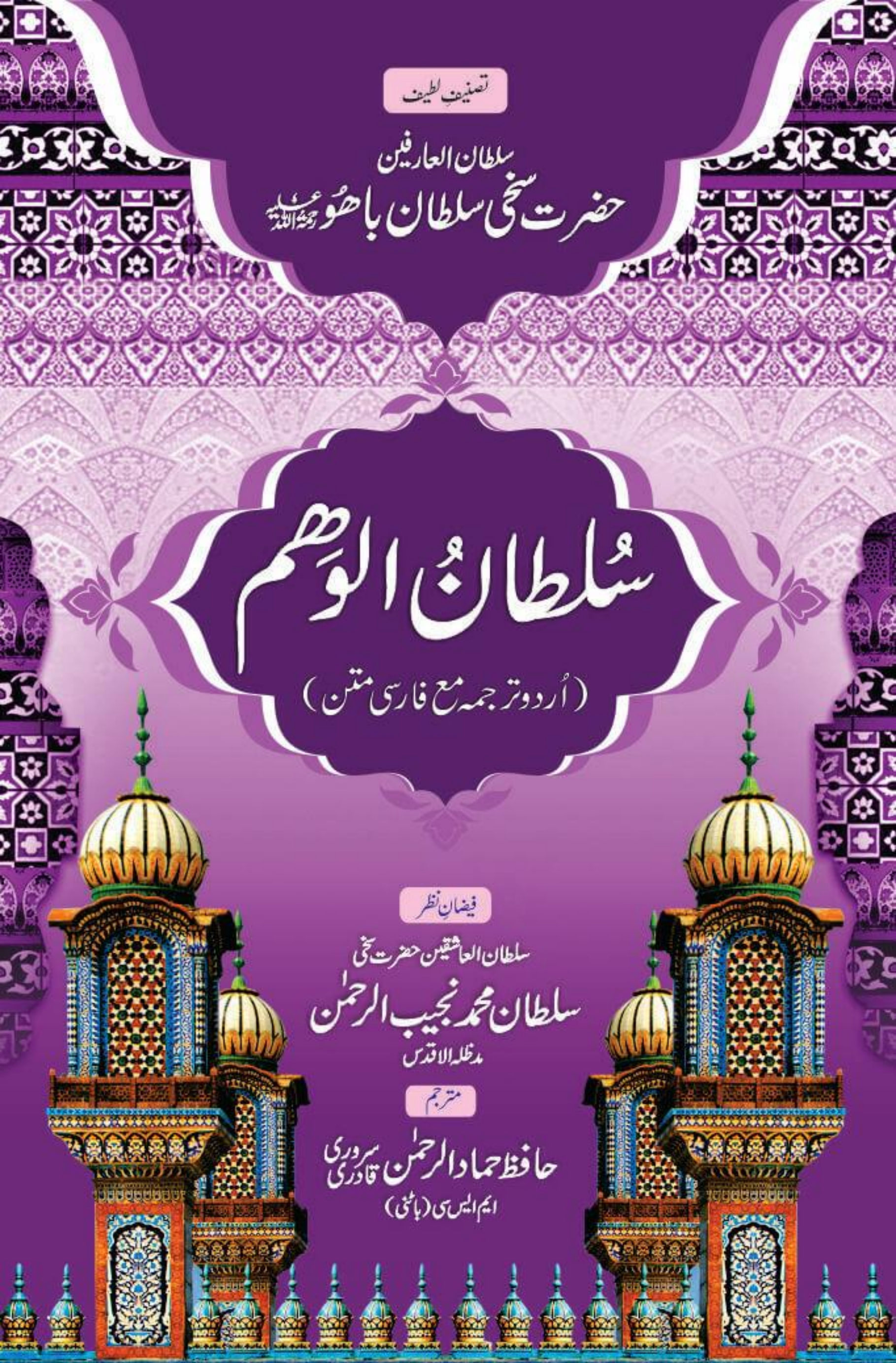
نام کتاب	سلطانُ الوھم (اُردو ترجمہ مع فارسی متن)
تصنیفِ لطیف	سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ رحمتہ اللہ علیہ
مترجم	حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری ایم ایس سی (باٹنی)
ناشر	سُلطانُ الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور
بارِاوّل	مارچ 2015ء
بارِدوم	اگست 2020ء
تعداد	500

ISBN: 978-969-9795-84-8

سُلطانُ الفقر ہاؤس

A/4-5-ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Ph: 042-35436600, 0322-4722766
www.sultan-bahoo.com
www.sultan-bahoo.pk
www.sultan-ul-arifeen.com
www.sultan-ul-faqr-publications.com

انتساب

اپنے مرشد پاک

سلطان العاشقین
حضرت سخی
سلطان محمد نجیب الرحمٰن
مدظلہ الاقدس

کے نام

آپ نگاہِ کامل سے زنگ آلودہ قلوب
کو نورِ ایمان سے منور فرما رہے ہیں

پیش لفظ

(بارِ دوم)

تمام حمد وثنا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہے جو بندگی کے لائق ہے اور وہی ہر امرِ الٰہی کی انجام دہی کی توفیق دینے والا ہے۔ درود وسلام سرورِ کونین خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اطہر پر اور آپ کے تمام اہلِ بیت اور اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

''سلطان الوَھم'' سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی فقر کے اہم مقام ''وَھم'' پر بہت ہی مدلّل تصنیف مبارکہ ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی اس تصنیف مبارکہ میں وَھم کی حقیقت کو کھول کر طالبانِ مولیٰ کے لیے بیان فرمایا ہے۔ یہ امرِ حقیقت ہے کہ آپؒ کی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے مرشد کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی سروری قادری کی ضرورت ہے کہ جو دِل و دماغ کے دروازے کھولنے والا اور دریائے وحدت میں اپنے طالبِ صادق کو غوطہ زن کرنے والا ہو۔

جس وقت سلطان الوَھم کا بارِ اوّل سلطان الوَھم (کلاں وخورد) کے نام سے سال 2012ء میں سلطان الفقر پبلیکیشنز کے تحت شائع کیا گیا اُس وقت سلطان الوَھم کا ایک ہی مطبوعہ فارسی نسخہ دستیاب تھا جسے فقیر میر محمد سروری قادری مرحوم نے سلطان الوَھم (کلاں وخورد) کے نام سے شائع کروایا تھا۔ اسی نسخہ کو بنیاد بنا کر 2012ء میں ''سلطان الوَھم'' بارِ اوّل کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا۔

2013ء میں ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے بھی سلطان الوَھم کا اُردو ترجمہ کیا اور باھُو پبلیکیشنز سے یہ ترجمہ مع فارسی متن شائع کروایا۔

جیکب آباد سندھ سے سیّد سلطان شاہ لائبریری سے 1977ء میں ایک ضخیم قلمی نسخہ دریافت ہوا

جس میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی کتب سلطان الوَھم، مجالسۃ النبیؐ، محبت الاسرار، فضل اللقاء، عین الفقر، دیدار بخش، عین العارفین اور کچھ دوسری کتب کے نسخہ جات تھے۔ اس میں ''سلطان الوَھم'' کا قلمی نسخہ جو خطِ نسخ میں باریک قلم سے تحریر ہے اس پر کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ سالِ کتابت 1209ھ ہے۔

محترمہ عنبرین مغیث سروری قادری جو حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی فارسی کتب کی انگریزی مترجم ہیں، انہوں نے اس قلمی نسخہ اور ڈاکٹر سلطان الطاف علی اور فقیر میر محمد کے طبع شدہ نسخہ جات کی مدد سے ایک جامع متن تیار کیا اور سلطان الوَھم کا انگریزی میں ترجمہ کیا جس کو مع متن سلطان الفقر پبلیکیشنز نے 2016ء میں شائع کیا ہے۔

فقیر میر محمد سروری قادری کے مطبوعہ نسخہ کا جب اس قلمی نسخہ سے تقابل کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جس کتاب کو فقیر میر محمد نے سلطان الوَھم (کلاں وخورد) کے نام سے شائع کیا ہے اس میں سلطان الوَھم خورد دراصل سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف مبارکہ ''عین العارفین'' ہے جو قلمی نسخہ میں سلطان الوَھم کے بعد بغیر نام کے شروع ہو جاتی ہے۔ اس لیے فقیر میر محمد نے اس کو سلطان الوَھم خورد سمجھا۔ اس کے علاوہ فقیر میر محمد کے نسخہ میں کتابت کی بیشمار غلطیاں پائی گئیں۔ جبکہ ڈاکٹر سلطان الطاف علی کے نسخہ میں اگرچہ کتابت کی ان اغلاط کو درست کر دیا گیا تھا تاہم انہوں نے فارسی کے کچھ جملے متن میں سے حذف کر دیئے تھے اور کچھ تبدیل کر دیئے تھے۔

سلطان الوَھم (اردو ترجمہ مع فارسی متن) کے بارِ دوم کے لیے میں نے وہی متن استعمال کیا ہے جو محترمہ عنبرین مغیث سروری قادری صاحبہ نے انگریزی ترجمہ کے لیے تیار کیا تھا۔ تاہم سلطان الوَھم کے بارِ دوم کے اُردو ترجمہ کے دوران فارسی متن میں موجود کمپوزنگ کی غلطیوں کی مزید اصلاح کی گئی۔ میں محترمہ عنبرین مغیث سروری قادری صاحبہ کا انتہائی مشکور ہوں جنہوں نے نہ صرف سلطان الوَھم کا جامع فارسی متن تیار کیا بلکہ سلطان الوَھم کے اُردو ترجمہ کے دوران بھی ان کا کثیر تعاون حاصل رہا۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

سلطان الوھم میں کثرت سے احادیث مبارکہ موجود ہیں اس کے علاوہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے روایات بھی بکثرت تحریر فرمائی ہیں۔ ان احادیث اور روایات کے عربی متن کی تصحیح کے لیے میں سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کے اُردو مترجم احسن علی سروری قادری کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ان احادیث اور روایات کے عربی متن کو درست کیا اور ان کے ترجمہ کی بھی تصحیح کی۔

میں اپنے مرشد کریم سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کا نہایت مشکور ہوں جن کی ظاہری و باطنی مدد میرے شامل حال رہی اور انہی کی شفقت اور حوصلہ افزائی کی بدولت حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی نادر و نایاب تصنیف مبارکہ سلطان الوھم کا نہایت ہی جامع اور آسان فہم ترجمہ تیار ہوا۔ اس کے لیے میں ادارہ سلطان الفقر پبلیکیشنز کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جس کے تعاون سے یہ نایاب کتاب شائع ہوئی۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف مبارکہ ''عین العارفین'' جو سال 2012ء میں سلطان الوھم کے ترجمہ کے ساتھ ''سلطان الوھم خورد'' کے نام سے شائع ہوگئی تھی، انشاء اللہ اسے جلد شائع کیا جائے گا۔

جون 2020ء

حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری

ایم۔ایس۔سی (باٹنی)

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

تقریظ

(برائے بار دوم)

سلطان الوھم حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی نایاب کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ فقر کے انتہائی مشکل مقامات کی شرح اور اصطلاحات پر مبنی ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کی انگریزی مترجم ہونے کی حیثیت سے میرا مشاہدہ ہے کہ سلطان الوھم حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی مشکل ترین کتاب ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس میں بہت پیچیدہ مقامات کو بیان کیا گیا ہے بلکہ اس کتاب میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا اندازِ بیان بھی بہت پیچیدہ اور فارسی زبان بھی بہت اعلیٰ پائے کی استعمال کی گئی ہے جس کو لغت کی مدد حاصل کیے بغیر سمجھنا اور ترجمہ کرنا ناممکن ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کے بہت سے نامور اردو مترجمین جیسا کہ ڈاکٹر کے بی نسیم مرحوم، سید امیر خاں نیازی مرحوم نے بھی اس کا ترجمہ کرنے کی ہمت نہیں کی۔

حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری نے 2012 میں جب اس کتاب کا ترجمہ کیا تو انہیں صرف ایک فارسی نسخہ اور اس کا ترجمہ دستیاب تھا جو فقیر میر محمد مرحوم کا تھا۔ 2016 میں جب میں نے اس کتاب کا انگریزی ترجمہ کرنے کے لئے فقیر میر محمد مرحوم کا فارسی متن اور ترجمہ دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ حافظ حماد الرحمٰن کو اس ترجمہ سے کچھ خاص مدد نہیں ملی ہو گی کیونکہ اس کا تو فارسی متن ہی غلطیوں سے پُر تھا، ترجمہ کیسے ٹھیک ہوتا! اس کے باوجود حافظ حماد الرحمٰن نے کافی بہتر ترجمہ کیا تھا۔

خوش قسمتی سے 2016ء تک سلطان الوھم کا ایک اور قلمی نسخہ دستیاب ہو چکا تھا جو جیکب آباد (سندھ) میں سیّد سلطان شاہ لائبریری سے دریافت ہوا تھا۔ اس نسخہ کی مدد سے فارسی متن میں

موجود کافی غلطیوں کی اصلاح کی گئی اور کچھ نامکمل جملوں کو بھی مکمل کیا گیا۔ اس فارسی متن کی درستگی میں خصوصاً مجھے مرشد پاک سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی بے حد باطنی مدد و راہنمائی حاصل رہی۔

زیرِ نظر ترجمہ اسی اصلاح شدہ متن سے کیا گیا ہے۔ اس ترجمہ کے مطالعہ کے دوران مجھے حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری کے ترجمہ کرنے کی صلاحیت اور اندازِ بیان میں واضح نکھار اور پختگی نظر آئی۔ بلاشبہ یہ ہمارے مرشد کریم سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی ان پر خاص مہربانی ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے مشکل ترین مقامات کو بھی بہترین الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ ہر قاری اپنے اپنے باطنی مقام کے مطابق اسے سمجھ جائے۔ البتہ فقر کی جو مشکل اصطلاحات اس کتاب میں استعمال کی گئی ہیں انہیں سمجھنے کے لیے تصوف کی کسی حد تک سمجھ بوجھ بہت ضروری ہے اور یہ سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے مرشد کامل اکمل کی بیعت کے بعد راہِ فقر پر چلنا ناگریز ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ جب تک مرشد کامل اکمل کی راہنمائی میں راہِ باطن کا سفر طے نہ کیا جائے تب تک محض الفاظ کے ذریعے اس راہ کے اسرار کو نہ سمجھا جا سکتا ہے نہ سمجھایا جا سکتا ہے۔ حافظ حماد الرحمٰن نے مرشد کامل اکمل کی مہربانی سے یہ فریضہ بخوبی سرانجام دیا ہے۔ اگرچہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے جس باطنی مقام کے مطابق یہ کتاب لکھی ہے وہاں تک پہنچ کر اس کو سمجھنا اور ترجمہ کرنا ناممکن ہے پھر بھی حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری کی کوشش انتہائی قابلِ تحسین اور قابلِ قدر ہے اور یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ اس وقت سلطان الوھم کے تمام دستیاب تراجم میں یہ ترجمہ بہترین ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کاوش پر جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو راہِ باطن کے مسافروں کے لیے وسیلۂ معرفتِ الٰہی بنائے۔ آمین

جون 2020ء

مسز عنبرین مغیث سروری قادری

ایم اے ابلاغیات

پنجاب یونیورسٹی لاہور

سلطان العارفین
حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اعوان قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اعوانوں کا شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمی اولاد ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد وادی سون سکیسر (تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب) کے گاؤں انگہ میں رہائش پذیر رہے۔ انگہ کے قبرستان میں سلطان العارفینؒ کے دادا حضرت سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ اسی انگہ گاؤں میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی دادی محترمہ اور نانا رحمۃ اللہ علیہم کی مبارک قبریں بھی موجود ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کا اسم گرامی حضرت سلطان بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ سلطان بازید رحمۃ اللہ علیہ پیشہ ور سپاہی اور مغل بادشاہ شاہجہان کے لشکر میں ایک ممتاز عہدے پر فائز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام جوانی جہاد کی نذر کر دی۔ جب آپ کی عمر ڈھل چکی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقے میں واپس آ گئے اور اپنی ایک رشتہ دار ہم کفو خاتون حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا سے نکاح فرمایا۔ حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا ایک عارفہ کاملہ تھیں اور فنا فی ھُو کے مرتبہ پر فائز تھیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں اپنی والدہ محترمہ سے عقیدت و محبت کا بارہا اظہار فرماتے ہیں:

''مائی راستی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی روح پر اللہ تعالیٰ کی صد بار رحمت ہو کہ انہوں نے میرا نام باھُو (رحمۃ اللہ علیہ)

رکھا ہے۔''

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ ایک بیت میں فرماتے ہیں:

راستی   از   راستی   آراستی

رحمت   و   غفران   بود   بر   راستی

ترجمہ: راستی علیہ السلام راستی (حق) سے آراستہ ہیں۔ اللہ کی رحمت ومغفرت ہو راستی رحمۃ اللہ علیہا پر۔

آپؒ کے والدین کے مزارات شورکوٹ شہر میں مرجع خلائق ہیں اور مائی باپ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ومعروف ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ یکم جمادی الثانی 1039ھ (17 جنوری 1630ء) بروز جمعرات بوقتِ فجر مغل بادشاہ شاہجہان کے عہدِ حکومت میں قصبہ شورکوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ نے آپؒ کا نام حکمِ خداوندی سے باھُو رکھا۔ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ سے قبل تاریخ میں کسی کا نام باھُو نہیں ہے۔ سلطان العارفین اسم ھُو کے عین مظہر ہیں اسی لیے آپؒ کا اسم بھی باھُو ہے۔ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی کامل تھے اسی لیے آپؒ کی آنکھوں میں ازلی نور چمکتا تھا اور آپؒ کی پیشانی نورِ حق سے منور تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ زمانہ شیر خواری میں سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرح ماہِ رمضان میں سحر تا افطار دودھ نہیں پیتے تھے۔ بچپن سے ہی آپؒ میں نورِ حق اس قدر جلوہ گر تھا کہ آپؒ جس پر بھی نظر ڈالتے اسے واصل باللہ کر دیتے۔ اگر کسی کافر پر نظر ڈالتے تو وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔ اسی خوف سے کفار اور ہندو آپؒ کے سامنے نہیں آتے تھے۔ آپؒ کی یہ کرامت آخری عمر تک جاری رہی۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت بہت ناساز ہوگئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے برہمن طبیب سے علاج کے لیے رابطہ کیا گیا۔ برہمن طبیب نے جواب دیا ''میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں ان کی نگاہ کے سامنے گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ ان کا کرتہ یہاں بھیج دو''۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کرتہ طبیب کے پاس پہنچا تو وہ اسے دیکھتے ہی مسلمان ہوگیا۔

سلطان العارفینؒ نے کسی قسم کا کتابی اور ظاہری علم حاصل نہیں کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''عین الفقر'' میں فرماتے ہیں:

''مجھے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہری علم حاصل نہیں لیکن وارداتِ غیبی کے سبب علم باطن کی فتوحات اس قدر ہیں کہ ان کے بیان کے لیے کئی دفتر درکار ہیں''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں تیس (30) سال تک مرشد کی تلاش میں سرگردان رہا لیکن مجھے اپنے پائے کا مرشد نہیں مل سکا۔'' ایک دن دیدارِ الٰہی میں مستغرق آپ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ کے نواح میں گھوم رہے تھے کہ اچانک ایک صاحبِ نور، صاحبِ حشمت اور بارعب سوار نمودار ہوا جس نے اپنائیت سے پکڑ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قریب کیا اور بڑے دلنشین انداز میں فرمایا کہ میں علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولا علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو قریب تھا کہ خود کو آپ رضی اللہ عنہ پر نثار کر دیتے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر توجہ مرکوز کی اور فرمایا ''فرزند! آج تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں طلب کیے گئے ہو۔''

پھر جیسے وقت تھم گیا، ہر شے ساکت ہوگئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمحے میں خود کو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پایا۔ اس وقت اس بارگاہِ عالیہ میں حضرت صدیقِ اکبرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور تمام اہلِ بیت رضی اللہ عنہم حاضر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجلس سے اٹھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور توجہ فرما کر رخصت ہوئے۔ بعد ازاں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ بھی توجہ فرمانے کے بعد مجلس سے رخصت ہوگئے تو مجلس میں صرف اہلِ بیتؓ اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی رہ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمائیں گے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں دستِ مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا ''میرے ہاتھ پکڑو'' اور مجھے دونوں ہاتھوں سے بیعت فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

مجھے تلقین فرمایا تو درجات اور مقامات کا کوئی حجاب نہ رہا۔ چنانچہ اوّل و آخر یکساں ہو گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلقین سے مشرف ہوا تو خاتونِ جنت سیدۃ النسا حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا نے مجھے فرمایا ''تو میرا فرزند ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ اور امام حسین رضی اللہ عنہٗ کے قدم چومے اور اپنے گلے میں ان کی غلامی کا حلقہ پہنا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا 'مخلوقِ خدا کو خالقِ کائنات کی جانب بلاؤ اور انہیں تلقین و ہدایت کرو۔ تمہارا درجہ دن بدن بلکہ گھڑی بہ گھڑی ترقی پر ہوگا اور ابدالآباد تک ایسا ہوتا رہے گا کیونکہ یہ حکمِ سروری و سرمدی ہے۔'' بعدازاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غوث الاعظم محبوبِ سبحانی پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے سپرد فرمایا۔ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہٗ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو باطنی فیض سے مالا مال کرنے کے بعد خلقت کو تلقین وارشاد کا حکم دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب فقر کے شاہسوار نے مجھ پر کرم کی نگاہ ڈالی تو ازل سے ابد تک کا تمام راستہ میں نے طے کر لیا۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
''جو کچھ میں نے دیکھا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور اس ظاہری بدن کے ساتھ دیکھا اور مشرف ہوا۔''

رسالہ روحی شریف میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دست بیعت کرد ما را مصطفیٰ ﷺ خواندہ است فرزند ما را مجتبیٰ ﷺ
شد اجازت باھُوؒ را از مصطفیٰ ﷺ خلق را تلقین بکن بہر از خدا

ترجمہ: مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دستِ بیعت فرمایا اور انہوں نے مجھے اپنا نوری حضوری فرزند قرار دیا۔ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دی کہ میں خلقِ خدا کو اللہ کی راہ کی تلقین کروں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فرزندِ خود خواندہ است مارا فاطمہؓ معرفتِ فقر است بر من خاتمہ

ترجمہ: حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنا فرزند فرمایا ہے اس لیے معرفتِ فقر کی مجھ پر انتہا ہوگئی۔

سیّدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے باطنی تربیت کی تکمیل کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت فرمائی اور خلق کو تلقین اور رشد و ہدایت کا آغاز فرمایا۔ اس مقصد کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے سفر کیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ تر سفر وادی سون سکیسر، ملتان، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان، سندھ اور بلوچستان کی طرف کیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی شہر شہر، قریہ قریہ گھوم پھر کر طالبانِ مولیٰ کو تلاش کرنے اور انہیں واصل باللہ کرنے میں گزری کیونکہ خلقِ خدا کو تلقین کرنے کی یہ ذمہ داری آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے حاصل ہوئی۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ''سلطان الفقر'' کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ جس طرح محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا اعلان قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ ہے اسی طرح سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا'' تا آنکہ از لطفِ ازلی سرفرازیٔ عینِ عنایت حق الحق حاصل شدہ واز حضور فائض النور اکرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکم ارشادِ خلق شدہ، چہ مسلم، چہ کافر، چہ بانصیب، چہ بےنصیب، چہ زندہ و چہ مردہ۔ بزبانِ گوہر فشاں مصطفیٰ ثانی و مجتبیٰ آخر زمانی فرمودہ۔'' (رسالہ روحی شریف)

ترجمہ: جب سے لطفِ ازلی کے باعث حقیقتِ حق کی عین نوازش سے سربلندی حاصل ہوئی ہے اور حضور فائض النور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تمام خلقت کیا مسلم، کیا کافر، کیا بانصیب، کیا بےنصیب، کیا زندہ اور کیا مردہ سب کو ہدایت کا حکم ملا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زبانِ گوہر فشاں سے مجھے مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔

مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی کے لقب سے مراد یہ ہے کہ آخری زمانہ میں جب جاہلیت اپنے پر پھیلانے لگے گی تو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے سلسلہ کا کوئی امام آپ رحمۃ اللہ علیہ کی

تعلیمات کو عام کر کے آپؒ ہی کے سلسلہ فقر کے ذریعے ظلمت و جہالت کو نیست و نابود کر کے دینِ حق کا پھر سے بول بالا کرے گا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی 140 تصانیف ہیں جن میں سے صرف ایک پنجابی ابیات کی صورت میں ہے اور دیگر تمام فارسی میں ہیں۔ آپؒ کی کتب علم لدنی کا شاہکار ہیں۔ سلطان العارفینؒ کا یہ فرمان ہے کہ جس کو کوئی مرشد کامل اکمل نہ ملتا ہو وہ میری کتب کو وسیلہ بنائے۔ آپؒ رسالہ روحی شریف میں فرماتے ہیں:

''اگر کوئی ولیٔ واصل عالم روحانی یا عالم قدس شہود سے رجعت کھا کر اپنے مرتبے سے گر گیا ہو وہ اس رسالہ کو وسیلہ بنائے تو یہ رسالہ اس کے لیے مرشدِ کامل اکمل ثابت ہوگا۔ اگر وہ اسے وسیلہ نہ بنائے تو اسے قسم ہے اور اگر ہم اسے اس کے مرتبے پر بحال نہ کریں تو ہمیں قسم ہے۔''

سلطان العارفینؒ کا یہ اعلان آپؒ کی ہر کتاب میں الفاظ کی ردوبدل کے ساتھ موجود ہے۔ میرے مرشد کامل سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس اپنی تصنیف شمس الفقرا میں سلطان العارفینؒ کی تصانیف کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''حضرت سخی سلطان باھوؒ کی تصانیف کی عبارت بہت سادہ اور سلیس ہے جسے عام اور معمولی تعلیم یافتہ آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ آپؒ کی تصانیف کی عبارت میں ایسی روانی اور تاثیر ہے جو دورانِ مطالعہ قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ ان کتب کو اگر باادب اور باوضو پڑھا جائے تو فیض کا ایک سمندر کتب سے قاری کے اندر منتقل ہوتا ہے۔ اگر قاری صدقِ دل سے مطالعہ جاری رکھے تو آپؒ کے حقیقی وارث سروری قادری مرشد تک راہنمائی ہو جاتی ہے۔ آپؒ نے اپنی کتب میں آیاتِ قرآنی، احادیث مبارکہ اور احادیثِ قدسی کا استعمال فرمایا ہے۔ ان کتب میں جہاں کہیں بھی عبارت میں ان کا ذکر ہے، اگر ان کو وہاں سے نکال دیا جائے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس جگہ آیاتِ قرآنی یا احادیث کو درج نہ کیا جاتا تو مطلب مکمل نہ ہوتا۔ حضرت سلطان باھوؒ عبارت میں اشعار کا برمحل اور خوبصورت استعمال کرتے ہیں جس سے

عبارت کا اثر دو چند ہو جاتا ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جو کتب بازار میں تراجم کی صورت میں دستیاب ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ابیات سلطان باھوؒ (پنجابی) ۲۔ دیوانِ باھوؒ (فارسی) ۳۔عین الفقر ۴۔مجالسۃ النبیؐ ۵۔کلید التوحید (کلاں) ۶۔کلید التوحید (خورد) ۷۔شمس العارفین ۸۔امیر الکونین ۹۔تیغ برہنہ ۱۰۔رسالہ روحی شریف ۱۱۔گنج الاسرار ۱۲۔محک الفقر (خورد) ۱۳۔محک الفقر (کلاں) ۱۴۔اسرارِ قادری ۱۵۔اورنگ شاہی ۱۶۔جامع الاسرار ۱۷۔عقلِ بیدار ۱۸۔فضل اللقا (خورد) ۱۹۔فضل اللقا (کلاں) ۲۰۔مفتاح العارفین ۲۱۔نور الہدیٰ (خورد) ۲۲۔نور الہدیٰ (کلاں) ۲۳۔توفیقِ ہدایت ۲۴۔قربِ دیدار ۲۵۔عین العارفین ۲۶۔کلیدِ جنت ۲۷۔محکم الفقرا ۲۸۔سلطانُ الوھم ۲۹۔دیدار بخش ۳۰۔کشف الاسرار ۳۱۔محبت الاسرار ۳۲۔طرفۃ العین یا حجت الاسرار (یہ کتاب دونوں ناموں سے معروف ہے)۔

''مناقبِ سلطانی'' اور ''شمس العارفین'' سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چند ایسی تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں جو اب تک نایاب ہیں۔ (۱) مجموعۃ الفضل (۲) عین نما (۳) تلمیذ الرحمٰن (۴) قطب الاقطاب (۵) شمس العاشقین (۶) دیوانِ باھوؒ کبیر و صغیر۔ ایک ہی دیوانِ باھوؒ (فارسی) دستیاب ہے جو یا تو کبیر ہے یا صغیر۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں اپنی تعلیمات کو نہ تو تصوف اور نہ ہی طریقت بلکہ ''فقر'' کا نام دیا ہے اور ''راہِ فقر'' اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ راہِ فقر میں مرشد کامل اکمل کی راہنمائی بہت ضروری اور اہم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرشد بھی وہ ہونا چاہئے جو پہلے دن ہی طالبِ مولیٰ کو اسم اَللّٰہُ ذات سنہری حروف سے لکھ کر دے اور اس کے ذکر اور تصور کا حکم دے۔ مرشد کی مہربانی اور ذکر و تصور اسم اَللّٰہُ ذات سے طالب پر دو انتہائی اہم مقام دیدارِ حق تعالیٰ اور دائمی حضوریٔ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھلتے ہیں۔ باطن میں ان سے اعلیٰ اور کوئی مقام نہیں۔ یہ مقامات صرف ان کو حاصل ہوتے ہیں جو اخلاص اور استقامت سے مرشد کی اتباع اور رضا کے مطابق راہِ حق میں اپنا

سفر جاری رکھتے ہیں۔[1]

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ سروری قادری ہے بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہی سلسلہ سروری قادری کو برصغیر میں عروج عطا فرمایا۔ اس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مرشد کامل طالبِ صادق کو ایک ہی نگاہ میں اور ایک ہی توجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر کر دیتا ہے اور ذاتِ حق تعالیٰ کے مشاہدے میں مستغرق کر دیتا ہے۔ اس پاک وطیب سلسلہ میں رنجِ ریاضت، چلہ کشی، حبسِ دم، ابتدائی سلوک اور ذکر و فکر کی الجھنیں ہرگز نہیں ہیں ۔ یہ سلسلہ ظاہری درویشانہ لباس اور رنگ ڈھنگ سے پاک ہے اور ہر قسم کے مشائخانہ طور طریقوں مثلاً عصا و تسبیح و جبہ و دستار وغیرہ سے بیزار ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے امانتِ الٰہیہ سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو منتقل فرمائی جن کا مزار احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے تریسٹھ (63) برس عمر پائی اور یکم جمادی الثانی 1102ھ (یکم مارچ 1691ء) بروز جمعرات بوقتِ عصر وصال فرمایا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک شہر گڑھ مہاراجہ (ضلع جھنگ پاکستان) کے قریب قصبہ سلطان باھو میں مرجع خلائق ہے اور ہر ایک کے لیے مرکزِ تجلیات ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہر سال جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو منایا جاتا ہے۔ (استفادہ: شمس الفقرا، مجتبیٰ آخر زمانی، سلطان باھوؒ۔ تصانیف سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس)

---

[1] سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات اور سلسلہ سروری قادری کے تفصیلی مطالعہ کے لیے سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی تصانیف ''شمس الفقرا''، ''مجتبیٰ آخر زمانی'' اور ''سلطان باھوؒ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تمام مخلوق کو بسم اللہ کے با کے نقطہ سے اپنی پہچان کے لیے تخلیق فرمایا۔ جس کی شانِ اقدس لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ط ہے۔ لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو وجہ تخلیق کائنات ہیں جن کی شانِ اقدس مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ ہے۔ درود وسلام ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل اور اصحاب رضی اللہ عنہم پر کہ جو سفینۂ نوح اور ستاروں کی مانند ہیں۔

انسان کا مقصدِ حیات اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفتِ الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ازل سے ہے کہ جب بھی انسان اپنی تخلیق کے مقصد کو بھولنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ انبیاء اور رُسل کو ان میں مبعوث فرمایا تاکہ وہ انہیں صراطِ مستقیم پر گامزن کر سکیں۔ نبیوں اور رسولوں کو مبعوث فرمانے کا سلسلہ نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ختم کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد قیامت تک امرِ معرفت کے علم کو بلند کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نائبین اس دنیا میں آتے رہیں گے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عین قدم مبارک پر ہوتے ہیں اور امتِ محمدیہ کا تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب اپنی نگاہِ کرم سے فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک نائب ہر وقت، ہر زمانہ میں موجود ہوتا ہے جسے انسانِ کامل کے نام سے صوفیاء کرام نے موسوم کیا ہے۔

حضرت علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہر زمانہ میں ایک شخص قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہوتا ہے اور وہی انسانِ کامل ہوتا

ہے۔‘‘

1600ء کا دور وہ دور تھا جب اقرار باللسان کے مقام تک محدود رہنے والے مسلمانوں کی کثرت اور تصدیق بالقلب کے مرتبے تک پہنچنے والے مومن کم یاب تھے۔ اسلام تو تھا مگر اس کی روح اسلام دشمن قوتوں نے مغلوب کر رکھی تھی۔ راہبر ہی راہزن تھے گویا اسلام روحانی طور پر خلفشار کا شکار تھا۔ ان ناموزوں حالات میں اسلام کسی مسیحا کے انتظار میں تھا جو اسلامی عقائد کی روح کو غالب کر سکے۔ اسلام کی اس فریاد کو بارگاہِ حق میں پذیرائی ملی اور اللہ تعالیٰ نے بابِ رحمت کا در مصطفیٰ ثانی، مجتبیٰ آخر زمانی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی صورت میں قیامت تک کے لیے کھول دیا۔ اور یہ اعلانِ عام کر دیا کہ اس درِ رحمت سے قیامت تک نور ہی نور برستا رہے گا اور قیامت تک یہ رحمتِ عامہ رحمتِ خاصہ میں بدلتی رہے گی اور نورِ معرفت سے ہر زنگ آلود قلب کو منور کرتی رہے گی۔

یکم جمادی الثانی 1039ھ (17 جنوری 1630ء) بروز جمعرات بوقت نمازِ فجر شورکوٹ ضلع جھنگ میں مصطفیٰ ثانی، مجتبیٰ آخر زمانی، سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسم مُحَمَّدْ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیض کو عام کرنے کے لیے 140 کتب فارسی میں تحریر فرمائیں لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر لکھی گئی اولین تصنیف ’’مناقبِ سلطانی‘‘ میں صرف تیس کتب کے نام ملتے ہیں، گویا مناقبِ سلطانی کی تصنیف کے وقت ہی بہت سی کتب زمانہ کی نذر ہو چکی تھیں۔ اس وقت تیس (30) کے قریب تصانیف کے تراجم دستیاب ہیں جن میں سے سلطانُ الوھم سب سے اہم تصنیف ہے کیونکہ اس کا موضوع فقر کا ایک انتہائی اہم مقام ’وَھم‘ ہے۔

فقرا نے اپنی تصانیف میں وَھم کا ذکر کیا ہے لیکن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف مبارکہ میں وَھم کا ذکر دیگر صوفیا کرام سے نسبتاً زیادہ تفصیل سے فرمایا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف مبارکہ کلید التوحید کلاں، محک الفقر کلاں، قربِ دیدار اور دیگر

تصانیف میں بھی وَھم کا ذکر ملتا ہے مگر کتاب سلطان الوَھم کا موضوعِ بحث ہی وَھم ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ ۝ (42:51)

ترجمہ: ’’اور ہر بشر (انسان) کی مجال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے (جیسے موسیٰ علیہ السلام سے کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اُس کے اِذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے۔ بے شک وہ بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے‘‘۔

ایک حدیثِ مبارکہ بھی ہے:

❁ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَهٗ تَرْجُمَانٌ وَّلَا حِجَابٌ یَحْجُبُهٗ (بخاری۔ 7443)

ترجمہ: ’’تم میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جس سے اس کا ربّ کلام نہ کرے، اس کے اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ کوئی حجاب ہوگا جو اسے چھپائے رکھے۔‘‘

وَھم کو بہتر طریقہ سے سمجھانے کے لیے میرے مرشد کریم میرے ہادی و رہنما سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے اپنی شاہکار تصنیفِ مبارکہ ’’شمس الفقرا‘‘ میں وَھم پر ایک تفصیلی باب تحریر فرمایا ہے جس کے چند اقتباسات ذیل میں درج ہیں:

❁ وَھم کے معنی ظن اور گمان کے ہیں اور ’’اوھام‘‘ اس کی جمع ہے۔ اصطلاحِ فقر میں وَھم سے مراد طالبِ مولیٰ کی ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ ظاہر و باطن میں اُس کے دِل میں جو سوال بھی پیدا ہوتا ہے اس کا جواب بارگاہِ ربّ العزت سے وصول پاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں وَھم سے مراد اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی ہے۔ اس ہمکلامی کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ ’’سیرِ اوھام‘‘ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے، ایک مقررہ وقت پر کوہِ طور پر تشریف لے جاتے،

باوضو ہو کر دو نفل پڑھتے ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہوتے ، استغراق کا ایک پردہ سا چھا جاتا اور آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو جاتے۔ آج بھی فقرا اور عارفین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہو کر ہمکلام ہوتے ہیں جسے حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے ''سیرِ اوھام'' کا نام دیا ہے۔

❁ سیرِ اوھام راہِ فقر میں بڑا اعلیٰ مرتبہ ہے اور یہ حضورِ قلب کے بعد حاصل ہوتا ہے اور فنا فی اللہ بقا باللہ تک یہی مرتبہ سیرِ اوھام پہنچاتا ہے۔

❁ وحی اور فرشتوں کے نازل ہونے کا سلسلہ تو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ لیکن پسِ پردہ اللہ تعالیٰ آج بھی فقرا اور عارفین سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس ہم کلامی کو سیرِ اوھام کہتے ہیں۔ اوھام مقامِ وصال کے قریب تر ہے اور مقامِ وحدانیت ہے اور مرکز اس کا قلب (باطن) ہے۔ جب کثرتِ ذکر اور تصورِ اسم اَللّٰہُ ذات سے اسم اَللّٰہُ ذات دِل میں قرار پکڑ لیتا ہے اور دِل میں نقش ہو کر قلب بیدار ہو جاتا ہے اور عشق کی تپش سے پختہ ہو کر حضوری میں چلا جاتا ہے تو قلب میں طالب کو اوھام کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اپنے ہر سوال کا جواب بارگاہِ ربِّ جلیل سے باصواب وصول پاتا ہے۔ اور پھر راہِ فقر میں یہ لمحات بھی آجاتے ہیں کہ طالب ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے محوِ گفتگو یا اللہ تعالیٰ طالب سے محوِ گفتگو رہتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عاشق و معشوق ، محبّ اور محبوب کے درمیان نہایت ہی دلچسپ اور پُر کیف سلسلۂ راز و نیاز شروع ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں مومن کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے اور جہاں اُس کی ہمت ، ایمان اور یقین کو پرکھا جاتا ہے۔ یہاں اس پر انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہے جہاں کبھی تو اس پر قوسِ ابرو سے تیرِ مژگاں چلا کر اس کے قلب و جگر کو چھلنی کیا جاتا ہے اور کبھی لبِ لعل کے شربت رُوح افزا سے اس پر نوازشات کی بارش کی جاتی ہے۔ اس مقام پر کبھی عاشق کے لیے شمع و پروانہ اور گل و بلبل کی داستانیں دہرائی جاتی ہیں تو کبھی اُسے نظرِ عنایت سے نوازا جاتا ہے۔ کبھی پردہ چہرے سے اٹھا کر اُسے حسنِ عالم سوز کے جلووں سے مشرف کیا جاتا ہے تو کبھی

اُسے آتشِ ہجر و فراق میں ڈال کر خاکستر بنایا جاتا ہے۔اسی مقام پر عابد، معبود اور عاشق و معشوق کے مابین ایسا سلسلہ کلام جاری ہوتا ہے جس میں ہزاروں لاکھوں حقائق و معارف بیان کیے جاتے ہیں، علمِ لدّنی اور علمِ اسرار عطا کیا جاتا ہے اور کئی قسم کی تجلیات سے سالک کی تواضع کی جاتی ہے۔ کبھی جاہ و جلال کی بجلیاں گرائی جاتی ہیں تو کبھی حُسن و جمال کے کرشموں سے سرشار کیا جاتا ہے، کبھی ہجر و فراق کے تیر برسائے جاتے ہیں تو کبھی شرابِ وصل سے سیراب کیا جاتا ہے، کبھی زلفِ سیاہ کے پھندوں میں گرفتار کیا جاتا ہے تو کبھی رُخِ انور کی ضیاباریوں سے ان کے قلب و جان کو زندہ کیا جاتا ہے۔ کبھی بُعد سے آزمایا جاتا ہے، کبھی قرب سے نوازا جاتا ہے۔ کبھی بیخودی، استغراق اور محویت میں مست کیا جاتا ہے تو کبھی خوف و ہیبت کی آگ میں جلایا جاتا ہے۔ کبھی بلبل کی طرح رُوئے گُل پر نثار ہونے کی دعوت دی جاتی ہے تو کبھی شمع حُسن پر دیوانہ وار جلایا جاتا ہے۔ غرضیکہ محبوبِ حقیقی کے ناز و انداز عشوئے غمزے بدلتے رہتے ہیں اور عاشق صادق ہر حال میں خوش و خرم رہتا ہے۔ اس لیے کہ دوست کا جلال اور جمال دونوں محبوب ہیں۔ قرب میں وہ صفتِ جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بُعد میں جمال کا اور کبھی اس کے برعکس معاملہ ہوتا ہے۔ ان کی گریہ و زاری، ان کے غم و اندوہ، ان کے ہجر و فراق، ان کے وصل و انبساط، ان کے ذوق و شوق، ان کے شعر و سخن، ان کے وجد و حال، ان کے علم و دانش، ان کی جد و جہد، ان کی کاوشوں، قربانیوں، جاں نثاریوں کا مرجع، ان کا منجا، ان کا ملجا، ان کا ماویٰ، ان کی جان، ان کی عزت، ان کی شان، ان کی آن، ان کی بان، ان کے دین، ان کے ایمان، ان کے دھرم، ان کے بھرم، ان کی شرم، ان کے زُہد، ان کے تقویٰ، ان کے حج، ان کی زکوٰۃ، ان کے صوم، ان کی صلوٰۃ، ان کی زندگی اور ان کی موت کا مقصود و مدعا، غرض و غایت محبوبِ حقیقی کی رضا ہوتی ہے۔

جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ یعنی ''میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں۔'' اب بندہ جیسا گمان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اگر الہام چاہتا ہے تو الہام دِل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ یاد رہے الہام یکطرفہ ہوتا

ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کی بات دِل میں ڈالنا۔ دلیل یا آگاہی سے مراد یہ ہے کہ کوئی دلیل یا آگاہی چاہی یعنی جیسا چاہا ویسا ہی ہوگیا۔ کشف یہ ہے کہ اسرارِ غیب سے کچھ جان لینا۔ لیکن وَھم اِن سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ یہاں تو ہر لمحہ گفتگو جاری ہے۔ اب یہ طالب کا گمان ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے کیونکہ ''اولیا کے قلوب پر سکون حرام ہوتا ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی مقام پر ٹک نہیں سکتے۔ اس لیے الہام سے دلیل و آگاہی اور دلیل و آگاہی سے وَھم کی طرف بڑھنا چاہیے۔ (شمس الفقرا۔ تصنیف مبارکہ سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس)

حضرت علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں:

(۱) اور اوھام اس معرفت (معرفتِ حق تعالیٰ) کو صورتِ خیالی سے بہت مستحکم اور قوی کر دیتے ہیں اور اسی واسطے اس خلقتِ انسانی میں وَھم کی سلطنت عقل پر بڑھی ہوئی ہے کیونکہ عاقل اگرچہ مرتبۂ کمال (عقل کے کمال) کو پہنچ جائے لیکن وَھم کی حکومت سے کبھی خالی نہیں ہوتا اور جن چیزوں کا عقل ادراک کرتی ہے ان کو وَھم صورت میں بتلاتا ہے۔ پس اس کامل صورتِ انسانی میں وَھم بہت بڑا سلطان (سلطان الوَھم) ہے اور اس کی سلطنت قوی ہے۔

(۲) دائمی فکر اور یکسوئی اور محویت ہی انسانِ کامل کی صورت میں سلطانِ اعظم ہے یعنی انسانِ کامل کو جو کمال حاصل ہوتا ہے وہ اسی وَھم کی بدولت ہے۔ وَھم سے مراد دائمی خیال اور محویت ہے جو عشقِ الٰہی کا ثمرہ ہے۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ عارف کے دِل سے وَھم کا پردہ اٹھا دیتا ہے تو وہ اس راز کو پالیتا ہے کہ وہ ذات جس کو وہ اپنے سے اور خَلق سے دور جانتا تھا اس کے دِل میں جلوہ نما ہے، یہ معرفت کی انتہا ہے۔ (شرح فصوص الحکم والایقان)

سیّد عبد الکریم بن ابراہیم الجیلیؒ ''انسانِ کامل'' میں لکھتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وَھم کو اپنے اسم کامل (ھُو) سے پیدا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ وَھم سے عزرائیلؑ کو پیدا کیا ہے (یعنی حضرت عزرائیلؑ وَھم کے فرشتہ ہیں

کیونکہ روحوں کو قبض کرنے کی وجہ سے وہ روح کا زیادہ علم رکھتے ہیں)۔ پھر چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وَھم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نورِ کامل سے پیدا کیا ہے لہٰذا وجود میں اُسے لباسِ کامل (انسانِ کامل) میں ظاہر کیا ہے۔

(۲) جاننا چاہیے کہ نورِ وَھم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کے لیے آئینہ بنایا ہے اور اپنے قدس کا مظہر قرار دیا ہے۔ عالم میں اس سے بڑھ کر ادراک کرنے والی کوئی چیز نہیں اور نہ ہی نگہداشت میں اس سے بڑھ کر کوئی زور آور چیز ہے۔ تمام موجودات میں اس کا تصرف ہے۔ اسی سے عالم اللہ کی بندگی کرتا ہے۔ اسی کے نور سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نگاہ کی۔ اسی سے پانی پر چلا وہ شخص جو چلا اور اسی سے ہوا پر اڑا جو اڑا۔ وہ نورِ یقین ہے اور استیلا و تمکین کی اصل ہے۔ جس کو یہ نور مسخّر ہو گیا اور وہ اس پر حاکم ہوا وہ اس سے کائناتِ علوی و سفلی میں تصرف کرتا ہے اور جس پر سلطانُ الوَھم غالب ہوتا ہے وہ اس سے وھمی امور (وَھم کے ذریعے) میں بات کرتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے جب وَھم کو پیدا کیا تو اس کو کہا کہ میں تجھے حلفاً کہتا ہوں کہ میں اہلِ تقلید کے لیے بجز تیرے کسی شے میں تجلی نہیں کروں گا اور تیری پوشیدگی کے سوا عالم کے لیے میں ظاہر نہیں ہوں گا۔ (انسانِ کامل، ترجمہ فضل میراں۔ ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

❁ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ وَھم کے بارے میں اپنی تصنیف سلطانُ الوَھم کے علاوہ دوسری تصانیف میں فرماتے ہیں:

❁ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اللہ سے کلام کے لیے کوہِ طور پر جاتے تھے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصل پیروکاروں کا وجود کوہِ طور کی مثل ہے اور وہ شہ رگ سے نزدیک ذات سے کلام کرتے ہیں۔ اس ربّ الارباب سے ذکر اور حضوری کے ذریعے جواب پاتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ فرمانِ حق تعالیٰ ہے فَاذْكُرُونِىٓ أَذْكُرْكُمْ (2:152) ترجمہ: ''پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔'' اے ناقص و بخیل سن! یہ کاملین کی راہ ہے جو انہیں ربِّ جلیل تک لے جاتی

ہے جہاں وہ اللہ کے وھم سے وھم، اللہ کی آگاہی سے آگاہی اور اللہ کی دلیل سے دلیل پاتے ہیں۔ یہ طریق کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کے تصور کی مشق سے تحقیق کیا جاسکتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

تفکر اور اوھام سے حاصل ہونے والے وصالِ وحدت کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۔ تفکر باوھام وحدت دہد — رساند بمولیٰ و از خود رہد

۲۔ وَھم است سلطان تفکر وزیر — تذکر بود لشکرت دِل پذیر

۳۔ تجرد تفکر بکس زادِ راہ — بدیں توشہ ہمت شود عین شاہ

۴۔ چو وھمت رساند بعالم وصال — تنت عین گردد ز صحبتِ کمال

۵۔ چو اوھام گردد یقین گیر من — جہان جملہ آید بتدبیر من

۶۔ چو سلطان وھمت بیابد کمال — بہر ساعتی آید بدل صد جمال

۷۔ بدیں وَھم خود را چو آراستی — وصولِ حقیقت بخود یافتی

ترجمہ: ۱۔تفکر اگر اوھام کے ساتھ ہو تو وصالِ وحدت بخشتا ہے اور معیتِ مولیٰ میں غرق کر کے وبالِ ہستی سے نجات دلاتا ہے۔ ۲۔ وَھم بادشاہ ہے، تفکر اس کا وزیر ہے اور تذکر اس کا دل پذیر لشکر ہے۔ ۳۔ اگر کسی کو تجرد و تفکر کا زادِ راہ میسر آجائے تو اس توشۂ ہمت سے وہ بادشاہ بن جائے گا۔ ۴۔ جب وَھم تجھے عالمِ وصال تک پہنچا دے گا تو تیرا وجود اس کی صحبت سے کمال پذیر ہو جائے گا۔ ۵۔ جب میں اوہام کی مدد سے مراتبِ یقین پر پہنچا تو تمام جہان میری تدبیر کے غلام بن گئے۔ ۶۔ جب سلطانِ وَھم (مرشد کامل) اپنے کمال کا ظہور فرماتا ہے تو دِل میں دم بہ دم نورِ جمال کے سینکڑوں جلوے ظہور پذیر ہو جاتے ہیں۔ ۷۔ اگر تُو خود کو اس وَھم سے آراستہ کر لے تو تُو حقیقت کو پالے گا اور خود کو بھی پالے گا۔ (محک الفقر کلاں۔ مترجم سید امیر خان نیازی)[1]

❁ جو آدمی اس مرتبے (مرتبہ اوھام) پر پہنچ جاتا ہے اس کا آرام وسکون مٹ جاتا ہے۔ کبھی وہ

---

[1] یہ ابیات ''سلطان الوھم'' میں بھی موجود ہیں۔

صاحبِ خوف ہوتا ہے اور کبھی صاحبِ رجا، کبھی صاحبِ سکر ہوتا ہے اور کبھی صاحبِ صحو، کبھی بے خبر ہو کر ہوائے خود پرستی میں صاحبِ غرور ہوتا ہے اور کبھی صاحبِ حضور، کبھی صاحبِ غیب ہوتا ہے اور کبھی صاحبِ جمال وجلال، کبھی صاحبِ استغفار ہوتا ہے اور کبھی صاحبِ افتخار اور کبھی صاحبِ مشاہدہ ہو کر حلاوتِ عشق ومحبت کے مزے لیتا ہے۔ اس طرح ابدالاباد تک اس کے دِل کی کیفیات اس قدر سرعت سے بدلتی رہتی ہیں کہ اُن کا شمار تک ممکن نہیں ہوتا۔ (محک الفقر کلاں)

به اوهام حالش برآور تو سیر اگر وصل خواهی بروں شو ز غیر

ترجمہ: اوھام کی مدد سے تو اُس کے احوال کی سیر حاصل کر۔ اگر تو وصالِ حق چاہتا ہے تو غیرِ حق سے جدا ہو جا۔ (محک الفقر کلاں)

صاحبِ وَھم طالب کے بارے میں حضرت سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- بعض طالب صاحبِ وَھم ہوتے ہیں۔ صاحبِ وَھم وہ ہے کہ جس کے دِل میں ذوقِ وحدانیت پایا جاتا ہو، اس کا وَھم قاتلِ نفس ہوتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)
- اہلِ حضور کو مقامِ وحدانیت سے وَھم ہوتا ہے چنانچہ جیسے ہی وہ وَھم کی حالت میں داخل ہوتے ہیں ان کے مشکل کام وَھم کی بدولت حل ہو جاتے ہیں اور ہر ظاہر و پوشیدہ شے انہیں دکھائی دینے لگتی ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

پس وَھم تو قلبِ مومن کو حاصل ہونے والی وہ حضوریٔ حق ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ سے کلام کی سعادت پاتا ہے اور ''سلطان الوَھم'' سے مراد ''انسانِ کامل'' یا مرشد کامل اکمل ہے جو طالب کو حضوریٔ حق میں پہنچا کر اس پر 'وَھم' کھولتا ہے اور اسی سلطان الوَھم مرشد کامل اکمل کے توسط اور وسیلے سے طالب اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔

سلطان الوَھم کے بارے میں ''قربِ دیدار'' میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جو فقیر فقر کے مرتبہ سلطان الوَھم تک مکمل رسائی حاصل کر لیتا ہے اس پر قربِ اللہ سے تمام علوم نازل ہوتے ہیں۔ قدرتِ الٰہی کے مرسل سے اس پر ہزار ہا ہزار بلکہ بے شمار پیغامات علمِ

لدنی اور وارداتِ غیبی کی صورت میں وارد ہوتے ہیں۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے تصور سے عارف باللہ ایک لحظہ میں ہزار ہا بلکہ لاکھوں کروڑوں مقامات طے کر لیتا ہے اور ہر طرح کا غل وغش، غلط، غلاظت، کدورت، زنگار، خطرات و وہمات، خناس، خرطوم سب اس کے وجود سے نکل جاتے ہیں۔ سوائے اسمِ اَللّٰہُ ذات کے اس کے پُر نور اور دائم حضور دل میں اور کچھ نہیں رہتا۔ اس مقام پر اس کے دل کو جمعیت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ روشن ضمیر ہو کر نفس پر حاکم بن جاتا ہے۔ یہ مراتب فنا فی اللہ فقیر کے ہیں جو اپنی باتاثیر نظر کے ساتھ طالب کو کسی بھی مقام کی حضوری تک پہنچا سکتا ہے۔ ایسا فنا فی اللہ ذاکر اگر کسی کو تاثیر بھری نظروں سے دیکھ لے تو یہ تاثیر اس کے وجود میں رواں ہو جاتی ہے۔ نگاہ کے تفکر کے ساتھ جسم پر ہاتھ سے اسمِ اَللّٰہُ کے نقش کی خوشخطی کرنے سے اسمِ اَللّٰہُ پورے وجود پر مرقوم ہو جاتا ہے اور قلب و قالب میں اسمِ اَللّٰہُ ذات کا نور سرایت کر جاتا ہے۔ اگرچہ تصور اسمِ اَللّٰہُ ذات اور مرشد کامل کی نگاہ سے مردہ دل میں بھی ذکر کی گرمی پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ مراتب تب تک ناقص ہوں گے اور ان پر یقین نہیں کیا جانا چاہیے جب تک کہ طالب کو مشاہدۂ حضوری، معرفتِ الٰہی کا استغراق اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری نہ حاصل ہو جائے۔ یہ مبتدی کے مراتب ہیں جن کا تعلق انائے نفس سے ہے اور جو فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور معرفتِ الٰہی سے بہت دور ہیں۔ (قربِ دیدار)

اب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی نایاب تصنیف ''سلطان الوھم'' کا ترجمہ نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ''سلطان الوھم'' میں بیان کی گئی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حماد الرحمٰن سروری قادری

ایم ایس سی (باٹنی)

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

اگست 2012ء

سلطان الوھم

(اردو ترجمہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ وَالْعِرْفَانَ وَ نَوَّرَ قُلُوْبَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْفُرْقَانِ وَبَلَّغَھُمْ اِلٰی مَنَازِلَۃِ الْعُرُوْجِ بِخَفِیِّ الْمُدْرِکِ بِنُوْرِ سِرِّیَاتِ مَعَ جُزْیَّاتِ الْمَظَاھِرِ اِلٰی عَالَمِ الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَ لَاھُوْتِ بِتَمَثُّلِ اٰیَۃٍ وَجَذَبَ الْاَنْبِیَآءُ وَالْاَوْلِیَآءُ وَالْمُؤْمِنِیْنَ بِاِبْتِلَاءِ الْمُحَبَّۃِ الْخَاصِ الْمَشْرُوْعِ فِیْ عَالَمِ الْکَوْنِ وَخَاصَۃُ الْمُوَحِّدِیْنَ بِاَعْطَاءِ الْاَحَدِیَّتِ الْمُطْلِقَۃِ الْمَحَبَّۃِ بَلْ تُقُبِّلُ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَحْمَدِ مُجْتَبٰی الْمُفْتِحُ بَابُ الْکَمَالَاتِ بِعَرَفَاتِ الْجَمَالِ عَلَی الْکَمَالَاتِ وَالتَّحِیَّۃُ عَلَی الْمُصْطَفٰی اَلْھُدٰی بِھِدَایَتِ السَّبِیْلِ وَالْعَالِیْ بِنِھَایَتِ نَزَّلَ اِلٰی مَعَارِجِ مَقَامَاتِ الْاَحَدِیَّتِ الْمُطْلِقَۃِ بِسِیْرِ الْاَوْھَامِ الْمُدْرِکِ بِنُوْرِ الْاَرْوَاحِ الْمُقَدَّمَۃِ اِعْلَمْ اَوْحَالَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِعِلْمِ الْاَوْھَامِ الْکُلِّیَۃِ الْمُدْرِکَۃِ اِلٰی عَالَمِ الْاَلْطَافِ الْحَقِیْقِیِّ۔

ترجمہ: تمام حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور قرآن کے ذریعے مومنین کے قلوب کو منور فرمایا اور اسکے نور سے مخفی ادراک عطا فرمایا اور مثالوں کے ساتھ اپنی نشانیاں واضح فرمائیں جن کی بدولت وہ منازلِ عروج کو پہنچے اور عالمِ ملکوت، جبروت اور لاھوت کے تمام مظاہر کے اسرار کو مع جزیات حاصل کر لیا۔ اللہ نے عالمِ کون میں انبیا، اولیا اور مومنین کو اپنی مشروع اور خاص محبت میں مبتلا کر کے اپنی طرف جذب کر لیا اور مواحدین کا خاصہ یہ ہے کہ ان کی مقبول محبت کے نتیجہ میں انہیں احدیتِ مطلقہ عطا فرمائی۔ درود ہو احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو کمالات کے متحمل لوگوں پر اللہ کی معرفت اور کمالات کے دروازے کھولنے والے ہیں۔ سلام ہو مصطفی صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو بلند مرتبہ ہیں اور ھدایت کے راستے پر رہنمائی فرمانے والے ہیں، جو سیرِ اوھام کے ذریعے احدیتِ مطلقہ کے بلند مقامات کے انتہائی درجے تک پہنچاتے ہیں جس سے ارواح کے نور کی ابتدا کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ جان لو کہ جب اللہ تجھے حال عطا فرمائے گا تو علمِ اوھام کے ذریعہ سے ہی لطیف عالمِ حقیقی کا مکمل ادراک حاصل ہوگا۔

اے میری جان! اوھام کے بارے میں چند کلمات مختصراً بیان کرتا ہوں۔ جان لو کہ مقرب ترین راہِ طریقت اور موصل ترین راہِ حقیقت دِل[1] کی راہ ہے۔ دل کی راہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ وصال ممکن نہیں بلکہ محال ہے۔ کیونکہ دل کی راہ سے ہی روحانی سیر ہو سکتی ہے اور یہ سیر سلطان الوھم[2] کے وسیلے سے ممکن ہے جو شاہِ ظن[3] ہے۔

مندرجہ ذیل حدیثِ قدسی بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہے:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں۔

اس راہ کی اصل اور مستحکم بنیاد تیرا وھم ہے کہ سلطنتِ وَھم میں داخل ہوئے بغیر باطن کے بیابان میں قدم رکھنا ممکن ہی نہیں۔ درج ذیل قول اس حقیقت کی توثیق کرتا ہے۔

وَلِذٰلِكَ كَمَا كَانَتْ اَوْهَامُ اَقْوٰى سُلْطَانًا فِيْ هٰذِهِ النَّشْأَةِ

ترجمہ: اور یہ اس لیے ہے کہ اوھام اس راہ کا قوی سلطان ہے۔

اے جانِ عزیز! اس راہ کی ابتدا اور انتہا پیرِ کامل ہی ہے۔ قول ہے کہ:

اَلشَّيْخُ اَبْلَغُ فِيْ هٰذِهِ الطَّرِيْقِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

ترجمہ: پیرِ کامل ہی اس راستہ میں ہر شے سے گزار کر انتہا تک پہنچاتا ہے۔

پیرِ کامل اور مرشدِ واصل کی علامت یہ ہے کہ وہ مرید کو عالمِ اوھام تک پہنچا کر فتحِ قلب عطا کرتا

---

[1] باطن کی راہ۔

[2] سلطان الوھم سے مراد مرشد کامل اکمل ہے۔

[3] شاہِ ظن ایسے سروری قادری مرشد کامل اکمل کو کہتے ہیں جو طالب کے ظن اور گمان پر مکمل دسترس رکھتا ہے۔

ہے اور اس جگہ مرید ہمتِ[1] مؤثرہ کی بدولت سیر دل اور آرامِ دل حاصل کرتا ہے۔ فتحِ قلب یہ ہے کہ پیرِ کامل درج ذیل اصول کے مطابق دل کو زندہ کرتا ہے اور نفس کو مارتا ہے۔

اَلشَّیْخُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ

ترجمہ: شیخ (دل کو) زندہ کرتا اور (نفس کو) مارتا ہے۔

پیرِ کامل مرید کے دِل کو اپنے تصرف سے اوھام کے ذریعے حق تعالیٰ کی یاد کے ساتھ اس طرح زندہ کرتا ہے کہ اس کا کوئی سانس یادِ حق تعالیٰ کے بغیر نہیں نکلتا۔ خواب اور بیداری ہر حال میں ذکرِ اَللّٰہُ کر کے دائمی سیرِ اوھام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مرید کے دِل میں بصیرت کی ایسی دائمی قوت پیدا ہوتی ہے جس کی بدولت مرید تمام عالمِ الطاف کا معائنہ کرتا ہے۔ اسی دائمی قوت کے سبب وہ ایک لمحہ کے لیے بھی دیدارِ جمالِ حق سے محروم نہیں رہتا۔ چنانچہ پیرِ تحقیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فتحِ دِل کی نشاندہی ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

رَأَیِ قَلْبِیْ رَبِّیْ

ترجمہ: میں نے اپنے ربّ کو اپنے دِل میں دیکھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام بھی انہی معنوں کو ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

اُوْحِیَ بِرُؤْیَتِیْ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنْظِرِیْ مَعْرِفَتِیْ قُلْتُ لَا رُؤْیَت قَالَ قَلْبُكَ فِیْ شَاھِدَتِیْ وَبِرُؤْیَتِیْ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنے دیدار کے متعلق وحی نازل کی اور پوچھا کیا تُو نے میرا دیدار کیا ہے اور میری معرفت حاصل کی ہے؟ میں نے عرض کی ''نہیں'' تو فرمایا کہ تیرا دِل تو میرے مشاہدے اور دیدار میں مشغول ہے۔

---

[1] راہِ فقر میں بہت سے امتحانات، مشکلات پیش آتی ہیں، طالبِ مولیٰ کا کام ہے کہ ان سے نمٹ کر آگے بڑھتا جائے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ ان مشکلات، امتحانات اور ناموافق حالات کو اپنے موافق کرنے اور ان تمام منفی قوتوں سے رخ پھیر کر اپنی پوری قوتوں اور جملہ قوائے روحانیہ کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہونے کو ہمت کہتے ہیں۔ (شمس الفقرا۔ تصنیف لطیف سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس)

اے جانِ عزیز! تمام انبیا اور اولیا کرام نے وَھم ہی کے ذریعہ سے سیرِ دل حاصل کی۔ اگر سیرِ دل رک جائے تو درج ذیل حدیث کے مطابق اس راہ کے مسافر کو نقصان پہنچتا ہے:

❁ مَنِ اسۡتَوٰی یَوۡمَاہُ فَھُوَ مَغۡبُوۡنٌ

ترجمہ: جس نے دو دِن ایک ہی مقام پر استویٰ کیا پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔

سیر دل سے رک جانا سالک پر حرام ہے جیسا کہ فرمایا گیا:

❁ اَلسُّکُوۡتُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوۡبِ الۡاَوۡلِیَآءِ

ترجمہ: اولیا کے قلوب پر سکوت حرام ہے۔

پس سالک کو ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے کہ اسے سیرِ دل حاصل ہو اور سلطان الوَھم کے واسطہ سے اس سیر میں مشغول رہنا چاہیے۔ سیرِ اوھام کو مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ کی بنیاد پر تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

❁ تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیۡرٌ مِّنۡ عِبَادَةِ سَنَةٍ

ترجمہ: ایک گھڑی کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

❁ تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیۡرٌ مِّنۡ عِبَادَةِ سِتِّیۡنَ سَنَةٍ

ترجمہ: ایک گھڑی کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

❁ تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیۡرٌ مِّنۡ عِبَادَةِ الثَّقَلَیۡنِ

ترجمہ: ایک گھڑی کا تفکر دونوں جہانوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

یہ بالترتیب ابتدائی، متوسط اور انتہائی درجہ کے سالکوں کا تفکر ہے۔

ابتدائی درجہ کے سالک کا تفکر ایک سال کی عبادت کے برابر ہے، متوسط درجہ کے سالک کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت کے برابر ہے اور انتہائی درجہ کے سالک کا تفکر جن وانس کی عبادت کے برابر ہے۔ پس مذکورہ حدیث میں بیان کردہ اصول کے مطابق اس راہ پر چلنے والے سالکین کو تین درجات میں تقسیم کیا گیا ہے جنہیں انشاءاللہ ان کے مقام پر بیان کیا جائے گا۔

اَللّٰہُ التَّوْفِیْقُ بِالْاِتْمَامِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کام مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مبتدی، متوسط اور منتہی درجہ کے مرید کامل کے موافق ان درجات کی پوشیدہ علامات بیان کرنے والی تمام آیات، احادیث اور اقوال کو بطریق جمال بطور تبرک واستدلال سالکین کی تسکین کے لیے اقتباس کر دیا ہے اور اس راہ کے طریق اور مقاصد کو بھی بیان کر دیا ہے۔

اے جانِ عزیز! تجھے اللہ کی معرفت اور وصال حاصل کرنے کی اعلیٰ ترین راہ کا علم ہونا چاہیے جو کہ پانچ چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ دیدارِ الٰہی کی راہ دل میں ہے۔ اس راہ کا حصول اور اس راہ پر چلنا محض پیر کامل کے واسطہ سے ہی ممکن ہے کیونکہ پیرِ کامل ہی اس راہ کا راہبر ہے۔ طالبِ مولیٰ اس راہ پر ہمت ہی کی بدولت ترقی کرتا ہے۔ مندرجہ ذیل قول اسی معنی پر دلالت کرتا ہے:

❁ فَالْوَھْمُ ھُوَ السُّلْطَانُ الْاَعْظَمُ فِیْ ھٰذِہِ الشَّارَۃِ الصُّوْرَۃُ الْکَامِلَۃِ الْاَنْبِیَآءِ

ترجمہ: پس وھم اس راہ کا سلطانِ اعظم ہے جس کی اکمل ترین صورت انبیا ہیں۔

❁ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِہٖ

ترجمہ: مرشد کامل اپنی قوم میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح نبی اپنی اُمت میں۔

جس طرح پیغمبر علیہ السلام اپنے اصحاب کے رہبر تھے اسی طرح مرشد اپنے مریدین کا رہبر ہوتا ہے، رہبر کے بغیر راہ پر چلنا پُر خطر ہے۔ حق سے جڑنے کے لیے نفس کو ترک کرنا ضروری ہے۔

ایک دفعہ حضرت بایزیدؒ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ:

❁ اِلٰھِیْ اَیُّ الطَّرِیْقُ اِلَیْكَ

ترجمہ: یا اللہ! تجھ تک آنے کا طریقہ کونسا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ دَعْ نَفْسَكَ وَ تَعَالْ

ترجمہ: اپنے نفس کو چھوڑ دو اور (اللہ کی طرف) آجاؤ۔

ہمدانیؒ اپنی کتاب عین القضات میں فرماتے ہیں:

❁ راہِ خدا نہ ہی عرش پر ہے نہ مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں ہے۔ بلکہ راہِ خدا تیرے دل میں ہے۔ اپنے دل میں ہی اس کو تلاش کرتا کہ اسے پا سکے۔

پس طالبِ مولیٰ کو شب و روز اعمالِ دل میں ہی کوشاں رہنا چاہیے۔ وَھم کے ذریعے حق تعالیٰ کا وصال و معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جو بھی ظاہری اعمال میں مشغول ہو کر علم اوھام سے بے خبر رہتا ہے اور اپنی باطنی اصلاح کی خواہش نہیں کرتا گویا اس نے اپنی تمام عمر برباد کر لی۔ وہ ظاہر میں مشغول رہ کر ظاہر ہی کی متابعت کرتا رہا۔ چنانچہ یہاں یہ مسئلہ مسطور کیا گیا ہے کہ اگر تم کسی ایسے فقیر کو دیکھو جو ظاہری عبادات میں تو بہت ریاضت کرتا ہو لیکن اصلاحِ باطن کی طرف رجوع نہ کرتا ہو تو سمجھ لینا کہ وہ بے کار ہے۔ اصل مرد وہ ہے جو عام لوگوں میں رہ کر خاص لوگوں والے کام کرے۔ رسالہ سکینہ و عوارف میں مذکور ہے:

❁ اِذَا جَائَتِ الْعَامِلَاتِ اِلَی الْقُلُوْبِ اسْتَوَاحَۃِ الْجَوَارِح فَحِیْنَئِذٍ یَشْتَغِلُ بِعِمَارَۃِ الْبَاطِنِ وَ مِیْشَارَۃِ وَ مَرَاعَاۃِ الْاَسْرَارِ وَ عَدَدَ الْاَنْفَاسِ

ترجمہ: جب آدمی اعمالِ دل تک پہنچتا ہے تو جوارح رک جاتے ہیں جس کی بدولت وہ اپنا باطن آباد کرنے میں مشغول رہتا ہے تو اس پر باطنی بھید منکشف ہونے لگتے ہیں اور وہ اپنے ہر سانس کا محاسبہ کرنے لگتا ہے۔

اے جانِ عزیز! تجھے جاننا چاہیے کہ معرفت اور عشقِ الٰہی دل کا کام ہے۔ تو ہرگز اس راہ سے غافل نہ ہو، ہوشیار رہ اور اپنے ظاہر کو آراستہ کرنے میں مشغول نہ ہو نہ ہی اس سے لذت اٹھا کیونکہ یہ تجھے سیرِ وَھم سے باز رکھے گا۔ تجھے مرشد کامل کی تلاش کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اگرچہ دور دراز کا سفر ہی کیوں نہ کرنا پڑے جیسا کہ حدیث میں حکم دیا گیا ہے:

❁ اُطْلُبُوا الْعِلْمِ لَوْ بِالصِّیْنِ

ترجمہ: علم کی طلب کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔

جب میں نے دیکھا کہ تو اس راہِ باطن کے بارے میں سہو وخطا پر ہے تو تیری اصلاح کی خاطر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآنی آیات کی روشنی میں اس تصنیف کو لکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے الفاظ کو اپنے دل سے سن اور ان پر کاربند رہ۔ اس تصنیف کو میں نے ''بر احمدی'' کا خطاب دیا ہے کیونکہ اس کی بنیاد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہِ اوھام پر ہے جو عشقِ الٰہی اور معرفتِ الٰہی کی راہ ہے۔ اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے راہِ باطن کے راہیوں کو فائدہ پہنچ سکے اور وہ اس راہ کو جان کر سیرِ وھم حاصل کر سکیں۔

❁ وَاللّٰہُ الْھُدٰی

ترجمہ: اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

اوھام کا یہ بیان اصل میں صادق طالب اور عاشق کے لیے ہے۔

❁ اِعْلَمْ رِزْقُ اللّٰہِ سَیْرُ الْقَلْبِ بِسُلْطَانُ الْوَھْمِ بِلَا اِسْتَوَا وَ قُصُوْرُ

ترجمہ: جان لے کہ اللہ کی طرف سے (باطنی) رزق سیرِ قلب ہے جو سلطان الوھم کے وسیلے سے بنا رُکے اور بغیر کوتاہی کے کی جاتی ہے۔

اے جانِ عزیز! پیرِ کامل اس راہ کی ابتدا ہے۔ پیرِ کامل کے بغیر اس راہ میں قدم رکھنا تکلیف اور مایوسی کا موجب ہے۔ جب مرید صادق پیرِ کامل کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے اور اس کی خدمت اخلاص کے ساتھ کرے تو پیرِ کامل اپنے تصرف سے مرید کے دل میں اوھام جاری کر دیتا ہے جس سے اس کے دل میں صدق کا نزول ہوتا ہے۔ اسی وھم کے واسطہ سے طالبِ مولیٰ کو دائمی سیر نصیب ہو جاتی ہے۔ مرشد کامل مرید صادق کو اس کی ہمت مؤثرہ کے موافق اس راہ کے تمام مقامات طے کروا دیتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا:

❁ اَصْبَحُوْا مَعَ اللّٰہِ وَاِنِ اسْتَطِیْعُوْا فَاَصْبَحُوْا مَعَ اللّٰہِ مَنْ صَحَبَ اللّٰہِ

ترجمہ: اللہ کی صحبت اختیار کرو اور اگر تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے تو اللہ کے مصاحب (مرشد کامل اکمل) کی صحبت اختیار کرو۔

جب طالبِ مولیٰ کو مرشد کامل کی صحبت نصیب ہوتی ہے تو سب سے پہلے مرشد کامل طالب میں ذکر خفی جاری کرتا ہے اور پھر اپنے تصرف سے طالب کے دل میں اوھام کی بنیاد ڈالتا ہے۔ یوں مرید بغیر کسی تکلیف اور ریاضت کے ایسا ذاکر بن جاتا ہے کہ اس کا ہر سانس اللہ کی یاد (ذکرالٰہی) کے ساتھ ہی نکلتا ہے۔ وہ درج ذیل حدیث کی اتباع کرتا ہے:

❁ اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَةٌ كُلُّ نَفْسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيِّتٌ

ترجمہ: سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نکلتا ہے وہ مردہ ہے۔

طالب جب صدق سے اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا دل یادِ حق تعالیٰ کی بدولت بیدار ہو جاتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

❁ اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا فَانْتَبِهُوْا

ترجمہ: لوگ (غفلت کی نیند) سوئے ہوئے ہیں پھر (اسی حالت میں) جب وہ مریں گے تب بیدار ہوں گے۔

طالب کا دل خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر زندہ ہو جاتا ہے اور وہ اس آیت مبارکہ کی تحقیق کر لیتا ہے:

❁ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (6:122)

ترجمہ: بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کر دیا۔

مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ بھی اس بیان کی تحقیق کرتی ہے:

❁ اَلشَّيْخُ يُحْيِ وَيُمِيْتُ اَىْ يُحْيِ الْقَلْبَ الْمَيِّتِ الْمُرِيْدِ بِذِكْرِ اللّٰهِ

ترجمہ: شیخ ہی زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ یعنی وہ مرید کے مردہ دل کو اللہ کے ذکر سے زندہ کرتا ہے۔

مرشد طالب کو اللہ کی معرفت عطا کر کے اس کی روح کو زندہ کرتا ہے اور نفس کو مار دیتا ہے۔ اس طرح طالب کو مرشد پر یقینِ محکم حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے دل پر کلمہ طیب اس حکم کے مطابق

نقش ہو جاتا ہے:

اَفۡضَلُ الذِّکۡرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ

ترجمہ: افضل ترین ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ہے۔

مرشد کے تصرف سے مرید کے دل میں پاس انفاس کا ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ یعنی وَھم کی بدولت وہ ذاکر بن جاتا ہے اور اس کا ہر داخل اور خارج ہونے والا سانس اللہ کی یاد میں ہی مشغول ہوتا ہے۔ پس اس کا کوئی سانس اللہ کی یاد کے بغیر نہیں نکلتا جس سے اس کا دل زندہ ہو جاتا ہے۔ جب سانس باہر آتا ہے تو وہ وھم کے ذریعے ذکر لَآ اِلٰہَ کرتا ہے۔ لَآ اِلٰہَ کا جاروب دل سے تمام خطرات کو صاف کر کے سب اغیار کو باہر نکال دیتا ہے اور جب وہ سانس اندر لے کر جاتا ہے تو وَھم سے معمور ہوتا ہے۔

مَنۡ اَحَبَّ شَیۡئًا اَکۡثَرَ ذِکۡرَہٗ

ترجمہ: جو شخص جس شے سے جتنی محبت کرتا ہے اتنی ہی کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔

اسی حکم کے تحت مرید کے دِل میں ذکرِ خدا کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور وہ مندرجہ ذیل حدیثِ قدسی کے مطابق اللہ کا ہم نشین ہو جاتا ہے:

اَنَا جَلِیۡسُ مَنۡ ذَکَرَنِیۡ

ترجمہ: جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہوتا ہوں۔

اور اللہ سے محبت کرنے لگتا ہے۔

مَنۡ اَنَسَ بِاللّٰہِ مُتَوَحِّشُ عَنۡ غَیۡرِ اللّٰہِ

ترجمہ: جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ غیر اللہ سے وحشت کرتا ہے۔

باطن میں وہ اللہ کے سوا ہر چیز سے منقطع ہو جاتا ہے اور اسے فتح دل حاصل ہو جاتی ہے جو سالک کے لیے انتہائے کار ہے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ چار ہزار پیرانِ طریقت کا اجماع ہے کہ سالک کی انتہا یہ ہے کہ وہ ہر وقت حق تعالیٰ کی بندگی میں مصروف رہے۔ اس مقام پر سالک کی سیرِ

وُھم کمال کو پہنچ جاتی ہے۔صوفی ہر سانس کے ساتھ دو خوشیاں تحقیق کرتے ہیں۔

بیت:

صوفیان در دمی دو عید
عنکبوتان مگس کند ندید

ترجمہ:صوفی اپنے ہر سانس کے ساتھ دو خوشیاں حاصل کرتے ہیں جنہیں مکڑیاں اور مکھیاں[1] نہیں دیکھ سکتیں۔

اے جانِ عزیز! جب مریدِ صادق کا دل پیرِ کامل کے تصرف سے دائمی ذاکر بن جاتا ہے تو درج ذیل قول کے جاروب سے اغیار کے خس و خاشاک کو دل سے باہر نکال دیتا ہے:

❁ عِبَادَةُ الْفَقْرِ نَفْیُ الْخَوَاطِرِ

ترجمہ:فقر کی عبادت خواطر[2] کی نفی کرنا ہے۔

نورِ ذکر مریدِ صادق کے دِل کی نگہبانی کرتا ہے اور اس پر اس طرح قابض ہو جاتا ہے کہ کسی غیر کو اس کے دِل میں داخل ہونے کی مجال نہیں رہتی۔اس طرح سالک مندرجہ ذیل حدیث کے مطابق دائم الصلوٰۃ ہو جاتا ہے۔

❁ وَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ دَآئِمُوْنَ

ترجمہ:اور وہ دائمی نماز میں رہتے ہیں۔

پس اس کا دل وجودِ غیر سے پاک ہو جاتا ہے۔

از دِل بیرون کنم غمِ دنیا و آخرت
یا خانہ جائے رخت بود یا خیالِ دوست

ترجمہ:میں نے اپنے دِل سے غمِ دنیا و آخرت کو باہر نکال پھینکا ہے کیونکہ اس گھر میں ایک وقت میں

---

[1] مکڑیوں اور مکھیوں سے مراد غیر اللہ کے طالب یعنی طالبِ عقبیٰ و طالبِ دنیا ہیں جو عقبیٰ اور دنیا کی خاطر عبادت اور محنت کرتے ہیں۔

[2] خاطر کی جمع ،دل میں آنے والی بات ،خواہشات

یا تو خیالِ دوست کو رکھا جا سکتا ہے یا دیگر اشیا کو۔

سالک کو مندرجہ ذیل حدیث کے مطابق حیاتِ ابدی اور دولتِ سرمدی حاصل ہو جاتی ہے:

اَلْمُؤْمِنُ حَیٌّ فِی الدَّارَیْنِ

ترجمہ: مومن دونوں جہان میں زندہ ہے۔

اس مقام پر فقر تکمیل کو پہنچتا ہے اور فقیر کو کسی چیز کی احتیاج نہیں رہتی۔

اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ

ترجمہ: جب فقر مکمل ہوتا ہے وہی اللہ ہے۔

یہ مقام اس کی صفت بن جاتا ہے۔

با دوست کنج فقر بہشت است و بوستان

بے دوست خاک بر سرِ جاہ و تونگری

ترجمہ: دوست کے ساتھ کنجِ فقر بھی بہشت کا باغ ہے مگر دوست کے بغیر شان و شوکت اور بادشاہی پر بھی خاک!

تا دوست در کنار نباشد بکامِ دِل

از ہیچ نعمتے نتوانی کہ بَر خوری

ترجمہ: جب تک تیرا محبوب تیرے ساتھ نہ ہو تو کسی بھی نعمت سے لطف نہیں اٹھا سکتا۔

اے جانِ عزیز! تجھے اپنے دل کے آئینے کو زنگ اور کدورت سے پاک کرنا چاہیے تاکہ وہ صاف اور شفاف ہو جائے۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

لِکُلِّ شَیْءٍ مُصْقِلَۃٌ وَّ مُصْقِلَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللّٰہ

ترجمہ: ہر شے کی صفائی کا ایک آلہ ہوتا ہے اور قلب کی صفائی کا آلہ ذکرِ اَللّٰہُ ہے۔

جب مرید اس حدیث کے مطابق اپنے آئینۂ دل کو صاف کر لیتا ہے تو وہ روشن ہو جاتا ہے اور پھر اس میں حق تعالیٰ کی تجلی نمودار ہوتی ہے اور بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں

رہتا۔

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار
زنگار خوردہ کے نماید جمالِ دوست

ترجمہ: اے سعدی! تیرے اور اللہ کے مابین کوئی حجاب نہیں۔ تو صرف آئینہ دل کو صاف رکھ کیونکہ زنگ آلود آئینۂ دل میں جمالِ دوست کو نہیں دیکھا جا سکتا۔

اے جانِ عزیز! جب نورِ ذکر نورِ ذات کے ساتھ متصل ہو جاتا ہے تو ذاکر صفتِ ذاتی کا حامل ہو جاتا ہے۔ وہ کسی لمحہ بھی حق سے جدا نہیں ہوتا اور نہ ہی لمحہ بھر کے لیے ذکر سے غافل ہوتا ہے۔ پس وہ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح حاصل کرتا ہے اور اس کے دل میں اوھام کا تصرف ظاہر ہو جاتا ہے۔ درج ذیل ارشادِ باری تعالیٰ کے چابک سے وہ تمام غیر اللہ کو دل سے باہر نکال دیتا ہے۔

❁ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ٥ (17:81)

ترجمہ: اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا اور بیشک باطل بھاگنے والا ہی ہے۔

جائیکہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند
عام را نام و نشان در دِل نماند

ترجمہ: جس جگہ سلطان اپنا خیمہ لگاتا ہے وہاں کوئی شور و غل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جس دِل میں اللہ آ جاتا ہے وہاں غیر اللہ کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔

اے جانِ عزیز! مریدِ صادق پر پیرِ کامل کا پہلا تصرف یہ ہے کہ وہ اسے سیرِ وَھم عطا کرتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن جو مرشد اپنے مرید کو صرف ظاہری اعمال کی ترغیب دیتا ہے، زبانی ذکر میں مشغول رکھتا ہے اور وَھم سے سیرِ دل عطا نہیں کر سکتا نہ ہی مرید کے دل کو سیرِ وَھم اور ہمتِ مؤثرہ سے اللہ کی راہ پر گامزن کرنا جانتا ہے، اپنے تصرف و عطا سے مرید کے دل کو ترتیب سے راہِ باطن کے مقامات اور منازل کی نشاندہی نہیں کروا سکتا اور نہ ہی اسے وَھم کے ذریعے یکے

بعد دیگرے روحانی منازل ومقامات کا مشاہدہ ومعائنہ کرواسکتا ہوتو ایسا مرشد لائق ارشادنہیں ہو سکتا۔ طریقت میں ایسے مرشدِ ناقص کوروانہیں کہ وہ کسی کو اپنا مرید بنائے۔ لائقِ ارشاد مرشد کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ اسے اپنے مرید کے ابتدا سے انتہا تک تمام احوال کی خبر ہو جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ پہلے ہر شے کے متعلق آگاہی حاصل کرتا ہے اور پھر اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ شیخ کو مشرق سے مغرب تک ہر چیز کی اطلاع ہوتی ہے۔

چنانچہ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ پیر کن اوصاف کی وجہ سے نفع بخش اور کن اوصاف کی وجہ سے خام ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایسا پیر خام ہوتا ہے جو اپنے مرید کو باطنی اصلاح سے توانا کرنے کی بجائے ظاہری اعمال میں مشغول رکھے۔ نہ وَھم کے ذریعے راہِ دل کھولنا جانتا ہو، نہ دل کو علم عطا کر سکتا ہو نہ ہی عشق ومحبت۔ ایسے خام پیر کو ہی اپنے مریدوں کو ظاہری اعمال کی محنت ومشقت میں مبتلا رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ پیرِ کامل رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے اسی لیے صحیح پیر وہ ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرتا ہو۔ اس راہ کے پیرِ تحقیق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مریدِ حقیقی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اپنے تصرف سے وَھم کی قوت عطا فرمائی اور تمام مقامات ومنازل طے کروائیں اور فرمایا:

❁ مَا فَضَلَ اَبَابَکْرٍ بِکَثْرَةِ الصَّلٰوةِ وَلَا بِکَثْرَةِ التِّلَاوَةِ وَالصَّوْمِ وَلٰکِنْ شَیْئًا وَقَرَ فِیْ قَلْبِہٖ

ترجمہ: ابوبکر (رضی اللہ عنہٗ) کی فضیلت نہ تو کثرتِ نماز کی وجہ سے ہے اور نہ ہی کثرتِ تلاوت و روزہ کی وجہ سے بلکہ ان کے دل میں قرار پکڑنے والی چیز کی وجہ سے ہے۔

جو مرشد اپنے مرید کی اس طریقہ کے مطابق رہنمائی نہیں کرتا اور باطنی سیر نہیں کرواسکتا اس کا مرید دنیا کے لیے محض ظرافت کا سامان بن جاتا ہے۔ اسے اس راہ میں کوشش نہیں کرنی چاہیے اور طالبانِ مولیٰ کو اللہ تعالیٰ سے روک کر اللہ کی بارگاہ میں ایسی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔ یہ محبت و

معرفت کی راہ ہے جو مرشد کامل کی عطا ہے، اس کا تعلق ظاہر سے نہیں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے مریدِ صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بارے میں فرماتے ہیں:

❁ مَا صَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا قَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو خاص چیز میرے سینے میں ڈالی میں نے وہ ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دی۔

اس حدیث مبارکہ سے تحقیقاً پتہ چلتا ہے کہ طریقت اور وصالِ حق کا راستہ دِل کا راستہ ہے اور پیرانِ کامل کی عطا ہے جس کا ظاہری اعمال و ریاضت سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

❁ اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ (6:122)

ترجمہ: بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا۔

اس آیت میں بھی اللہ فرماتا ہے کہ جو شخص غفلت کے باعث باطنی طور پر مردہ ہو چکا ہو اسے ہم اپنے ذکر اور معرفت سے زندہ کر دیتے ہیں۔ نیز مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ معرفتِ حق تعالیٰ درویشوں کی عطا ہے۔

❁ اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ

ترجمہ: شیخ (دل کو) زندہ کرتا اور (نفس کو) مارتا ہے۔

چنانچہ کسی درویش سے پوچھا گیا کہ درویشی کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ درویشی خدا بخشی ہے یعنی درویش وہ ہے جو اللہ کے بندوں کو محبت اور معرفتِ حق تعالیٰ عطا کرے اور انہیں دل (باطن) کا راستہ دکھائے جو انہیں دل پر مکمل دسترس عطا کر دے۔ اہلِ دل درویشوں کی عطا کے بغیر دل (باطن) پر مکمل دسترس حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ شیخ عبداللہ انصاری پیر بدایوں کا فرمان ہے ''نماز پڑھنا بیوہ عورتوں کا کام ہے، روزہ رکھنا صرف روٹی بچانا ہے، حج کرنا دنیا کی سیر کرنا ہے اور دِل پر دسترس حاصل کر لینا مردوں کا کام ہے''۔ تاہم یہ فقیر کہتا ہے کہ دِل پر دسترس حاصل کر لینا خام

لوگوں کا کام ہے۔ مردوں کا کام تو بشریت سے آزاد ہو کر خود سے فانی ہونا اور حق کے ساتھ عین حق ہو جانا ہے۔

چنانچہ شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ جب خود سے بیزار ہوئے تو آخر کار پکار اٹھے:

مرا سہ چیز می باید ز کونین
بنا بستن، عمل کردن، شدن عین

ترجمہ: مجھے اس کائنات سے صرف تین چیزیں درکار ہیں۔ اللہ تک سفر کی بنیاد باندھنا، اس کے لیے عمل کرنا اور عین کے ساتھ عین ہو جانا۔

نیز فرماتے ہیں:

در ہوا گر پری مگس، در بروئے آب روی ہمچو خسے
دل بدست آور کے آگاہ کسے، غیر زیں ہر چہ کنی در ہوسے

ترجمہ: اگر تو ہوا میں اڑ سکتا ہے تو صرف ایک مکھی کی مانند ہے اور اگر پانی پر چل سکتا ہے تو صرف ایک تنکے کی مانند۔ اصل کمال دل پر دسترس حاصل کر لینا ہے۔ اس کے علاوہ تو جو کچھ بھی کرتا ہے سب ہوس ہے۔

درحقیقت تو ایک ایسی کتاب ہے جس میں تمام عالم کی تفصیل موجود ہے۔ تیرے دل کی لوح پر ہر اس چیز کا علم مسطور ہے جو تیرے لیے باعثِ ہیبت ہے۔ ظاہراً تو ایک مسلمان ہے لیکن اپنے اندر ایک دیو (نفس) رکھتا ہے۔ تجھے اس دیو سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے۔ اے جانِ عزیز! یہ دیو بہت ہی ہیبت والا معلوم ہوتا ہے لیکن تو اس کو اللہ کی محبت اور معرفت سے با آسانی مار سکتا ہے۔ یہ سارا معاملہ ظاہری جسم کے ساتھ نہیں بلکہ باطن کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اس راستہ کی سیر وَھم سے حاصل ہوتی ہے اور نورِ حق تعالیٰ نورِ وَھم کی ہی صورت میں دل اور روح میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ یہی نورِ وَھم عالمِ الطاف کا ادراک کرتا، دیکھتا اور سنتا ہے۔ جب تک سلطان الوَھم طالب کے نفس، دِل، روح اور سِرّ کی ولایت پر قابض اور متصرف نہیں ہو جاتا اس وقت تک تزکیۂ نفس،

تصفیہ قلب، تخلیہ اور تجلّیہ روح حاصل نہیں ہوتا۔ ان تمام کاموں کا تعلق خلق کے باطن سے ہے نہ کہ ظاہر سے۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ دل دل سے معرفت وصول کرتا ہے، روح روح سے، سرّ سرّ سے، آنکھ آنکھ سے، زبان زبان سے اور کان کان سے۔

باطن کی حقیقت کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس حدیث مبارکہ میں بیان فرمایا ہے:

❁ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ لَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَ لٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ نِیَّاتِکُمْ

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ اعمال کو بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

پس نظرِ حق تعالیٰ تمہارے دل اور اعمالِ دل پر ہوتی ہے نہ کہ ظاہر اور ظاہری اعمال پر۔

اے جانِ عزیز! تجھے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اصلاحِ دِل اور اعمالِ دِل سے ظاہری شخصیت کو تو فائدہ ہوتا ہے مگر ظاہری اصلاح سے دِل کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا چنانچہ حضرت رسالت پناہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

❁ اِنَّ فِیْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ اَلْمُضْغَۃُ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَ ھِیَ الْقَلْبُ

ترجمہ: بیشک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب اُس کی اصلاح ہوتی ہے تو سارے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اور اگر یہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، جان لو کہ وہ ٹکڑا قلب ہے۔

دِل بادشاہ ہے تمام ظاہری اعضا کا اور تمام ظاہری اعضا اس کی رعایا ہیں۔ پس بادشاہ کی اصلاح تمام رعایا پر اثر انداز ہوتی ہے لیکن رعایا کی اصلاح بادشاہ پر کوئی اثر نہیں ڈالتی اور فساد برپا رہتا ہے۔ دِل اور ظاہری اعضا کی بھی یہی مثال ہے۔ جب دِل کی اصلاح کے بعد عمل کیا جاتا ہے تو اس کا اثر ظاہری اعضا پر ہوتا ہے مگر جب صرف ظاہری اعضا کی اصلاح کی جائے تو اس کا دِل پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

کوش تا دِل زندہ گردد وتن جوازے بزنگ ہا

مردہ را کے سود دارد گور با نقش و نگار

ترجمہ: اپنے دِل کو زندہ کرنے کی کوشش کرتا کہ اعمالِ تن کے زنگ سے تجھے نجات ملے۔ دِل کو زندہ کیے بغیر صرف اعمالِ تن کی زیب و زینت بالکل ایسے ہی بے سود ہے کہ جیسے مردہ کے لیے اس کی قبر پر نقش و نگار بیکار اور بے سود ہوتے ہیں۔

خواجہ شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زبان از حرف آرائی بکُن خاموش یکچندی

چو در ظاہر شوی خاموش در باطن زباں بینی

من بر در دِل خویش پس گوش بنہادم

جاناں چنداں سخن شنیدم اما دِلت ندیدم

ترجمہ: اپنی زبان کو الفاظ کی آراستگی سے خاموش کر دے کیونکہ جب تو ظاہر گوئی سے باز آجائے گا تو تجھے باطنی زبان حاصل ہو جائے گی۔ جب میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے اپنے محبوب کا ایسا کلام سنا جس سے تیرا دل محروم ہے۔

اے جانِ عزیز! ایک روایت میں ہے کہ اصحاب رضی اللہ علیہم اجمعین بابِ نصرانی پر وضو فرماتے اور ننگے پاؤں چل کر مسجد میں تشریف لے جاتے۔ ان کا ہر عمل دل سے ہوتا تھا۔ پس راہِ طریقت کا مقصود محض دِل کی آرائش اور صفائی ہے نہ کہ ظاہری اعضا کی آرائش و صفائی۔ ظاہری اعمال کے ذریعے اپنے ظاہر کو سنوارنا محض اپنی عمر ضائع کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندگی کا باعث ہے۔ چنانچہ انجیل میں مسطور ہے کہ جب مومن بندہ مرتا ہے تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ ایک فرشتہ کے ذریعے بے کلام اور بے زبان اس سے پچاس سوال کرتا ہے جن میں سے ایک سوال یہ ہے ''اے میرے بندے! میں نے ہمیشہ اپنی نظرِ حق تجھ پر رکھی مگر تو ظاہری اعمال میں ہی مشغول رہا۔ تیرا کوئی بھی عمل اور اطاعت دل کی آراستگی کے لیے کیوں نہ تھا جس پر میری نگاہ ہے؟'' اس وقت بندہ

کوئی جواب نہیں دے سکے گا بس شرمندگی سے سر جھکائے کھڑا رہے گا اور اس کے ظاہری اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے۔

اے جانِ عزیز! آئینہ جب زنگ آلود ہو جاتا ہے تو اسے صاف کروانے کے لیے دیتے ہیں۔ آئینہ صاف کرنے والا اگر آئینہ پشت سے صاف کرے تو بے سود اور بے کار ہے کیونکہ اس طرح آئینہ کے سامنے سے زنگ نہیں اترتا اور اس میں چہرہ نظر نہیں آتا۔ چہرہ دیکھنے کے لیے آئینہ کو سامنے سے صاف کرنا چاہیے اور اس کا زنگ دور کرنا چاہیے۔ دِل، زبان اور ظاہری اعضا میں ایسا ہی اتصال ہوتا ہے۔ کیونکہ دل کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہے جو (آئینے کے سامنے کی طرح) لطیف ہے اور زبان و ظاہری اعضا کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے جو (آئینے کی پشت کی طرح) کثیف ہے۔ کثیف شے کی صفائی سے لطیف شے کا صاف ہو جانا کس طرح ممکن ہے؟ یہ محال ہے۔

اے جانِ عزیز! ایک دفعہ چینیوں نے دعویٰ کیا کہ وہ نقش و نگار بنانے کے ماہر ہیں اور رومیوں نے کہا کہ وہ صیقل کرنے کے ماہر ہیں۔ یہ خبر اس وقت کے بادشاہ تک پہنچی۔ بادشاہ نے ان دونوں کے مقابلہ کے لیے ایک کمرہ بنوایا جس کی داہنی دیوار پر چینیوں نے نقش و نگار بنانا شروع کیے جبکہ مخالف دیوار کو رومی صیقل کرنے لگے۔ درمیان میں ایک پردہ حائل کر دیا گیا۔ جب دونوں نے اپنا کام مکمل کر لیا تو درمیان سے پردہ ہٹا دیا گیا۔ پس رومیوں کی صیقل کردہ دیوار پر چینیوں کے نقش کا عکس اصل سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آیا۔ اس حکایت میں سرِّ عظیم ہے فَھِمَ مَنْ فَھِمَ (سمجھ گیا جو سمجھ گیا)۔

اللہ کے عاشقِ حقیقی مست الست ساقی شیخ فخر الدین عراقیؒ نے کیا خوب کہا ہے ''لوحِ ضمیر کو پاک و شفاف کر کے دیکھا تو اس پر موجود ہر نقش میں نقاش ہی کے وجود کو پایا''۔ یہ حکایت بھی ظاہر کی بجائے دل کی پاکی اختیار کرنے پر دلیل ہے۔

اے جانِ عزیز! نقل و عقل کی رو سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام انبیا، رسل، اولیا اور شہدا کو کمال ذکرِ دل (ذکرِ خفی، سلطان الاذکار) سے حاصل ہوا۔ اس راہ کا مقصود ذکرِ دِل ہے جو کسب سے

حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ پیرِ کامل کی عطا ہے۔ زبان سے ذکر کرنا صرف ایک عادت ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ پس ایسا مرید صادق اور طالبِ عاشق جو ہمیشہ اس عادت میں مشغول رہتا ہے وہ اپنا وقت ضائع کرتا ہے:

❁ مَا لَا اِرَادَةِ تَرْكُ الْعِبَادَةِ

ترجمہ: جس میں ارادت نہیں اسے عبادت ترک کر دینی چاہیے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے عادتاً کی جانے والی عبادت ترک کر دینی چاہیے نہ کہ حقیقی عبادت۔ مخصوص دلائلِ قطعی اور براہینِ عقلی یہ ثابت کرتے ہیں کہ ذکرِ جہر بے فائدہ اور وقت کا ضیاع ہے اور غافل لوگوں کا کام ہے۔ راہِ طریقت کے راہی اور طالبِ حقیقت کو ایسے ذکر میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اپنے ذکر کو دل سے مقید کیا ہے اور زبانی ذکر سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (8:2)

ترجمہ: جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

❁ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (13:28)

ترجمہ: خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی قلوب کو سکون حاصل ہوتا ہے۔

❁ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (58:22)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں پر اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔

قرآن پاک کی وہ آیت مبارکہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ذکرِ جہر سے منع فرمایا ہے، یہ ہے:

❁ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (7:205)

ترجمہ: ذکر کرو اپنے ربّ کا بغیر آواز اونچی کیے، دل میں خفیہ طریقے سے، خوف اور عاجزی کے ساتھ اور غافلین میں سے مت بنو۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ ذکرِ جہر سے منع اور ذکرِ دِل اختیار کرنے کا حکم دیتی ہے۔ تفسیر عرائس البیان میں تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً کی تفسیر میں نقل ہے:

تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً اَیْ عَرَفَھُمْ بِقُوَّۃِ الْکِبْرِیَآءِ وَجَلَالِ الْعَظْمَۃِ وَ عَنِ الْقِدَمِ وَ الْبَقَآءِ کُوْنُوْا فِیْ رُؤْیَتِہٖ ھٰذَا الصِّفَاۃِ عِنْدَ اِحْتِیَاجِکُمْ اِلَیْنَا بِنِعْمَۃِ الْغِنَآءِ وَیُحِیْطُ مَا لَا یَطَّلِعُ عَلٰی اَسْرَارِ نُفُوْسِکُمْ فَاِنَّ دَعْوَۃَ الْمُضْطَرِ یَقَعُ عَلٰی مَصَانِعِ الْغُیُوْبِ حِیْنَ حَاجَۃِ بِوَصْفِ النُّطْقِ مِنَ اللِّسَانِ الْقُلُوْبِ وَاِنَّ صَفِیِ الْوَقْتِ فِی التَّضَرُّعِ وَ دَعْوَۃُ الْحَقِیْقَۃِ وَ ذِکْرُ الْخَفِیِّ الدُّنِیِّ وَصِفَتُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالْخَیْرِ قَالَ اَلْخَیْرُ الذِّکْرُ الْخَفِیِّ قَالَ اَبُوْ عُثْمَانُ اَلتَّضَرُّعُ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَا یَقْدِمَ اِلَیْہِ اَفْعَالِکَ وَصَلٰوتِکَ وَقِیَامِکَ ثُمَّ یَدْعُوْا اِلٰی اٰثْرِہٖ وَ اِنَّمَا تَضَرُّعًا اَنْ یَقْدِمَ اَفْتِقَارِکَ وَعَجُوْزِکَ فَاَفْتَلَکَ وَقَتَلَہٗ حَیَاتِکَ ثُمَّ یَدْعُوْا اَبَلاً عَلَیْہِ وَلَا سَبَبَ فَتَرْفَعُ دُعَآئِکَ قَالَ وَاسِطِیْ تَضَرُّعًا بَدَلَ الْعَبُوْدِیَّتِ وَ خَلَّعَ الْاِسْتَطَاعَتِ خِیْفَۃً اِلٰی خَفِیِّ ذِکْرِیْ صِیَانَتُ غَیْرَ الْاَتْدَاءِ وَبِقَوْلِ اَلْخَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیِّ وَ اِنَّ فِی الدُّعَآءِ مَقَامَاتٌ بَعْضُھُمْ یَدْعُوْا بِلِسَانِ الظَّاھِرِ وَ بَعْضُھُمْ یَدْعُوْا بِاِشَارَۃِ الْقَلْبِ وَبَعْضُھُمْ یَدْعُوْا بِاِشَارَۃِ السِّرِّ بَعْضُھُمْ بَقِہٗ نَعْتٌ اَھْلُ الظَّاھِرِ اَلتَّضَرُّعُ وَنَعْتٌ اَھْلُ الْبَاطِنِ الْاَفْتِقَارُ وَ الْخُنُوْعُ وَنَعْتٌ اَھْلُ الْقَوْلِ الْفِکْرِ وَ نَعْتٌ اَھْلُ الْقَلْبِ الذِّکْرِ وَنَعْتٌ اَھْلُ الرُّوْحِ الشَّوْقِ وَ نَعْتٌ اَھْلُ السِّرِّ فَنَآءَ یَدْعُوْا بِالْاِذْنِ ○

ترجمہ: عاجزی کرنے والے، گڑگڑانے والے، خوف رکھنے والے اور ڈرنے والے تو وہ ہیں جو ذاتِ کبریا کی قوت، جلال اور عظمت کا عرفان حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ قدیم بھی ہے اور اسے بقا بھی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تمام تر بشری ضروریات سے قطع نظر اللہ کے مشاہدے اور دیدار میں محو رہتے ہیں۔ پھر اللہ انہیں اپنی نعمتِ غنا سے نوازتا ہے جس کے سبب وہ کسی کے محتاج نہیں رہتے۔ اور اللہ ان سے فرماتا ہے کہ میں تمہارے مضطرب دل میں پیدا ہونے والے ہر خیال کو جانتا ہوں بلکہ تمہارے ان پوشیدہ بھیدوں سے بھی آگاہ ہوں جن کی خبر تمہارے اپنے نفوس کو بھی نہیں ہے۔ پس مضطرب دِل کی پکار سیدھی عالمِ غیب تک پہنچتی ہے۔ وہ گڑگڑاتے ہوئے اپنی

حاجات اپنے دل کی زبان سے اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور یہی حقیقی پکار ہے جو ایک لمحے میں اللہ تک پہنچتی ہے۔ یہی ذکرِ خفی ہے جو علمِ لدّنی کا وسیلہ ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی ذکرِ خفی کو بہتر اور خیر والا فرمایا ہے۔ اور فرمایا:

☆ اَلْخَیْرُ الذِّکْرُ الْخَفِیُّ

ترجمہ: ذکرِ خفی خیر ہے۔

ابو عثمانؒ نے فرمایا ''تَضَرُّع سے مراد یہ نہیں کہ آپ نیک اعمال اور صلوٰۃ و قیام کریں اور پھر انہی کو دعاؤں کا وسیلہ بنائیں بلکہ اصل تَضَرُّع یہ ہے کہ آپ اپنے تمام تر اعمال سے قطع نظر عاجزی سے ذکرِ خفی اختیار کریں اور خود کو فنا کرتے ہوئے اپنی زندگی کو قتل کریں[1] اور تمام غیر اللہ اور اسباب کو ترک کرتے ہوئے اسے پکاریں تو ایسی دعا بلند ترین (اور مقبول) دعا ہے جو دِل میں خفیہ پکار سے مانگی جائے''۔ واسطی کا کہنا ہے ''تَضَرُّع سے مراد اپنی عبادات کا عوض اور استطاعت کا چھوڑ دینا ہے اور خِیْفَۃً سے مراد ذکرِ خفی ہے جس میں کسی غیر کا عمل دخل نہ ہو اور اس قول سے مراد یہی ہے کہ ذکرِ خفی خیر ہے۔ بے شک دعا کے بہت سے درجات ہیں۔ بعض صرف ظاہری زبان سے پکارتے ہیں، بعض دل کے اشارے سے اور بعض سِرّ کے ذریعے پکارتے ہیں۔ اہل ظاہر کی صفت تَضَرُّع ہے، اہل باطن کی صفت مفلسی وانکساری ہے، اہلِ قول کی صفت فکر ہے، اہلِ قلب کی صفت ذکر، اہلِ روح کی صفت شوق اور اہلِ سِرّ کی صفت فنا ہے۔ اور ہر کوئی اللہ کو اس کے حکم سے ہی پکارتا ہے۔''

ذیل میں درج آیاتِ قرآنی میں بھی ذکرِ دل کو بیان کیا گیا ہے:

۞ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ط (39:22)

ترجمہ: تباہی و بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دِل اللہ کے ذکر سے سخت ہو گئے ہیں۔

۞ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (18:24)

ترجمہ: اور اپنے ربّ کا ذکر کر جب تو (اپنے آپ کو بھی) بھول جائے۔

---

[1] مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کی طرف اشارہ ہے۔

اس آیت مبارکہ میں بھی ذکر سے مراد ذکرِ دِل ہے نہ کہ زبانی ذکر کیونکہ بھول جانے کی صفت دِل کی ہے نہ کہ ظاہر کی۔

❁ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (33:70)

ترجمہ: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صحیح اور سیدھی بات کہا کرو۔

❁ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (18:28)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس کا کہنا نہ مانیں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔

یہ آیت مبارکہ بھی ذکرِ دِل پر ہی دلالت کرتی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس راہ کے کامل طبیب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذکرِ دِل کرنے پر زور دیا ہے نہ کہ ذکرِ زبان پر۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

❁ اَلشَّیْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ اِبْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ خَنَسَ وَتَوَلَّی الشَّیْطٰنُ وَ اِذَا غَفَلَ التَّقْسِیْمِ مُحَدَّثَهٗ وَ مَنَاهُ○

ترجمہ: شیطان ابنِ آدم کے دِل پر قبضہ جمائے ہوئے ہے، جب بندہ ذکرِ اللہ کرتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے اور جب بندہ غافل ہوتا ہے تو وہ پلٹ آتا ہے اور انسان کے دِل میں اپنی باتیں ڈال کر (یعنی خواہشاتِ نفس میں) اسے مشغول کر دیتا ہے۔

❁ لِكُلِّ شَیْئٍ مُصْقِلَةٌ وَ مُصْقِلَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی

ترجمہ: ہر شے کی صفائی کا ایک آلہ ہوتا ہے اور قلب کی صفائی کا آلہ ذکرِ اَللّٰہُ ہے۔

❁ اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَةٌ كُلُّ نَفْسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِكْرُ اللّٰهِ فَهُوَ مَیِّتٌ

ترجمہ: سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نکلتا ہے وہ مردہ ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

❁ اَفْضَلُ الذِّكْرِ الْخَفِیُّ هُوَ حَالٌ دَائِمٌ

ترجمہ: افضل ترین ذکر، ذکرِ خفی ہے اور ذکرِ خفی دائم الحال ہوتا ہے۔

❁ اُوحِیَ اِلَیَّ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَ کُنْ مِنَ التَّاجِرِیْنَ وَ لٰکِنْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ جَمَعَ الْمَالِ وَکُنْ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ O

ترجمہ: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ اپنے ربّ کا کثرت سے ذکر کروں اور تاجر کی مانند نفع کا طالب ہو جاؤں اور یہ بھی وحی کی گئی کہ دنیا داروں کی طرح مال جمع نہ کروں اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤں۔

یہ تمام قرآنی آیات اور احادیث ذکرِ دل اختیار کرنے پر دلیل ہیں اور اس کا حکم دیتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (24:37)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

یہاں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت میری یاد سے نہیں روک سکتی نہ غافل کرتی ہے یعنی وہ زبان سے تو لین دین کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں لیکن ان کے دل میری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

❁ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا O (33:41)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو۔

کثرت سے ذکر کرنا دائمی ذکر کا متقاضی ہے اور دائمی ذکر کرنا ذکرِ دل کے بغیر محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

❁ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (3:191)

ترجمہ: وہ کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں کے بل لیٹے ذکرِ اللہ کرتے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ بھی دائمی ذکر پر دلالت کرتی ہے یعنی تمام حالتوں میں ذکر جاری رکھنا اور وہ صرف ذکرِ دل ہی کی بدولت ممکن ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (2:152)

ترجمہ: پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو۔

باعتبارِ تقابل یہ آیت مبارکہ بھی قلبی ذکر کی ہی خبر دیتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (47:19)

ترجمہ: پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

یہ آیت مبارکہ بھی ذکرِ دل کی اہمیت بیان کرتی ہے کیونکہ 'جاننا' دل کی خاصیت ہے، زبان کی نہیں۔ ذکرِ قلب سے متعلق ایک اور آیت مبارکہ ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (20:14)

ترجمہ: میرے ذکر کیلئے نماز قائم کرو۔

یہ آیت مبارکہ بھی ذکرِ دل کی خبر دیتی ہے کیونکہ اسی ذکرِ دل سے مشاہدہ اور حضوری حاصل ہوتی ہے جس کے متعلق حدیث مبارکہ ہے:

لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ

ترجمہ: حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

پس نماز قائم کرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی حضوری حاصل کرنا ہے جس کا تعلق دل سے ہے۔ اہلِ قلوب کی نماز یہ ہے کہ ان کے ظاہری اعضا تو رکوع اور سجود کی حالت میں ہوتے ہیں، زبان سے قرآن پاک کی قرآت اور اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جبکہ دل اللہ کی یاد اور حضوری میں یوں مشغول ہوتا ہے کہ جب تک قیام کی حالت میں عین الیقین سے حضوری اور مشاہدۂ حق تعالیٰ حاصل نہ کر لیں اس وقت تک رکوع میں نہیں جاتے۔ اور رکوع سے اس وقت تک سجدہ میں نہیں جاتے جب تک رکوع میں حضورِ حق حاصل نہ کر لیں اور عین الیقین سے مشاہدۂ حق تعالیٰ نہ کر لیں۔ جب تک پہلے سجدہ میں اللہ تعالیٰ کو عین الیقین سے دیکھ نہ لیں اس وقت تک دوسرے سجدہ کی طرف رخ نہیں کرتے۔ ایسی ہی نماز کے متعلق ارشادِ نبویؐ ہے:

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن

ترجمہ: نماز مومنین کی معراج ہے۔

جو ایسی نماز نہیں پڑھتے اور اپنے دل میں اس طرح کی حضوری کا مرتبہ حاصل نہیں کرتے ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

یَا لَیْتَنِیْ مَنْ لَّمْ یَرَی الرَّحْمٰنَ بِصَلٰوتِہٖ فَھُوَ لَیْسَ بِمُصَلٍّ اَصْلًا

ترجمہ: افسوس اُس نمازی پر جو اپنی نماز میں رحمٰن کو نہیں دیکھتا پس وہ ہرگز اصل نمازی نہیں۔

جس کو حالتِ نماز میں یا اس کے علاوہ اوقات میں اللہ کا دیدار نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اللہ کو پہچانتا ہے نہ ہی اسے دائمی حضوری حاصل ہے تو پس وہ اصل مقصد تک نہیں پہنچا۔ وہ طالب ہے عاشق نہیں۔

صاحبِ سوانح اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں ''اللہ کا دیدار کرنا عاشقوں کا کام ہے۔''

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قِیْلَ مَنَ الْمُفَرِّدُوْنَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا

ترجمہ: مفرد لوگوں نے سبقت حاصل کر لی۔ (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے) پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مفرد لوگ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے۔

یہ آیت مبارکہ بھی ذکرِ دل پر دلالت کرتی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ ج وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ ج وَمِنْھُمْ سَابِقٌ م بِالْخَیْرٰتِ (35:32)

ترجمہ: تو ان میں سے بعض اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں، بعض میانہ رو ہیں اور بعض خیر کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں۔

شیخ بہاؤ الدّین قدس سرہٗ العزیز اپنی تصنیف 'عوارف' میں اس آیت مبارکہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''نفس پر ظلم کرنے والے وہ ہیں جو دِل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے اور خیر میں سبقت لے جانے والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو کسی بھی حالت میں نہیں بھولتے۔''

احمد بن عاصم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ اَلظَّالِمُ صَاحِبُ الْاَقْوَالِ وَ الْمُقْتَصِدُ صَاحِبُ الْاَفْعَالِ وَ السَّابِقُ صَاحِبُ الْاَحْوَالِ

ترجمہ: صاحبِ اقوال اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں جبکہ صاحبِ افعال میانہ رو ہیں اور صاحبِ احوال (دیکھ کر عبادت کرنے والے) سبقت لے جانے والے ہیں۔

ظالم لاپرواہی سے اللہ کا ذکر کرتا ہے اور خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے اسی لیے ظالم کہلاتا ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ دِل اللہ کا دائمی ذاکر بن جائے جس کی بدولت تمام مقصود و مطلوب حاصل ہوتے ہیں۔ یہی وہ حقیقی ذکر ہے جس کے متعلق حدیثِ قدسی ہے:

❁ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

ترجمہ: جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہوتا ہوں۔

اس حدیث مبارکہ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے:

❁ اَلْجَلِیْسُ مَشْھُوْرٌ لِذَّاکِرِ الْحَقِّ اَلَّذِیْ ھُوَ جَلِیْسٌ فَلَیْسَ الذَّاکِرُ

ترجمہ: اَلْجَلِیْسُ ایسے ذاکرِ حق کے لیے مشہور ہے جو (اللہ کا) ہمنشین ہو ورنہ وہ ذاکر ہر گز نہیں۔

ذکرِ حقیقی وہ ہے کہ جس کی بدولت دل اللہ کی یاد سے زندہ ہو کر حیاتِ طیبہ حاصل کر لے۔ دل کے آئینہ میں نورِ حق کا عکس اس قدر واضح ہو جائے کہ فنا کے بعد بقا حاصل ہو جائے۔

فَنَاءُ وَ الْعَیْشُ مَعَ اللّٰہِ بِاللّٰہِ وَذٰلِکَ مَعَ مَرْیَانَ الْحَقِّ بِذِکْرِ اللّٰہِ فِیْ جَمِیْعِ الْعَبْدِ حَیَّتِیْ فَنَاہُ وَ اَحْیَاہُ قَالَ الْبَرِیْقِیُّ سُئِلَ اَبُوْ یَزِیْدُ عَنْ حَقِیْقَۃِ الْمَعْرِفَۃِ فَقَالَ اَلْحَیٰوۃُ بِذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنْ حَقِیْقَۃِ الْجَھْلِ فَقَالَ وَ الْغَفْلَۃُ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ

ترجمہ: کسی شخص کے اللہ کے ساتھ رہنے اور اللہ میں فنا ہونے سے مراد اللہ کے ذکر کے ساتھ اس کا اس طرح دیدار کرنا ہے کہ اللہ میں فنا کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جائے۔ بریقیؒ نے ابو یزیدؒ سے معرفت کی حقیقت کے بارے میں پوچھا تو ابو یزیدؒ نے فرمایا! ''ذکرِ اللہ سے دائمی حیات حاصل کرنا معرفت کی حقیقت ہے اور جہالت کی حقیقت کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ ذکرِ اللہ

سے غفلت اختیار کرنا جہالت کی حقیقت ہے۔"

یہ قول بھی ذکرِ دل کی خبر دیتا ہے۔ اے جانِ عزیز! جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو اس کا انسانی ذکر، ذکرِ قدسی میں بدل جاتا ہے۔ اس مقام پر سالک کو ذکرِ حقیقی حاصل ہو جاتا ہے اور اس کا ذکر بلندی حاصل کر کے ذکرِ مطلوب بن جاتا ہے۔ وہ تحقیقاً جان لیتا ہے کہ ذکرِ زبان، ذکرِ قلب اور ذکرِ روح میں کیا فرق ہے۔ اس کی روح پروردگار کی حضوری میں اس قدر غرق ہو جاتی ہے کہ وہ زبان سے کسی قسم کا ذکر نہیں کرتا۔ اس کا حال درج ذیل قول کے عین مطابق ہو جاتا ہے:

مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَمْ یَقُوْلَ اَللّٰہُ

ترجمہ: جو اللہ کو پہچان لے پھر وہ (زبان سے) اَللّٰہُ اَللّٰہُ نہیں کہتا۔

کَمَا قِیْلَ خَرَجَ سُھِیْلُ تَسْتَرِیْ یَوْمُ الْجُمْعَۃِ مِنَ الْمَسْجِدِ وَنَظَرَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کَثِیْرٌ وَالْمُخْلِصُوْنَ قَلِیْلٌ اَوْلَمْ لِکُلِّ ھٰذَا الْخِصَالُ اِلَّا الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَلِذٰلِکَ قِیْلَ لَہٗ فَاعْلَمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ مَحَلَّہٗ وَسْطُ الْقَلْبِ اَلذِّکْرُ الْخُرُوْجُ مِنْ مِیْزَانِ الْغَفْلَۃِ اِلٰی قَضَآءِ الْمُشَاھِدَۃِ عَلٰی غَلَبَۃِ الْخَرْفِ وَالشَّرِّ ۝

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن حضرت سہیل تستریؒ مسجد سے باہر آئے اور لوگوں کو دیکھا تو فرمایا کہ زبانی ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کرنے والے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے اور مخلصین کم ہیں۔ شاید حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ تمام لوگوں کا یہی حال ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرمایا "جان لیجیے! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عظیم ہے اور اس کا ٹھکانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب میں ہے"۔ ذکر کو غفلت سے نہیں بلکہ مشاہدہ سے کرنا چاہیے تاکہ دل سے خرافات اور شر کا غلبہ ختم ہو جائے۔

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

مَنْ اَکْثَرَ ذِکْرُ اللّٰہِ بَرِیٌّ مِنَ النِّفَاقِ

ترجمہ: جو اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے وہ نفاق سے چھٹکارہ پا لیتا ہے۔

یہ حدیث مبارکہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ نفاق سے بچنے کے لیے ہر دم اور ہر ساعت اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے۔ نفاق زبان کی صفت نہیں ہے بلکہ دل کی صفت ہے۔ پس جب دِل میں دائمی ذکر جاری ہو جاتا ہے تو نفاق دِل سے نکل جاتا ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ خَیْرُ الرِّزْقِ مَا یَکْفِیْ وَ خَیْرُ الذِّکْرِ مَا یَخْفِیْ دُوْنَ الْجَھْرِ

ترجمہ: بہترین رزق وہ ہے جو ضرورت کے لیے کافی ہو اور بہترین ذکر بغیر آواز کے کیا جانے والا خفی ذکر ہے۔

یہ حدیث مبارکہ بھی ذکرِ دل اختیار کرنے پر زور دیتی ہے اور ذکرِ جہر یعنی زبانی ذکر سے منع کرتی ہے کیونکہ سالک کو زبانی ذکر سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

❁ کَمَا نَقَلَ فِیْ شَرْحُ الْاَوْرَادِ وَ اِنَّ الذَّاکِرَ لَا یَأْتِیْ اِلَّا بِقَلْبِہٖ وَجْھُہٗ لِاَنَّ الْجَھْرَ بِالتَّکْبِیْرِ بِدْعَۃٍ فِیْ اَصْلِ عُرْفُ جَوَارَاتِ بِالشَّرْعِ وَالشَّرْعُ جَوَارَاتِ بِشَرْطِ الْاَدَاءِ بِالْجَمَاعَۃِ وَ فِیْ فَتَاوٰی حُجَّۃُ اَمَّا لِتَکْبِیْرِ فِیْ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ بِجَھْرِ الصَّوْتِ فِی الْمَسَاجِدِ وَالْاَسْوَاقِ کَرِہَ عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ○

ترجمہ: شرح الاوراد میں لکھا ہے کہ اصل ذاکر وہ ہے جو دِل میں ذکر کرے کیونکہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے سوائے شریعت کے مخصوص احکامات میں خصوصاً باجماعت نماز کی ادائیگی کے وقت بلند آواز سے تکبیر کہنا جائز ہے۔ فتاویٰ حُجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر مشائخ نے ایامِ تشریق[1] میں بھی مساجد اور بازاروں میں اونچی آواز سے تکبیر پڑھنے کو ناپسند فرمایا ہے۔

❁ یَحْیٰ اِبْنِ زَکَرِیَّا عَلَیْہِ السَّلَامُ سُئِلَ اِبْلِیْسُ عَلَیْہِ اللَّعْنَۃِ اَخْبِرْنِیْ عَمَّنْ تَسْتَھْزِیْ بِھِمْ وَ تَضْحَکُ عَلَیْھِمْ قَالَ الْمَرَائِیْ وَالْمَنَّانُ لِعَمَلِ وَالْمَسْبُوْقِ التَّوْبَۃِ وَالْمُتَّبِعُ الشَّھَوَاتِ قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَمَّنْ یَسْتَخِیْرُکَ وَالضَّحَکُ عَلَیْکَ قَالَ الذَّاکِرُ رَبَّہٗ فِی الشِّدَّۃِ الرِّخَاءِ وَالْمَنْعُ وَالْعَطَاءُ وَذِکْرُ الَّذِیْ یَذَّکَّرُ بِلِسَانِ الْقَدِیْمِ لَیْسَ لَہٗ سُکُوْتٌ ○

---

[1] ایامِ تشریق سے مراد 9 تا 13 ذوالحجہ کے ایام ہیں۔

ترجمہ: یحییٰ ابنِ زکریا علیہ السلام نے ابلیس ملعون سے سوال کیا کہ تو مجھے بتا کہ کس کا مذاق اڑاتا اور کس پر ہنستا ہے؟ ابلیس نے کہا کہ میں ہر اُس شخص پر ہنستا ہوں جو دکھاوے کے لیے عمل کرتا ہے یعنی ریا کار ہے اور احسان جتانے والا، توبہ میں تاخیر کرنے والا اور شہوات کی پیروی کرنے والا ہے۔ پھر آپؑ نے پوچھا کہ کون شخص تجھے حقیر سمجھتا اور تجھ پر ہنستا ہے؟ اس نے کہا کہ سختی اور نرمی میں اپنے ربّ کا ذکر کرنے والا، چاہے اُسے کچھ عطا ہو یا نہ ہو، اور وہ لسانِ قدیم[1] سے ذکر کرتا ہے۔ اس کے لیے ہرگز سکوت نہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا یہ قول چند چیزوں کا تقاضا کرتا ہے۔ پہلی یہ کہ ہر حالت میں ذکر کیا جائے اور ایسا ذکر صرف دِل کا ذکر ہے۔ دوسرے یہ کہ جو عمل ریا کاری اور احسان جتانے کے لیے ہو وہ شیطان کی ہنسی اور مذاق کا سبب بنتا ہے۔ تیسرا یہ کہ جو دائمی ذکر کرتا ہے اس کے دل میں شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔ دل میں دائمی ذکر کرنے والا ایسا شخص شیطان پر ہنستا ہے اور شیطان پر فتح حاصل کرلیتا ہے اور اس کے تمام اعمال ریا کاری اور احسان جتانے سے پاک ہوجاتے ہیں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ ذِكْرُ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ حَطْمِ السَّيْفِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ترجمہ: اللہ کا ذکر کرنا اللہ کی راہ میں تلوار کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بہتر ہے۔

❁ ذِكْرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلَمُ الْاِيْمَانِ وَ بَرَآءَةُ النِّفَاقِ وَ حِصْنٌ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَ حِرْزٌ مِنَ الشَّرَارَةِ

ترجمہ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ذکر ایمان کا علم ہے، نفاق کو ختم کرتا ہے، شیطان سے بچاؤ کا مضبوط قلعہ ہے اور شر سے بچاؤ کا بہترین ہتھیار ہے۔

❁ قَالَ سُهَيْلُ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ لَا بُدَّ لِلْعَبْدِ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةِ اَلصُّمْتُ وَ الْخَلْوَةُ وَ تَرْكُ الشَّهْوَاةِ وَ سَهَرُ اللَّيْلِ فَصَارَ وَلِيًّا مِنَ الْاَوْلِيَآءِ اَوْ بَدَلًا مِنَ الْبَدَلَا وَ حُكِيَ بَايَزِيْدُ بُسْطَامِيْ قَالَ اِذَا ضَاجَّ الْمُرِيْدُ كَانَ نَهْرًا وَ اِذَا سَكَتَ صَارَ بَحْرُ اَمْوَاجًا

[1] لسانِ قدیم سے مراد روحِ قدسی کی زبان ہے۔

ترجمہ: سہیل ابنِ عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''بندہ کے لیے چار چیزیں بہت اہم ہیں۔ اوّل خاموشی، دوم خلوت، سوم شہوات کا ترک کرنا اور چہارم رات کا جاگنا۔ اگر کوئی دوست ان چیزوں کو اختیار کرے گا تو وہ یا تو اولیا میں سے ہوگا یا ابدال میں سے''۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اگر مرید خود کو ظاہر کرے تو وہ نہر کی مانند ہے اور اگر خاموشی سے چھپائے رکھے تو سمندر کی مثل ہے۔''

اے جانِ عزیز! ان اقوال سے سمجھ لینا چاہیے کہ زبان کو بند رکھنا، ذکرِ دِل اور باطن کی سیر کرنا کارِ عظیم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَ اذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (8:45)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہارا مقابلہ کسی (دشمن کی) فوج سے ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

اے جانِ عزیز! یہ آیت مبارکہ بھی ذکرِ دِل اختیار کرنے کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ 'کثرت' کے لیے دائمی ذکر شرط ہے۔

❁ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ یَسْکُتْ وَ اَرَادَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ یَّتَکَلَّمَ عِیْسٰی اِبْنِ مَرْیَمَ طِفْلًا صَغِیْرًا اَمَرَ بِمَرْیَمِ بِالسَّکُوْتِ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ○ قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ ذَکَرَ اللّٰہَ وَ قَلْبُہٗ سَاءَ عَنِ اللّٰہِ فَاللّٰہُ خَصْمُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَعَنَ اللّٰہُ جَسَدًا قَائِمًا بَیْنَ یَدِ اللّٰہِ وَ لَیْسَ مَعَہٗ قَلْبٌ.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر، اس کے رسول پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا پس اُسے چاہیے کہ جب بولے تو خیر کی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جب چھوٹے تھے ان سے کلام کروائے تو مریم علیہا السلام کو

خاموش رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیں ''آج میں نے رحمٰن سے روزے کی نذر مانی ہے تو آج میں کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی''۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''جو اللہ کا ذکر ایسے کرے کہ اس کا قلب اللہ سے بدگمان ہو تو روزِ قیامت اللہ اس سے جھگڑے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''ایسے شخص پر لعنت ہو جو بظاہر تو اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے مگر اس کا دِل اور روح اللہ سے غافل ہوتے ہیں۔''

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جو ذکرِ دِل کی اہمیت بیان کرتی ہیں لیکن اختصار کے باعث انہیں بیان نہیں کیا جا رہا۔ اے جانِ عزیز! ایک اور حدیث مبارکہ میں ذکرِ دِل اختیار کرنے کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ اُذْكُرُوْا ذِكْرًا خَامِلًا اَىْ خُفْيًا

ترجمہ: اللہ کا ذکر خاموشی سے کرو یعنی خفیہ طریقے سے۔

عجیب بات ہے کہ اتنی آیات، احادیثِ قطعی اور عقلی دلائل کے باوجود غافل شخص صرف شرعی عبادات پر ہی قناعت کرتا ہے اور اللہ کی طرف روحانی سیر سے محروم رہ کر اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔ عقل مند کے لیے زیادہ بولنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے ایک حرف ہی کافی ہوتا ہے۔

شیخ امین الدین کاذرونی اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

❁ خَيْرُ الذِّكْرُ الْخَفِيِّ

ترجمہ: ذکرِ خفی خیر ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ ذکرِ خفی جسے حدیث میں بلند آواز ذکر سے بہتر کہا گیا ہے، سے مراد کونسا ذکر ہے؟ اس کے لیے میرا جواب یہ ہے کہ ذکرِ خفی سے مراد ایسا ذکر نہیں کہ جو زبان سے آہستہ آواز سے کیا جائے کیونکہ ایسا کرنا بھی زبانی ذکر ہے۔ ذکرِ خفی تو ذکرِ دِل، ذکرِ سرّ اور ذکرِ جان

سے بھی ماوراہے۔علم مجازی سے ذکرِ خفی کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔

اے جانِ عزیز! یہ ذکر محض پیر کی عطا ہے اور املاک سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایسا ذکرِ اللہ ہے جو غیر اللہ کو بھلاتا ہے، خواطر کی نفی کرتا ہے اور دائم الحال ہے۔ اس مقام پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ذکرِ خفی کس طرح اور وجود کے کس حصے سے کیا جاتا ہے؟ چار چیزیں آدمی کے وجود کا خلاصہ ہیں یعنی دِل، سِرّ، جان اور زبان۔ اگر ان چاروں کی نفی کر دی جائے تو پھر ذکرِ خفی کا تعلق کس سے ہے؟ وجود میں ان چار مقامات کے سواوہ کیا ہے جس کے ذریعے یہ ذکر کیا جاتا ہے؟ اس فقیر کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ ذکر خفی سانس کی خاصیت ہے اور یہ سانس ہی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ ہے:

❁ اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ کُلُّ نَفْسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَھُوَ مَیِّتٌ

ترجمہ: سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نکلتا ہے وہ مردہ ہے۔

پس اگر ذکر کے سانس سے متعلق ہونے کی شرح کی حاجت ہو تو اس سلسلے میں سیّد جلال الدین بخاری نے صحیح فرمایا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ذکرِ خفی محلِ خفی میں موجود ہوتا ہے اور یہ فتویٰ درست ہے۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ذکر مقامِ اَنا میں ہے اور حقیقی ذکر ذکرِ اَنا ہی ہے۔ یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب دِل قلبِ سلیم کے مقام تک پہنچ جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ○ (26:88-89)

ترجمہ: اس دِن نہ مال نفع دے گا اور نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور قلبِ سلیم لے کر حاضر ہوا۔

جو اس مقام کو پالیتا ہے اسے اپنے دل پر اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔

شیخ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلبِ سلیم وہ ہے جو حق کو تسلیم کرے۔ ایسا دل ہی اللہ کے نزدیک مقبول ہے اور قَلَمُ اللّٰہ کی مانند ہوتا ہے۔ اگر تو ایسے صاحبِ قلب کی نافرمانی کرے گا تو اللہ کی نافرمانی کرے گا۔ اس کی ارادت اور اللہ کی ارادت میں کوئی فرق نہیں۔ اس جگہ سلیم فاعل کے معنی میں آیا ہے۔ قلبِ سلیم دنیا و آخرت کی محبت اور تمام بُری صفات سے پاک

ہوتا ہے۔ لغت میں سلیم اسے کہتے ہیں جس کو سانپ نے ڈس لیا ہو اور سانپ کا زہر اس کے تمام رگ و پے میں سرایت کر چکا ہو۔ پس مومن کے دِل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف، محبت اور شوقِ الٰہی میں لرز رہا ہوتا ہے۔ قیامت کے دِن ایسا دِل ہی فائدہ مند ہوگا۔ بعض کا کہنا ہے کہ قلبِ سلیم ایسا دِل ہوتا ہے جس میں دنیا و آخرت کے تعلقات کے لیے کوئی جگہ نہ ہو اور وہ حقیر دنیا کے غم سے آزاد ہو کر ہمیشہ اللہ کی ذات میں مستغرق رہتا ہو۔

۞ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ وَجَمَعَ اللهُ الْخَلَائِقَ لِحِسَابِهِمْ وَجَائَتِ الْحَفَظَةُ حِفْظُوْا كَتَبُوْا قَالَ اللهُ تَعَالٰى لَهُمْ اُنْظُرُوْا هَلْ مِنْ شَيْءٍ تَرَكُوْا فَيَقُوْلُوْنَ يَا رَبَّنَا مَا تَرَكْنَا شَيْءٌ مَّا عَلِمْنَاهُ وَحِفْظْنَاهُ وَ اِلَّا قَدْ اَحْصَيْنَاهُ وَ كَتَبْنَاهُ فَيَقُوْلُ اللهُ اَنَّ لِيْ وَ عَبْدِيْ سِرٌّ لَا تَعْلَمُهٗ اَحَدٌ غَيْرِيْ وَ اَنَا جَزِيْلٌ بِهٖ قَالَ هُوَ الذِّكْرُ الْخَفِيِّ وَ قَدْ قَالَ صَاحِبُ الرِّسَالَةِ الْمُعْتَبِرِيْ فَاِنَّ ذِكْرَ الْخَفِيِّ لَا يَرْفَعُهُ الْمَلَكُ لِاَنَّ لَا اَطْلَعُ لَهٗ عَلَيْهِ وَ هُوَ سِرٌّ بَيْنَ الْعَبْدِ وَ بَيْنَ رَبِّهٖ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَفْضَلُ الذِّكْرِ الْخَفِيِّ عَلَى الذِّكْرِ الَّذِيْ يَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ سَبْعِيْنَ دَرَجَةٍ ۝

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دِن ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو حساب کتاب کے لیے اکٹھا کرے گا اور اعمال نامہ لکھنے والے محافظ فرشتے اعمال نامے لے کر حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ دیکھو کوئی چیز ایسی تو نہیں جو تم نے نہ لکھی ہو؟ فرشتے کہیں گے اے ہمارے ربّ! ہم نے ہر اُس چیز کو لکھا جس کا ہمیں علم تھا اور ہر اُس چیز کی حفاظت کی جس کی حفاظت پر ہم مامور تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ایک بھید تھا جس کا کسی غیر کو علم نہیں۔ وہ بھید ذکرِ خفی ہے اور اس کا اجر میں خود ہوں۔ ذکرِ خفی کے بارے میں صاحبِ رسالہ اَلْمُعْتَبِرِیْ فرماتے ہیں کہ بے شک ذکرِ خفی کو فرشتے نہیں لکھ سکتے کیونکہ یہ ان سے ارفع ہے اور نہ ہی فرشتوں کو اس ذکر کی کوئی اطلاع ہے۔ یہ وہ راز ہے جو ربّ اور اس کے بندے کے درمیان ہے۔ ذکر کے بارے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''ذکرِ خفی اُس ذکر سے جسے سنا جا سکتا ہے اور محفوظ کیا جا سکتا ہے (یعنی ذکرِ زبان جسے فرشتے سن اور لکھ سکتے ہیں) ستر درجے افضل ہے۔''

جب ذاکر اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا دِل ذکر کرتا ہے اور زبان خاموش ہو جاتی ہے۔ اس ذکرِ خفی کی فرشتوں کو کوئی خبر نہیں ہوتی کیونکہ ذکرِ خفی تک پہنچنا اور اس کے بارے میں جاننا فرشتوں کے لیے ناممکن ہے۔

اَلذِّکْرُ الْخَفِیُّ لَا یَرْفَعُہُ الْمَلِکُ وَ لَا یُطِیْقُ عَلَیْہِ وَ لَا یَقْدِرُ عَلَیْہِ الْمَلِکُ لِاَنَّ فِیْہِ بِذِکْرِ الْوُجُوْدِ وَالْمَلِکُ نُوْرٌ مَحْضٌ لَیْسَ فِیْہِ رَائِحَۃِ الْجِسْمَانِیَّۃِ فَلَوْ بَذَلَ الْوُجُوْدِ بِالذِّکْرِ الْخَفِیِّ عَدَمَ بِالْاِھْتِزَازِ وَالْحَرْکَتِ الشَّدِیْدِ ثُمَّ لَا یَتَجَسَّدُ اَبَدًا بِخِلَافِ الْاِنْسَانِ فَاِنَّہٗ دَانِ عَدَمَ لِاَنَّہٗ یَتَجَسَّدُ بَعْدَ الْفَنَاءِ سَرِیْعَۃٍ بَعْدَ سَرِیْعَۃٍ اِعْتِبَارَ الْجِسْمَانِیَّۃِ لِاَنَّہٗ لَیْسَ فِیْہِ رَائِحَۃِ الْجِسْمَانِیَّۃِ فَکَیْفَ یَتَجَسَّدُ الْعَدَمِ وَ بَذَلِ الْوُجُوْدِ وَ ثُبِّتَ لِاَنَّ الْمَلِکَ لَا یَقْدِرُ عَلَی الذِّکْرِ الْخَفِیِّ وَ لِذٰلِکَ حَرَمُوْا مِنَ الرُّؤْیَتِہٖ بِخِلَافِ الْاِنْسَانِ فَاِنَّہٗ یَرَی اللّٰہُ تَعَالٰی بِالْعَیْنِ الظَّاھِرِ اَھْلَ الْفَنَآءِ وَالْبَقَاءِ بِخِلَافِ الْمَلِکِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَقَآءَ بَعْدَ الْفَنَاءِ فَخَرَکَ فَاِنَّہٗ ھٰذَا سِرٌّ مِّنْ غَوَامِضِ الْاَسْرَارِ الرَّبُوْبِیَّۃِ ۝

ترجمہ: ذکرِ خفی فرشتوں سے ارفع ہے۔ فرشتے اس کے متحمل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی فرشتے یہ ذکر کرنے پر قادر ہیں۔ یہ ذکر وجود میں جاری ہوتا ہے اور فرشتے محض نور ہیں جن میں جسم کا کوئی شائبہ تک نہیں۔ اگر فرشتوں کو ذکرِ خفی کرنے کے قابل وجود عطا ہو بھی جائے تو وہ اس ذکرِ خفی کے شدید اثرات کی وجہ سے پہلے کی طرح معدوم ہو جائیں اور کبھی اپنے وجود کو برقرار نہ رکھ سکیں۔ جبکہ انسان کی کیفیت اس سے جدا ہے کیونکہ وہ عدم سے قریب ہے اور جسمانی اعتبار سے فنا کے بعد جلدی و تیزی سے وجود پا لیتا ہے جبکہ فرشتوں میں جسم کا شائبہ تک نہیں پس وہ کیسے عدم سے وجود میں آ سکتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ فرشتے ذکرِ خفی پر قادر نہیں ہیں اور دیدارِ الٰہی سے محروم ہیں۔ اس کے برعکس کامل انسان اپنی ظاہری آنکھ سے بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے کیونکہ وہ فنا اور بقا

کا اہل ہے جبکہ فرشتوں میں فنا اور بقا کی صفات موجود نہیں ہوتیں۔ لہٰذا یہ فخر صرف انسان کو ہی حاصل ہے اور یہ اسرارِ ربوبیت کے گہرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔

اے جانِ عزیز! شیخ ابو سعید خدری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر تین قسم کا ہے۔ پہلا وہ ذکر جو زبان سے کیا جاتا ہے لیکن دل اس سے غافل ہوتا ہے۔ یہ ذکر محض عادت ہے۔ دوسری قسم کے ذکر میں زبان سے ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ذاکر کا دِل بھی حاضر ہوتا ہے لیکن یہ ذکر صرف ثواب کی طلب میں کیا جاتا ہے جو سچے طالبِ مولیٰ کو زیب نہیں دیتا۔ تیسری قسم کے ذکر میں دِل ذکر کرتا ہے اور زبان بند رہتی ہے۔ ایسے ذکر کی قدر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ذاکر کو اس مقام پر پہنچنا چاہیے کہ اس کی زبان خاموش رہے اور دل ذکر کرے۔

❁ کَمَا فِیْ کَفَایَۃِ وَ شَعْبِیٍّ رُوِیَ فِی الْاَخْبَارِ اِنَّ ثُلُثًا شَیْئًا لَا بَدَلَ عِنْدَ اللّٰہِ قَدْرٌ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ اَلصَّلٰوۃُ بِالْعَادَۃِ وَ ذِکْرٌ بِالْغَفْلَۃِ وَالصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ غَیْرِ حُرْمَۃٍ وَ صَرِیْحٍ ○

ترجمہ: جیسا کہ کفایت میں ہے اور حضرت شعبی رحمتہ اللہ علیہ الاخبار میں روایت کرتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی قدر و منزلت نہیں ہے۔ اوّل ایسی نماز جو محض عادت کے طور پر ادا کی جائے۔ دوم وہ ذکر جو غفلت سے کیا جائے اور سوم یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اس طرح درود و سلام پڑھا جائے کہ جس میں حرمت و احترام کو ملحوظ نہ رکھا گیا ہو۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دِکھا کر (مخلوق کو اپنی طرف متوجہ کر کے) ذکر کرنے اور ذِکرِ جہر کرنے سے منع فرمایا ہے:

❁ کَمَا رُوِیَ اَنَّہٗ کَانَ فِیْ بَعْضِ غَزْوَۃٍ فَلَمَّا اِنْصَرَفُوْا عَلٰی وَادِیٍّ جَعَلُوْا یُکَبِّرُوْنَ وَ یُھَلِّلُوْنَ وَ یَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَھُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَ لَا غَائِبًا اِنَّمَا تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا اِنَّہٗ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَ اَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ ○

ترجمہ: روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی غزوہ سے واپسی پر ایک وادی سے گزر رہے تھے کہ لوگوں نے بلند آواز سے تکبیریں پڑھنا اور تسبیح کرنا شروع کر دی۔ (جب ان لوگوں کی آواز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سنی) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اے لوگو! اپنی آواز کو ایک دوسرے سے اُونچا نہ کرو کیونکہ تم کسی ایسے کو نہیں پکار رہے جو سنتا نہ ہو اور نہ ہی وہ غائب ہے جو تمہاری پکار نہ سنے بلکہ جسے تم پکار رہے ہو وہ سننے والا ہے اور تمہارے سب سے قریب ہے، تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندے کے ظن اور گمان کے مطابق پیش آتا ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

یہ حدیث مبارکہ بھی ذکرِ دل اختیار کرنے پر دلیل ہے جو وَھم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ ایسے ذکرِ دل کو پاس انفاس کا ذکر کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بزرگ کہتے ہیں کہ اگر تو مردِ عارف ہے تو پاس انفاس کا ذکر کر۔ دونوں جہان ایک ہی سانس میں تیری ملکیت میں آجائیں گے اور تجھے قلب کی بیداری اور حضوری حاصل ہو جائے گی۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے:

قَالَ اَوَّلُ حُضُوْرِ الْقَلْبِ یَعْنِیْ بِہٖ اِنَّ بِفَرَغِ الْقَلْبِ مَا ھُوَ لَازِمٌ لَہٗ وَ یَتَکَلَّمُ بِہٖ فَیَکُوْنُ الْعِلْمُ بِالْفِعْلِ وَالْعَمَلِ وَالْقَوْلِ مَقْرُوْنًا بِھَا وَ لَا یَکُوْنُ الْفِکْرُ جَارِیًا فِیْ غَیْرِنَا فَلَمَّا اِنْصَرَفَ الْفِکْرُ عَنْ غَیْرِ مَا ھُوَ فِیْہِ فَکَانَ فِیْ قَلْبِہٖ ذِکْرٌ لَمَّا ھُوَ فِیْہِ وَلَمْ یَکُنْ فِیْہِ غَفْلَتٌ عَنْ کُلِّ شَیْءٍ فَقَدْ حَصَلَ الْحُضُوْرِ O

ترجمہ: حضورِ قلب کے لیے لازم ہے کہ اپنے قلب کو غیر ماسویٰ اللہ سے فارغ کر دیا جائے۔ (جب طالبِ مولیٰ کا دل غیر ماسویٰ اللہ سے فارغ ہو جاتا ہے) تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرتا ہے۔ جب اس کا علم، فعل، عمل اور قول اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جاتا ہے تو پھر اس میں غیر کی فکر جاری نہیں ہوتی۔ پس غیر ماسویٰ اللہ کی طرف سے فکر کے ہٹنے کی وجہ سے اس کے قلب میں اللہ کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ اس قلبی ذکر کی بدولت بندہ ہر چیز سے غافل ہو کر حضورِ قلب حاصل کر لیتا ہے۔

اے جانِ عزیز! ذکرِ پاس انفاس جو دل کی عبادت ہے، ہی ذکرِ خفی ہے۔ خواطر کی نفی سے مراد ہے

کہ ایک سانس بھی اللہ کی یاد کے بغیر نہ نکلے۔ اللہ کے ذکر کے ساتھ نکلنے والا سانس ایک گوہر ہے۔ اس گوہر کی اگر قیمت لگائی جائے تو اس کی کم سے کم قیمت دنیا و آخرت کے برابر ہے۔ ایسے گوہرِ نفس کو ضائع کرنا حماقت ہے۔

ہر یک نفس کہ میرود از عمر گوہری است

کانرا خراج ملک دو عالم بہا مبند

کیں خزانہ و مہے رائیگاں بباده

و آنکہ رُوئے بخاک تہی دست بے نوا

ترجمہ: تیری زندگی کا ہر ایک گزرنے والا سانس اُس قیمتی موتی کی طرح ہے کہ جس کی قیمت دونوں جہان سے زیادہ ہے۔ جو اس قیمتی خزانہ کو ضائع کر دیتا ہے اس کے منہ پر خاک کیونکہ اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا اور وہ نقصان میں رہتا ہے۔

اے جانِ عزیز! حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جب کوئی مجھے غفلت سے یاد کرتا ہے تو میں اُسے لعنت سے یاد کرتا ہوں''۔ پس ذکرِ زبان غفلت ہے کیونکہ یہ عادتاً کیا جاتا ہے اور موجبِ لعنت ہے۔ حضوری تک بلندی عطا کرنے والا ذکرِ دل ہے اور یہ اس لیے مؤثر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی دل میں ہی ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زبانی ذکر کرنے والے کے حال پر حسرت وندامت کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ

ترجمہ: حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

اللہ سے عشق کرنا دل کا کام ہے۔ جب ظاہری اعضا ہر چیز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو پھر حضوریٔ قلب حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ عشق کیا چیز ہے؟ فرمایا ''بے کاری'' یعنی ظاہری اعضا کو کام سے روک دینا اور کسی شغل سے آلودہ نہ کرنا تاکہ دلِ معشوق کی حضوری کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو جائے۔ جب طالب اپنے دل کے اندر اللہ کی گہری محبت کا فیض پا لیتا ہے

تو اسے دائمی حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں رہتا کہ یہ گناہِ عظیم ہے۔

ہر آنکو غایبے حق نگر نار آنست
دراں دم کافر است اما نہان است

ترجمہ: جب کوئی ایک لمحے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل ہوتا ہے اس لمحے وہ کافر اور جہنمی ہوتا ہے مگر اُسے پتا نہیں چلتا۔

کسے غایبے پیوستہ باشد!
درِ اسلام بروے بستہ باشد

ترجمہ: اگر کوئی مسلسل اللہ سے غافل رہے تو اس پر اسلام کا در بند ہو جاتا ہے۔

حضور بخش پروردگار
کہ خود را غائب طاقت ندارم

ترجمہ: اے اللہ! تو مجھے اپنی حضوری عطا فرما کیونکہ میں خود کو غیب تک پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اے جانِ عزیز! اب ہم اپنے اصل مقصد عالمِ وَھم پر بات کرتے ہیں۔ تجھے جاننا چاہیے کہ تیرے باطن میں موجود تمام حواس عالم الطاف[1] کو دیکھنے اور اس کے ادراک کی طاقت رکھتے ہیں۔ تیرے باطن کو دیکھنے، سننے اور بولنے کے خاص حواس عطا کیے گئے ہیں۔ تیرے دل میں ہی معرفتِ حق تعالیٰ کا راستہ ہے لیکن یہ راستہ وَھم کے سلطان کے بغیر طے کرنا قطعاً ممکن نہیں۔ چشمِ اوھام کے بغیر تو جو کچھ بھی باطن میں دیکھتا ہے وہ محض شیطانی ہتھ کنڈا، غلبہ نفسانی اور تظلمِ جسمانی ہے۔ اس خونخوار جنگل سے یقین اور وَھم جیسے زادِ راہ اور سواری کے بغیر گزرنا محال ہے۔ یہ راہ بہت ہی قدیم اور مشکل ہے جسے اس زادِ راہ اور سواری کے بغیر طے کرنا محال اور مصائب سے پُر ہے۔

---

[1] عالم الطاف سے مراد عالم امر ہے جو کہ عالمِ احدیت (ھاھویت)، وحدت (یاھوت) اور واحدیت (لاھوت) کا جامع ہے۔ ان عوالم کی تفصیل جاننے کے لیے سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی تصانیف ''حقیقتِ محمدیہ'' اور ''شمس الفقرا'' کا مطالعہ کیجئے۔

معرفتِ حق تعالیٰ کی اس ولایت میں داخل ہونے کے لیے سب سے اہم اور مشکل تین چیزوں کا حصول ہے جو تصرفِ سلطان الوھم کے بغیر ممکن نہیں۔

چند مختلف الفاظ ایسے ہیں جن کے معنی ایک جیسے ہیں مگر معرفت میں ان کا اطلاق دو طرح سے ہوتا ہے۔ جیسے مشاہدہ اور مشہود، عالم غیب اور حضور، تمثیل اور مثال، قدس اور لقا، جلال اور جمال، حقیقت اور مخفی، لاھوت اور اَنا اور ھُو۔ ان کے علاوہ بعض الفاظ ایسے ہیں کہ جن کو اہلِ سلوک بھی استعمال کرتے ہیں چنانچہ اعتقاد، یقین، فکر، وھم، ظنّ، ہمت اور خیال وغیرہ۔ ان الفاظ کے عمومی معنی کچھ اور سمجھے جاتے ہیں لیکن اصطلاحِ تصوف میں ان کے معنی الگ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ ۝ (15:99)

ترجمہ: اور اپنے ربّ کی اس قدر عبادت کرو کہ تمہیں یقین حاصل ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

❁ تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ

ترجمہ: ایک گھڑی کا تفکر دونوں جہانوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

❁ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں۔

اسی طرح یہ قول ہے:

❁ سُلْطَانُ الْوَهْمِ اَعْظَمُ فِيْ هٰذَا الطَّرِيْقِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اَوْ مِنْ كُلِّ عِبَادَةٍ

ترجمہ: اس راہ میں سلطان الوھم تمام چیزوں اور تمام عبادتوں سے اعظم ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ سَجَدَ لَكَ خَيَالِيْ وَاٰمَنَ بِكَ فُؤَادِيْ

ترجمہ: میرے خیال نے تجھے اس طرح سجدہ کیا کہ میرا دل (بھی) تجھ پر ایمان لے آیا۔

اَلْهِمَّةُ الْغَرِیْبَةُ لَا یَصِلُ اِلَی الْخَالِقِ وَلَا یَسْکُنُ اِلٰی مَخْلُوْقِ

ترجمہ: کم ہمت نہ تو وصالِ حق تعالیٰ حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی مخلوق کے ساتھ رہ سکتا ہے۔

اوپر بیان کردہ اکثر الفاظ معنی کے حوالہ سے ایک جیسے ہیں مگر بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے حقیقی معنی سمجھ سے بالاتر ہیں۔

اے جانِ عزیز! اوھام دل کا دیکھنا، سننا، بولنا اور سمجھنا ہے۔ اوھام کی طاقت اور ہمتِ مؤثرہ کے بغیر باطن کی راہ کا سفر ناممکن ہے۔ عالمِ لطیف کو دیکھنا اور اس کو پانا صرف باطنی حواس سے ممکن ہے جو انسان میں موجود ہیں۔ لیکن دنیا کی محبت، جسمانی شہوات کی لذت اور بے معنی اشغال عالمِ لطیف کو دیکھنے اور اسے پانے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ جب حقیر دنیا کے غم اور جوانی کی شہوات بندہ کو گھیرتی ہیں تو روز بہ روز اس کی عالمِ الطاف کا نظارہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کا قرب اور وصال پانے کی نیت متزلزل ہوتی جاتی ہے اور ہر لمحہ اُس کے حواسِ باطن مختلف امراض کا شکار ہوتے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَ اَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ (64:14)

ترجمہ: بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں سو اُن (کے فتنہ) سے بچو۔

اس طرح کی بہت سی بیماریاں باطن کو درپیش ہوتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ (64:15)

ترجمہ: بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔

لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (26:88)

ترجمہ: نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد۔

دِل کے لیے یہ تمام چیزیں فتنہ ہیں اور قلبی بیماریوں کا سبب بنتی ہیں۔

حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ

ترجمہ: دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی بنیاد ہے۔

باطن میں جب یہ (دنیا کی محبت) آجاتی ہے تو وجود میں موجود باطنی حواس کام نہیں کرتے اور مفقود ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کا نام تک بھی کئی ماہ اور کئی سال تک اُس کے دِل سے نہیں گزرتا بلکہ ہر لمحہ اُس پر غفلت کے پردے گہرے ہوتے جاتے ہیں اور اس کا دِل غفلت میں ڈوبا رہتا ہے۔ اسی حوالہ سے قرآن پاک میں بار بار وعید کی گئی ہے:

ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ (23:36)

ترجمہ: ہائے افسوس۔ ہائے افسوس۔

انبیا علیہم السلام کے حواسِ باطنی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم میں پرورش پاتے ہیں اسی لیے انبیا علیہم السلام روز بروز عالمِ حقیقت کی طرف پیش قدمی جاری رکھتے ہیں۔ وہ ذکر و فکر میں اس قدر محو رہتے ہیں کہ کوئی لمحہ بھی مشاہدۂ حق تعالیٰ اور دیدارِ الٰہی کے بغیر نہیں گزارتے لہٰذا کوئی بھی باطنی بیماری ان پر حملہ آور نہیں ہوتی۔

اگر طالبِ صادق امراضِ قلبی کو دل سے نکال کر سلطنتِ اوھام کی بنیاد اپنے دل میں رکھنا چاہتا ہے اور عالمِ الطاف کو دیکھنے کے لیے باطنی حواس بیدار کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے طبیب کو تلاش کرے یعنی مرشد کامل۔ مرشد کامل ہی وہ طبیب ہے جو طالبِ صادق کی تمام باطنی بیماریوں کو قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقہ سے ختم کر کے اسے سیرِ وَھم عطا کرتا ہے اور طالب کو باطن کی حقیقی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ طالب کو اس حقیقی باطنی راہ کو سمجھنے میں غلطی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس راہ میں بہت سے راستے آپس میں متصل ہوتے ہیں۔ پس مرشد کامل مرید کے باطنی حواس کو اپنے تصرف سے بیدار کرتا ہے اور اس کے دل کو نئی زندگی عطا کرتا ہے۔ حکم ہے کہ:

مَنْ اَحْیَا اَرْضًا مَیْتًا فَھِیَ لَہٗ

ترجمہ: جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے پس وہ اسی کی ہوتی ہے۔

مرشد اپنے تصرف سے مرید کے دل کو مکمل طور پر زندہ کرتا ہے اور تمام غیر ماسویٰ اللہ کو دل سے نکال دیتا ہے۔ یہ صرف مرشد کے باطنی تصرف ہی کی بدولت ممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے مرید صادق کے حق میں فرماتے ہیں:

مَا فَضَلَ اَبَابَکْرٍ بِکَثْرَۃِ الصَّلٰوۃِ وَ لَا بِکَثْرَۃِ التِّلَاوَۃِ وَالصَّوْمِ وَلٰکِنْ شَیْئًا وَقَرَّ فِیْ قَلْبِہٖ

ترجمہ: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت نہ تو کثرتِ نماز کی وجہ سے ہے اور نہ ہی کثرتِ تلاوت و روزہ کی وجہ سے بلکہ ان کے دل میں قرار پکڑنے والی چیز کی وجہ سے ہے۔

اے جانِ عزیز! اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ راہِ معرفت کی سیر اور دلوں کو زندہ کرنا مرشد کامل کا تصرف وعطا ہے نہ کہ مرید کے کسب کی بدولت۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

مَا صَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا قَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو خاص چیز میرے سینے میں ڈالی میں نے وہ ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دی۔

اے جانِ عزیز! جب تک بواسطہ وھم باطنی حواس بیدار نہیں ہوتے اور سلطان الوھم کی حقیقی صحبت نصیب نہیں ہوتی جو کہ ایسا نور عطا کرتی ہے جس کی بدولت عالمِ الطاف کا ادراک کیا جا سکتا ہے، تب تک روحِ انسانی کو قوتِ پرواز اور روحانی سیر حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی فتح دل حاصل ہو سکتی ہے۔

تو دید بدست آر کہ ہر ذرۂ خاک
جامیست جہاں نما چون در نگری

ترجمہ: تجھے باطنی نظر حاصل کرنی چاہیے، جب تجھے یہ حاصل ہو جائے گی تو ہی تو دیکھ پائے گا کہ خاک کا ہر ذرہ جامِ جہاں نما ہے۔

پس طالب کو ایسے پیر کامل کے پاس جانا چاہیے جو مرید کے دل کو اپنے اختیار میں لے کر قرآن اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے مطابق اس کے تمام قلبی امراض کا علاج کرے اور

اپنے تصرفِ اوھام کی بدولت اسے باطنی تکمیل کی ہر منزل اور مقام سے گزارے جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو گزارا کیونکہ:

❁ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِہٖ

ترجمہ: شیخ اپنی قوم میں ایسے ہی ہوتا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں۔

مرشد کامل کی مہربانی سے طالبِ صادق روحانی طور پر بلند اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ یقین رکھنا چاہیے کہ راہِ طریقت ابتدا سے انتہا تک پیرِ کامل کے تصرف میں ہے۔ کامل پیر کے بغیر اس راہ کو اختیار کرنا بے سود ہے اگر چہ مرید شدید جدوجہد کیوں نہ کرلے۔ اس راہ میں کامیابی کا تعلق مرشد اور مرید دونوں جوانب سے ہے۔ پیرِ کامل کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح ہونا چاہیے کہ اپنا تصرف اور علم اپنے مریدِ صادق کو عطا کرنے سے گریز نہ کرے اور مرید صادق کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ہونا چاہیے کہ اپنا مال، جان اور اولاد صدقِ دل اور خلوصِ نیت سے اپنے پیر پر قربان کردے۔ جب ایسے مرشد اور مرید آپس میں مل جاتے ہیں تو دن بدن ان کا کام ترقی کی منازل طے کرتا جاتا ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

❁ لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ النَّاسِ لَرَجَعَ

ترجمہ: اگر ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے ایمان کا مقابلہ دوسرے لوگوں کے ایمان سے کیا جائے تو ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا ایمان ان سب سے بڑھ جائے۔

اس فرق کی وجہ حجابات کا ہونا ہے کیونکہ صدق کے اعتبار سے جو کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاصل کیا وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ حاصل نہ کر سکے حالانکہ تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصرف برابر تھا جس طرح سورج کی روشنی ہر چیز پر برابر پڑتی ہے مگر ہر کوئی اپنی استعداد کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے۔

پرتو خورشید عشقت بر ہمہ تابد
ولیکن سنگ بیک نوع نیست تا گوہر شوند

ترجمہ: تیرے عشق کے خورشید کی روشنی سب پر برابر پڑتی ہے مگر تمام پتھر ایک جیسے نہیں ہوتے کہ گوہر بن جائیں۔

پس ہر ایک اپنے صدق وصفا کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فیض حاصل کرتا ہے۔ پیر اور مرید کا آپس میں ہر دو جانب سے تعلق ہوتا ہے۔ اگر ایک جانب بھی قاصر ہو تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ اے جانِ عزیز! جب طالبِ صادق مرشد کامل تک پہنچ کر اس کی صحبت حاصل کر لیتا ہے تو پھر ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں رہنا چاہیے۔ پیرِ کامل اپنے تصرف سے مرید صادق کو وھم اور ہمت عطا کرتا ہے حتیٰ کہ یادِ خدا تعالیٰ کے سوا اس کے دل سے کوئی خیال نہیں گزرتا اور وہ ماسویٰ اللہ ہر شے کو مفقود سمجھتا ہے۔

چو خواہی مونس قُلْ هُوَ اللّٰه

خطے در کش بگردِ ماسویٰ اللہ

ترجمہ: اگر تو قُلْ هُوَ اللّٰه کے اصل معنی جاننا چاہتا ہے تو ماسویٰ اللہ ہر چیز پر خطِ تنسیخ کھینچ دے۔

اے جانِ عزیز! پیرِ کامل اپنے تصرف سے مریدِ صادق کو سات درجات میں فقر عطا کرتا ہے جنہیں الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مخفی ہیں۔ جب طالب لَا مَتَاعُ بِغَيْرِ اللّٰهِ (ترجمہ: اللہ کے سوا اس کی کوئی متاع نہیں) کے مقام پر پہنچ کر دائمی زندگی حاصل کر لیتا ہے تو اس میں حق کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ جب طالب کے دِل میں جوہرِ ذکر قائم ہو جاتا ہے تو اُسے اصل فیض حاصل ہوتا ہے اور اس کا باطن روشن ہو جاتا ہے۔ اس کے وھم کی طاقت ہر لحہ خود بخود بڑھتی چلی جاتی ہے۔ نورِ ذکر اور نورِ ذات میں اتصال ہو جاتا ہے اور یہ ذکر طالب کے سارے وجود میں جاری وساری ہو جاتا ہے۔ نورِ ذکر کا تعلق سلطان الوھم سے ہے۔ سلطان الوھم حق تعالیٰ کی امداد کے لشکر کے ساتھ عالمِ اجسام کا رخ کرتا ہے اور جسمانی شہوات اور نفسانی خواہشات ہر دو کی تالا بندی کر کے ذکر اسم اَللّٰهُ ذات کی بنیاد رکھتا ہے اور پھر محل مخفی[1] سے ضروری ساز وسامان لے کر صحرائی سلطنت[2] میں نزول

---

[1] محل مخفی سے مراد عالم واحدیت یا عالم لاھوت ہے۔

[2] صحرائی سلطنت سے مراد عالم خلق ہے۔

فرماتا ہے اور مملکتِ سِرّ کو اپنے تصرف میں لے آتا ہے یعنی اپنا رنگ اُسے عطا کر دیتا ہے اور اپنے فیض سے اسے روشن کر دیتا ہے۔ پھر عالمِ دلِ حقیقی کی طرف رُخ کر کے مملکتِ دل پر قبضہ کر لیتا ہے۔ یہاں وہ طالب کے دل کو اپنے دل کی طرح اس قدر لطیف کر دیتا ہے کہ اس کا دل قَلْبُہٗ اللّٰہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس تحقیق ایسے قلب کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ اب طالب اپنے دِل پر مکمل اختیار حاصل کر لیتا ہے۔

شیخ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

در ہوا گر پری مگس، دَر بروئے آب روی ہمچو خسے
دِل بدست آورے آنگاہ کسے، غیرزیں ہر چہ کنی در ہوسے

ترجمہ: اگر تو ہوا میں اڑ سکتا ہے تو صرف ایک مکھی کی مانند ہے اور اگر پانی پر چل سکتا ہے تو صرف ایک تنکے کی مانند۔ اصل کمال دل پر دسترس حاصل کر لینا ہے۔ اس کے علاوہ تو جو کچھ بھی کرتا ہے سب ہوس ہے۔

دِل کو نورِ ذکر سے منور کرنے کے بعد سلطان الوھم طالب کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو خواہشات کا معدن ہے اور اسے پاک و طاہر کر کے اپنا مطیع بنا لیتا ہے۔ کہا گیا ہے:

❁ اَلنَّفْسُ بِهِيَ الظَّالِمُ الْاَكْبَرِ

ترجمہ: نفسِ امارہ سب سے بڑا ظالم ہے۔

سلطان الوھم نفس کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ج (27:34)

ترجمہ: بے شک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور اُس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

اس حکم کے مطابق وہ خواہشاتِ نفس کے لشکر کو مغلوب کر کے نفس کو اپنا مطیع اور تابع کر لیتا ہے۔ نفس کی مکمل اصلاح و آگہی کے بعد سلطان الوھم طالب کے ضمیر اور روح کی طرف متوجہ ہو کر انہیں

منور کر دیتا ہے اور انہیں اپنے رنگ میں رنگ کر ان پر غالب آ جاتا ہے۔ طالب کے باطن سے اندھیرا مکمل ختم ہو جاتا ہے اور نور اسے گھیر لیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (3:19)

ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک اصل دین تو اسلام ہی ہے۔

طالب اپنی باطنی سلطنت میں ذکر کی بدولت دو مختلف روشنیوں والے ستاروں کو دیکھتا ہے اور انہیں اپنے تابع کر لیتا ہے۔ ان ستاروں کی روشنی سے عالمِ اجسام اور اس کی ظلمت طالب پر واضح ہو جاتے ہیں اور ان کی جھوٹی لذت اسے عذاب لگنے لگتی ہے۔ پس طالب ان کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اس کے تمام اعضائے ظاہر و باطن کو اس آیت مبارکہ کے مطابق بدل دیا جاتا ہے:

❁ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ (14:48)

ترجمہ: جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔

اس نئی مملکتِ اجسام کے اعضا اللہ کے مطیع اور فرمانبردار بن جاتے ہیں۔

❁ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا (9:97)

ترجمہ: دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں شدید ہیں۔

تمام اعضا کے مطیع اور فرمانبردار ہو جانے سے اس کا دین کامل ہو جاتا ہے بحکمِ خداوندی:

❁ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (5:3)

ترجمہ: آج کے دِن ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (5:3)

ترجمہ: اور ہم نے تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی۔

اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں طالب پر تمام ہو جاتی ہیں، اس کے قالب کی تمام ولایت نور میں ڈھل جاتی ہے اور اسے سِرّ کے مقام سے ایک نیا وجود عطا ہوتا ہے جس کے لیے ارشادِ باری

تعالیٰ ہے:

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (5:3)

ترجمہ: اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند فرمایا۔

یہاں اسے ان احادیث مبارکہ کی تصدیق حاصل ہو جاتی ہے:

اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنَ الدَّارِ اِلَى الدَّارِ

ترجمہ: بے شک اولیا اللہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

اَلْاَنْبِيَآءُ يُصَلُّوْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

ترجمہ: انبیا اپنے قلوب میں ہی صلوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت کرتا ہے اور پھر سارا عالم (ظاہر و باطن) نور ہو جاتا ہے اور ظلمت کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (4:174)

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن نور اتارا۔

جلوہ شدہ کلّی صلوٰۃ مبارک باد

ترجمہ: ان پر صلوٰۃ اور ان کو مبارکباد ہو جن پر سب کچھ جلوہ گر ہو گیا۔

اے جانِ عزیز! جو کچھ اب تک بیان کیا گیا ہے وہ انبیا، مرسلین اور اولیا کا کمال حاصل کرنے کا طریق ہے۔ جبکہ زاہدوں اور عابدوں کا رستہ یہ ہے کہ ہمیشہ اعمالِ ظاہر یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور زبان سے ذکر اور تلاوتِ قرآن پاک میں مشغول رہتے ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اجر و ثواب اور ان کی عبادت کا صلہ و بدلہ عطا کرے۔ یہ لوگ ظاہری طور پر تو بہت ہی برگزیدہ نظر آتے ہیں مگر اندر (باطن) سے خالی ہوتے ہیں۔ چنانچہ نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالُوْا اُسْلُوْفِ هٰذَا الطَّرِيْقِ اِنَّ زَمَانَ الطَّوِيْلِ وَ اَقَلَّ مِنَ الْقَلِيْلِ وَ مَعَ ذٰلِكَ الْوُصُوْلِ مِنَ النَّوَادِرِ

ترجمہ: بہت سے اسلاف ایسے ہیں کہ جنہوں نے عرصہ دراز تک اس (زہد و عبادت کے) طریقہ میں بہت مشقت برداشت کی مگر اس کے باوجود انہیں اس کا صلہ بہت کم ملا اور ان میں سے چند کو ہی اللہ تعالیٰ کا وصال نصیب ہوا۔

پس یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ وصالِ الٰہی صرف ظاہری اعمال سے ممکن نہیں ہے چنانچہ ایک بزرگ کا فرمان ہے:

اَلصَّلٰوةُ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ وَالْحَجُّ وَالزَّكٰوةُ اُمُوْرٌ حَسَنَةٌ وَلٰكِنْ شَانُ الطَّالِبِ شَانٌ اٰخِرٌ

ترجمہ: نماز، تلاوتِ قرآن، حج اور زکوٰۃ ادا کرنا تمام نیک اعمال ہیں لیکن طالبِ مولیٰ کی شان ان سب سے آگے ہے۔

اے جانِ عزیز! جب ایک طالبِ صادق پیرِ کامل کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتا ہے کہ وہ اسے اپنے تصرف سے راہِ طریقت پر چلائے تو طالب کو چاہیے کہ جس قدر ہو سکے مرشد کی صحبت میں رہے تاکہ اہلِ دل میں سے ہو جائے اور شب و روز اعمالِ دل میں مشغول رہے تاکہ اپنے دل تک رسائی حاصل کر لے۔ یہی سیرِ دل ہے جس سے راہِ طریقت طے ہوتی ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے دل کو ذکرِ پاس انفاس میں مشغول رکھے اور ایک لمحے کے لیے بھی قصداً دل کو وھم اور ذکر سے خالی نہ چھوڑے۔ جب سانس باہر نکلے تو لَآ اِلٰهَ کے ساتھ نکلے اور جب سانس اندر جائے تو اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ جائے۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اسی طریقہ سے ذکر کرتا رہے اور ایک سانس بھی یادِ حق تعالیٰ کے بغیر نہ لے کیونکہ حدیث مبارکہ ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ يَّخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيِّتٌ

ترجمہ: جو سانس بھی اللہ کے ذکر کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے۔

ارشاد ہے:

اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا فَانْتَبِهُوْا مُضْطَرُّوْنَ

ترجمہ: لوگ (غفلت کی نیند) سوئے ہوئے ہیں پھر (اسی حالت میں) جب وہ مریں گے تب بیدار ہوں گے لیکن تب وہ غمگین ہوں گے۔

پس طالب کا دل یادِ حق تعالیٰ سے زندہ ہو جاتا ہے اور وہ حدیث مبارکہ:

اَفْضَلُ الذِّكْرِ الْخَفِيِّ

ترجمہ: افضل ترین ذکر ذکرِ خفی ہے۔

کے مطابق دائمی ذاکر بن جاتا ہے حتیٰ کہ نورِ ذکر اس کے دل کو روشن کر کے اسے اللہ کی بارگاہ میں مقبول بناتا ہے۔ روحانی تجلی اور فکر کی بدولت اسے تزکیۂ نفس، تجلیہ روح اور فتح دل نصیب ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر ذکر اس کے قصرِ دل میں منتقل ہو جاتا ہے پھر اس کی زبان کو بھی شرف حاصل ہو جاتا ہے اور ذکرِ خفی جو ایک دائمی حال ہے اس کے دل میں مقرر ہو جاتا ہے۔ طالب کو زندگی اور موت، سونے اور جاگنے کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اور وہ عالمِ ارواح کو دیکھ لیتا ہے۔ اسے اپنے مرشد کامل کا تصور اور روحانیت اپنے وجود میں حاصل ہو جاتے ہیں پھر وہ اپنے مرشد کو کسی لمحہ بھی خود سے جدا نہیں سمجھتا۔ جب بھی اسے کوئی ایسی مشکل یا پریشانی درپیش ہوتی ہے جو اس کا حجاب بن جائے تو وہ مرشدِ کامل اکمل کی روحانیت سے اس مشکل کا حل پا لیتا ہے یا خود بخود وہ چیز اس پر منکشف ہو جاتی ہے یا اس کا مفہوم یکدم سمجھ آجاتا ہے۔ پس طالبِ مولیٰ اس سے نہ تجاوز کرتا ہے نہ اس کے خلاف کرتا ہے۔ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ (ترجمہ: اپنے دِل سے فتویٰ لے) کے مطابق اپنے دِل کو مفتی بنا کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر اس کے دل کا فتویٰ روحانیتِ پیر کی طرف سے نہیں آتا تو وہ غلط ہوتا ہے کیونکہ کبھی کبھی طالب نفس کی وجہ سے غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور وسوسہ اور الہام میں فرق نہیں کر سکتا۔ بعض اوقات وہ نفس کی بات کو دل کا فتویٰ سمجھ لیتا ہے۔ اسی لیے جو طالب بھی چاہتا ہے کہ اس کا موٹا نفس مضمحل ہو جائے، اس کے دل میں خطرات پیدا نہ ہوں، اسے حضورِ قلب حاصل ہو جائے اور وہ نفس پر غالب آجائے تو اسے چاہیے کہ سلطان الوھم

کے تصرف سے سیرِ دل حاصل کرے۔ جب وَھم کے ذریعہ سے طالب روحانی سائر بن جاتا ہے تو سات آسمانوں سے گزر کر عرشِ مجید تک پہنچ جاتا ہے اور پھر مقامِ روحانیہ (لاھوت) میں کھڑا ہو کر وحدت کے دریا میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ سے جب طالب روحانی سائر بن جاتا ہے اور اسے ہمتِ مؤثرہ حاصل ہو جاتی ہے تو اس کا نفس مضمحل ہو جاتا ہے مگر پھر بھی چند خطرات طالبِ مولیٰ کو درپیش رہتے ہیں۔ جب طالب عالمِ اوھام میں داخل ہوتا ہے جو تمام عوالمِ حقیقی کا مدرک ہے تو اس کے تمام باطنی حواس بیدار ہو جاتے ہیں جس سے عالمِ معانی اس پر واضح ہو جاتا ہے اور تجلیات کا ظہور نظر آتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے جو دل میں دائمی مشاہدات کے نزول سے عبارت ہوتی ہے۔ اس مقام پر طالبِ مولیٰ کے لیے زبانی ذکر ممنوع ہو جاتا ہے جیسا کہ حکم ہے کہ:

❁ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَقُوْلُ اللّٰهُ

ترجمہ: جو اللہ کو پہچان لے پھر وہ (زبان سے) اَللّٰهُ اَللّٰهُ نہیں کہتا۔

اس کی زبان پر مہرِ سکوت ثبت ہو جاتی ہے بلکہ وہ زبانی ذکر کرنے کو گناہ اور بے ادبی سمجھتا ہے جیسا کہ کسی بادشاہ یا بزرگ کے سامنے پیش ہو کر اس کا نام لینا بے ادبی کے زمرے میں آتا ہے۔ ایسا کرنے والے کو مخلوق احمق اور دیوانہ سمجھتی ہے کیونکہ جو سامنے حاضر ہے اس کا نام لے کر بار بار اسے پکارنے کا کیا فائدہ! پس اسی طرح جسے اللہ تعالیٰ کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اہلِ شہود میں سے ہو جائے، بلند آواز سے ذکر کرنا اس کے لیے پریشانی کا باعث ہے۔ حضوری حق تعالیٰ میں پہنچ کر ذکر بالجہر کرنا بے ادبی اور بے حرمتی تصور کیا جاتا ہے۔

❁ اَلْمَجَازُ قَنْطَرُ الْحَقِيْقَةِ

ترجمہ: مجاز حقیقت کا پل ہے۔

شیخ بایزید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ تَوْبَةُ النَّاسِ مِنْ ذُنُوْبِهِمْ وَتَوْبَتِيْ مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ: عام لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور میری توبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے سے ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو حروف ہیں جو بولے، سنے اور سمجھے جاتے ہیں تو ان الفاظ کے کہنے سے توبہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہاں زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے توبہ کی گئی ہے نہ کہ دل سے کہنے سے۔ پس زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا اور ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو دیکھنا اور ہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں فنا ہو کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو جانا اور ہے۔ عزتِ معبود کی قسم! اگر جمالِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذرّہ بھی ملک و ملکوت پر جلوہ گر ہو جاتا تو رَبِّ لَمْ یَزَلْ کے جلال سے ہر چیز ختم ہو جاتی مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اپنی رحمت سے آہستہ آہستہ تمام مخلوق پر پیش فرمایا۔ پس جس کسی نے بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو سنا وہ اس آیت مبارکہ کے مطابق مومن ہو گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ (8:4)

ترجمہ: یہی لوگ سچے مومن ہیں۔

جب مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا جمال آجاتا ہے تو اس کے لیے (زمان و مکان کی) تمام حدود و قیود سے نکل جانا آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

❁ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَاَعْلَاهَا شَهَادَةُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

ترجمہ: ایمان کے ستر درجے ہیں۔ کم ترین درجہ راستے سے کانٹا ہٹانا ہے اور ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت دینا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ایمان کا سب سے پہلا درجہ دنیا کو ترک کرنا ہے اور اعلیٰ اور بہترین درجہ تصدیق بالقلب سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنا ہے۔

اے جانِ عزیز! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مخلوق کی طرف سے دی گئی تکلیف پر صبر

فرمایا اور مخلوق کو اپنی طرف رغبت دِلائی تا کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کر لیں۔ جب لوگوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کیا تو ان میں سے زیادہ تر کا مقصد محض اپنے جان و مال کو محفوظ رکھنا تھا۔ جو کوئی دنیا میں مشغول رہتا ہے اور یہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو کہ سِرّ کی زبان سے پڑھنا چاہیے، صرف ظاہری زبان سے پڑھتا ہے تو اسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنے سے اس کے سوا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کہ اس کا مال اور جان محفوظ رہتے ہیں۔

اے جانِ عزیز! اس طرح کلمہ پڑھنا حرام ہے کہ صرف زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے حروف کی ادائیگی ہو مگر دِل کو اس کی خبر نہ ہو۔ کیونکہ یہ جھوٹ شمار ہوگا اور جھوٹ بولنا حرام ہے۔ آدمی جھوٹ اس وقت بولتا ہے جب اسے اپنی جان و مال کی حفاظت درکار ہو۔ پس اس راہ (طریقت) میں محض زبان سے کلمہ پڑھنا بے فائدہ ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَالِصًا مُّخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ بِلَا حِسَابٍ

ترجمہ: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو خلوص سے پڑھنے والا بلا حساب جنت میں داخل ہوگا۔

یہ زبانی کلمہ پڑھنے والوں کے لیے نہیں فرمایا گیا بلکہ یہ حدیث مبارکہ تو دِل سے کلمہ پڑھنے والوں کے بارے میں ہے۔ صحابہ کرامؓ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ (ترجمہ: چاہے وہ زانی اور چور ہی کیوں نہ ہو؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین دفعہ فرمایا کہ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ (ترجمہ: ہاں چاہے وہ زانی اور چور ہی کیوں نہ ہو)۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مزید فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ روحِ اعظم نے وجود میں آتے ہی اَللّٰہُ کے ذکر کا آغاز کر دیا جو قیامت تک جاری و ساری رہے گا لیکن پھر بھی جب قیامت برپا ہوگی تب تک بھی کوئی اللہ کی انتہا تک نہ پہنچا ہوگا۔ کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ تمام اسمِ اَللّٰہُ ذات کی طے میں ہے۔

اے جانِ عزیز! تمام مخلوقات اللہ کے ذکر کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتیں کیونکہ اس ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ قدیم ہے اس لیے قدیم کو زبانِ قدیم سے ہی یاد کرنا چاہیے اور یہی حقیقی ذکر

ہے۔قدیم کو جسمانی زبان سے یاد کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہے۔حقیقی ذکر تو دل سے کیا جاتا ہے۔چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا:

مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَقُوْلُ اَللّٰہُ وَ مَنْ قَالَ اَللّٰہُ مَا عَرَفَ اللّٰہَ

ترجمہ: جو اللہ کو پہچان لیتا ہے پھر وہ (زبان سے) اَللّٰہُ اَللّٰہُ نہیں کہتا اور جو زبان سے اَللّٰہُ اَللّٰہُ پکارتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا۔

اللہ کو پہچاننے کی کوشش کرتا کہ تجھے اس قول کی سمجھ آجائے۔جو اللہ کو پہچان لیتا ہے وہ اللہ کو ظاہری زبان سے نہیں پکارتا اور جو ظاہری زبان سے اَللّٰہُ، اَللّٰہُ پکارتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں ہے۔کوئی بھی تب تک یہ نہیں جان سکتا کہ اللہ کا ذکر کیسے کیا جائے جب تک وہ اللہ کو محض ایک لفظ سمجھ کر زبان سے اَللّٰہُ اَللّٰہُ کرتا رہے گا۔سب سے پہلے پیر کو چاہیے کہ وہ اپنے مرید کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (حقیقی طریقے سے) پڑھنا سکھائے۔جب مرید کو اس کلمہ کی حقیقت سمجھ آجاتی ہے تو مرشد اسے ھُو ھُو ھُو کے وِرد میں مگن رہنے کا حکم دیتا ہے۔جب مرید ذکرِ ھُو کے سوا ہر عمل سے اعراض کرتا ہے تو ہی اسے اس ذکر کا پھل حاصل ہوتا ہے۔غیر محل (باطن کے بغیر) اور بلند آواز سے زبانی ذکر کرنا حقیقی مسلمان کے لئے محض پریشانی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب و دیدار حاصل نہیں ہوتا۔طالبِ مولیٰ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ حقیقی اخلاص کے بغیر اور مندرجہ ذیل آیت میں حکم کردہ طریقہ کے علاوہ کسی طریقہ سے ذکر کرے۔

تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ (7:205)

ترجمہ: (اپنے ربّ کا ذکر) عاجزی اور خوف سے بغیر آواز بلند کیے کرو۔

صرف اسی طریقہ سے ذکر کرنے سے وہ ذکر کی حرمت کو برقرار رکھ پائے گا اور اس سے حلاوت، قوت اور اعتقاد حاصل کرے گا۔

زاد الارواح میں حکایت ہے کہ ایک صوفی جو اصل میں درویشِ کامل تھا، کفار کے شہر میں کسی کام سے گیا۔جب وہ اس شہر میں پہنچا تو دیکھا کہ لوگوں نے ایک شخص کو سولی پر لٹکایا ہوا ہے۔درویش

نے پوچھا کہ اس شخص کو کس گناہ پر سولی پر لٹکایا ہوا ہے۔ ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ یہ شخص ایک روز ہمارے بڑے بت کا نام سرِ بازار پوچھ رہا تھا اسی لیے اسے سولی پر لٹکایا ہے تا کہ آئندہ کوئی ایسی بے ادبی نہ کرے اور بے حرمتی کی راہ پر قدم نہ رکھے۔ جب درویش نے یہ سنا تو وجد میں آ گیا اور زبانِ حال سے پکارنے لگا کہ اگر ایک بت کا نام پوچھنے کی اتنی بڑی سزا ہے تو اس کا کیا حال ہو گا جو اللہ کا نام غیر محل (باطن کے بغیر) اور غیر وقت میں بلند آواز سے پکارتا ہے جو سراسر بے حرمتی اور بے حلاوتی ہے۔ ایسے لوگ خلوصِ دل حاصل کرنے کی بالکل کوشش نہیں کرتے، نہ ہی غور و فکر کرتے ہیں نہ ہی سیرِ دل حاصل کرنے کی خواہش کرتے ہیں اور نہ ہی راہِ حق کو تلاش کرتے ہیں۔ نہ ہی درج ذیل بیت کے مطابق دعا کرتے ہیں:

ما کامہا اضمار و قبا بہارا متحیرم
ندانم کہ تو خود چہ نام داری

ترجمہ: اے اللہ! تیرے بے انتہا پوشیدہ و ظاہر جلووں نے مجھے متحیر کر دیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تیری ہر زمانہ میں نئی شان کے مطابق تجھے کس نام سے پکاروں۔

اے جانِ عزیز! جب سالک مقامِ جبروت پر پہنچتا ہے تو جبروت کا سِرّ اس پر یوں روشن ہو جاتا ہے کہ پھر اسے اللہ کے سوا کسی چیز کا وجود نظر نہیں آتا حتیٰ کہ وہ اپنے وجود کو بھی بھول جاتا ہے اور بلا قصد اس کے دل سے اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ تَحَیُّرًا (ترجمہ: اے اللہ میری حیرت میں اضافہ فرما) کی صدا بلند ہوتی رہتی ہے۔ پس عالمِ ملکوت اور عالمِ جبروت اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور یہاں وہ اپنی ہی روح سے خود مصافحہ کرتا ہے اور باطن میں انبیا اور اولیا کی راہ اس پر کھل جاتی ہے۔

❁ مَنْ لَهُ الْمَوْلٰی فَلَهُ الْكُلُّ

ترجمہ: جس کو مولیٰ مل گیا اسے سب کچھ مل گیا۔

وہ اپنے اندر ہی سب کچھ پا لیتا ہے۔ اب وہ جسے چاہتا ہے اپنے دل کے آئینہ میں دیکھ لیتا ہے اور اپنے ہر سوال کا جواب اپنے دل سے پا لیتا ہے۔ اس کا دِل اس سے کلام کرتا ہے اور اس کی بات سنتا

ہے۔ پھر اس کے لیے قرب و دوری، نور و ظلمت اور زندہ و مردہ سب ایک ہو جاتے ہیں۔ ہر مقام اس کے لیے خوشی کا مقام ہو جاتا ہے، جو چاہے کہے اور حاصل کر لے۔ اپنے دِل میں اللہ کے خاص علم لدّنی کو تحقیق کر لیتا ہے اور پھر بندے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ ملائکہ، جن، پریاں اور دیو سب اُس کے تابع ہو جاتے ہیں اور وہ ان تمام مخلوقات کو وسوسہ اندازی سے باز رکھنے اور اوھام کے تصرف سے ہدایت دینے کی قوت رکھتا ہے۔

اس مقام پر طالبِ مولیٰ کے دِل پر جو بھی اثر انداز ہوتا ہے اور قرار پکڑتا ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ اُس کا دِل کامل بقا حاصل کر کے حق بن چکا ہوتا ہے۔ لیکن اس مقام پر سالک کو رکنا نہیں چاہیے اور حالتِ قرار میں نہیں آنا چاہیے بلکہ اپنے نفس کو مزید دشواری میں ڈالتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے۔ اسے اس حدیث مبارکہ پر سختی سے کاربند رہنا چاہیے:

قِلَّةُ كَلَامٍ وَقِلَّةُ مَنَامٍ وَقِلَّةُ اخْتِلَاطٍ بِاَنَامٍ وَقِلَّةُ طَعَامٍ

ترجمہ: کم بولو، کم سو، کم میل جول رکھو اور کم کھاؤ۔

طالب کو چاہیے کہ اس راہِ باطن میں آگے بڑھنے کے لیے کوئی لمحہ بھی رنج و مشقت کے بغیر نہ گزارے۔ اسے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (ترجمہ: مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مرتبہ کو اپنے اندر تحقیق کر لینا چاہیے اور اپنی 'میں' کو وجود سے باہر نکال پھینکنا چاہیے کیونکہ کوئی گناہ بھی 'میں' سے بڑھ کر نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

وَجُوْدُ ذَنْبِ الْاَلْقَاصِ بِهَا

ترجمہ: اپنے ہی وجود کے متعلق گفتگو کرتے رہنا بڑا گناہ ہے۔

اس مقام پر طالب کے حواسِ ظاہر بند اور حواسِ باطن وھم کی بدولت کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ جب تک ظاہری حواس بند اور باطنی حواس بیدار نہ ہو جائیں اللہ کا دیدار اور معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔

لب بہ بند و گوش بند و چشم بند
گر نہ بینی سرّ حق بر ما بخند

ترجمہ: تو اپنے ظاہری حواس یعنی لب، کان اور آنکھیں وغیرہ بند کر اور باطن میں اللہ کے سِرّ کو دیکھ۔ اگر نہ دیکھ پائے تو پھر میری بات پر ہنسنا۔

❁ فَاِذَا السَّدّ بَابُ حِسَّةُ الْعَیْنِ فَتحَ بَابُ الْقَلْبِ

ترجمہ: جب ظاہری آنکھ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے تو قلب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

❁ بِتَرْكِ الْحَوَاسِ الظَّاهِرِ شَرْطِ الْفَتْحِ حَوَاسِ الْقَلْبِ

ترجمہ: حواسِ ظاہر کو ترک کر دینا ہی حواسِ قلب کو کھولنے کی شرط ہے۔

اے جانِ عزیز! جب سلطان الوہم کے تصرف سے طالب کے ظاہری حواس بند اور باطنی حواس بیدار ہو جاتے ہیں تو طالب پر عالمِ باطن عیاں ہو جاتا ہے۔ زندگی اور موت اس کے لیے برابر ہو جاتی ہے اور اس کی سیرِ وہم اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ وہ مردِ حقیقی بن جاتا ہے۔ مسطور ہے کہ مردِ حقیقی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا قرار نہ ہو۔ ایسے مردِ حقیقی کے لیے سنت اور فرض کیا ہیں؟ فرمایا گیا کہ مردِ حقیقی کے لیے دنیا کو ترک کر دینا سنت ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہنا فرض ہے۔ اے جانِ عزیز! ذکر جب کمال کو پہنچتا ہے تو مربی کامل (مرشد کامل اکمل) اپنے مریدِ صادق کے دِل میں ذکر کے ذریعے ہمتِ مؤثرہ پیدا کر دیتا ہے اور اسے اوہام کے ذریعے اس عالمِ باطن میں آنا اور جانا سکھاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں۔

اس حکم کے مطابق عالمِ غیب جو مشاہدے سے عبارت ہے، طالبِ مولیٰ کے دِل میں بواسطہ تصرفِ سلطان الوہم اعظم جگہ بنا لیتا ہے اور وہ اسے دیکھنے لگتا ہے۔ یہاں اس کا تفکر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے:

❁ تَفَكَّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةٍ

ترجمہ: ایک گھڑی کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

درحقیقت یہ تفکر مشاہدۂ غیب ہے اور عالمِ تمثّل سے متعلق ہے۔ مختصراً یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عالمِ غیب جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا دائمی ملاحظہ اپنے دل میں کرنا ہے، ہمیشہ طالب کے دِل میں نمودار رہتا ہے۔ اسے اوھام کے معنی واضح سمجھ آجاتے ہیں اور عالمِ تجلی اس پر رونما ہو جاتا ہے اور مرید اس مقام پر روحانی سائر بن جاتا ہے اور اس کا وَھم کامل ہو جاتا ہے۔ جب طالب مزید ترقی کرتا ہوا اس مقام سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے تو وہ متوسط سائر اور محبت شعار بن جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل مثنوی اس فقیر (سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ) نے خاص طور پر وھم کے متعلق لکھی ہے تاکہ طالبانِ مولیٰ وَھم کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور جان لیں کہ جسے بھی وصالِ الٰہی کی طلب ہے وہ غیر ماسویٰ اللہ کو اپنے دل سے نکال دے۔

تفکر بہ اوھام وحدت دہد
رساند بہ مولیٰ و از خود رہد

ترجمہ: اوھام کے ساتھ کیا گیا تفکر طالبِ مولیٰ کو اس کی اپنی ذات سے رہائی دلا کر مولیٰ تک پہنچاتا ہے اور وحدت عطا کرتا ہے۔

وھم است سلطان تفکر وزیر
تذکر بود لشکرت دِل پذیر

ترجمہ: تیرے وجود میں وَھم سلطان ہے، تفکر اس کا وزیر ہے اور ذکر تیرے دلپذیر لشکر کی طرح ہے۔

تجرد و تفرد بکن زادِ راہ
بدیں توشہ وھمت شود عین شاہ

ترجمہ: اگر تو تجرید و تفرید کو اپنا زادِ راہ بنا لیتا ہے تو اس توشہ کی بدولت تیرا وَھم عین شاہ ہو جائے گا۔

چوں وھمت رساند بعالم وصال
تنت عین گردد از صحبت کمال

ترجمہ: جب تیرا وَھم تجھے عالمِ وصال تک لے جائے گا تو تجھے اس صحبتِ کمال کی بدولت عین کے

ساتھ عین کر دے گا۔

چوں اوھام گردد یقین گیر من

جہان جملہ آید بتدبیرِ من

ترجمہ: جب میرا وَھم یقینِ کامل کے مقام پر پہنچ گیا تو مجھے تمام جہان پر تصرف حاصل ہو گیا۔

چون سلطانِ وھمت بیابد کمال

بہر ساعت آید بدل صد جمال

ترجمہ: جب سلطانِ وَھم تیرے دل میں کمال کو پہنچے گا تو تیرے دل میں ہر لمحہ جمالِ الٰہی کے سینکڑوں جلوے ظاہر ہونگے۔

بدین وھمت خود را چو آراستی

وصولِ حقیقت بخود یافتی

ترجمہ: جب تو وَھم کی طاقت حاصل کرلے گا تو تجھے وصالِ حق بھی حاصل ہو جائے گا۔

اے جانِ عزیز! متوسط وہ ہے جو صاحبِ جمال ہو اور اپنی مراد کی طلب میں روحانی احوال کے ذریعے ہر مقام سے گزرتا جائے۔ مختلف احوال و مقامات اور اشغال کے دوران اپنے صدق کی حفاظت کو اوّلیت دے اور پاس انفاس کا ذکر اس وقت تک جاری و ساری رکھے جب تک انتہا تک نہ پہنچ جائے۔ متوسط سائر پر ہر وقت مختلف تجلیات کا نزول رہتا ہے۔ اس کے احوال و مقامات ہر وقت بدلتے رہتے ہیں وہ کبھی بھی کسی ایک مقام یا کسی ایک حال پر نہیں ٹھہرتا۔

❁ قَلْبُ الْمُتَوَسِّطِ كَرِيْشَةٍ فِيْ فَلَاةٍ تُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ ظَهْرًا وَبَطْنًا

ترجمہ: متوسط طالب کا دِل جنگل میں پڑے ایک ایسے پَر کی مانند ہے جسے ہوا اِدھر اُدھر اُڑائے پھرتی ہے۔

اس کا باطن ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے اور اسے کسی لمحہ بھی قرار و سکون نہیں ملتا۔ کبھی وہ خوف کی حالت میں ہوتا ہے، کبھی رجا اور کبھی شکر کی حالت میں۔ کبھی حالتِ

صحو میں ہوتا ہے اور کبھی حالتِ تجرید میں۔ کبھی حضوری اور کبھی فنا کی حالت میں ہوتا ہے۔ کبھی غور و فکر میں مشغول ہوتا ہے، کبھی اپنے مشاہدے کو چھپاتا ہے اور کبھی ظاہر کرتا ہے۔ پس اس کے عشق و محبت کے حالات ابد الاباد تک بدلتے رہتے ہیں کہ ان کا شمار بھی محال ہے۔

اے جانِ عزیز! جب طالبِ مولیٰ کمال کو پہنچتا ہے تو اس کا باطن تمام کدورتوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اُس کے دِل کا آئینہ صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔ پیرِ کامل، مریدِ صادق کے دِل میں عالمِ مشاہدہ اور عالمِ تمثّل پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کا دِل مزید صاف اور روشن ہو جاتا ہے۔ طالبِ مولیٰ کے دِل میں جو بھی وھم، ظن یا خیال اُجاگر ہوتا ہے وہ فوراً اس کے آئینہ دل پر نقش ہو جاتا ہے اور اُسے اس کا یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

آئینہ دل را بذکر روشن بر نو کن
تا درو بنگری جملہ تماشا خویش

ترجمہ: اپنے آئینۂ دِل کو (اسمِ اَللّٰہُ ذات کے) ذکر سے صیقل و روشن کرتا کہ تو اس میں تمام عالموں کو دیکھ سکے۔

اللہ کا خیال اس کے دل میں اس طرح مقیم ہو جاتا ہے کہ پھر وہ ابد الاباد تک اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ چاہے اس کا دل ہی اس سے جدا کیوں نہ کر دیا جائے۔

ہر چہ در دنیا خیالت آن بود
تا ابدالاباد وصالت آن بود

ترجمہ: دنیا میں جس کسی کا خیال دِل میں رہتا ہے ابد الاباد تک اُسی کا ساتھ نصیب ہوتا ہے۔

اے جانِ عزیز! عالمِ غیب کی تجلیات جب دِل پر پڑتی ہیں تو ہر لحہ طالبِ مولیٰ کا دِل نور سے منور ہوتا رہتا ہے اور طالبِ مولیٰ اس نور کا مزید خواہاں رہتا ہے۔ اس نور سے اس کی بصیرت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ تجلیٔ ذات طالب کی استعداد کے مطابق اس کے دل میں روشن ہوتی ہے۔ ہر لحہ اس کا دل بقدرِ تجلی روشن تر ہوتا جاتا ہے اور جمالِ محبوب خوب تر اور زیبا تر دکھاتا ہے۔ پس

طالب کے دل میں مزید شوق اور لذت پیدا ہوتی ہے جس سے اسے سیرِ دل کے لیے درکار ہمت میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اس کا قلب بھی مصفا تر ہوتا جاتا ہے۔ جس قدر تجھ پر تجلی ہوگی اسی قدر تیرے دل میں موجود چہرہ واضح ہوتا جائے گا۔

تجلی دو قسم کی ہے۔ غیبی تجلی اور شہادتی تجلی۔ غیبی تجلی نورِ ذاتِ احدیت ہے جس کی صفت یوں بیان کی گئی ہے:

لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (29:6)

ترجمہ: وہ تمام عالموں سے غنی ہے۔

اس نورِ ذاتِ احدیت کی تجلیات طالبِ مولیٰ کی استعداد کے مطابق اس کے دِل پر نازل ہوتی ہیں۔

سَوَاءٌ كَانَ ذَاتِيًا اَوْ اَسْمَائِيًا

ترجمہ: برابر ہے وہ (تجلیات خواہ) ذاتی ہوں یا اسمائی۔

تجلیٔ ذاتی اور تجلیٔ اسمائی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ تجلیٔ ذاتی تین طریقوں سے سالک کے دل پر نازل ہوتی ہیں اور یہ عطائے ذاتی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب محبوب اپنا جمال محبّ کو دکھانا چاہتا ہے تو محبّ کے دل میں اپنے مظہر[1] کی صورت میں اپنا تصور پیدا کر دیتا ہے اور محبّ اپنے محبوب کا جمال اپنے دل کے آئینہ میں تمثل سے دیکھتا ہے اور اس دیدار سے محبّ کے وجود میں لذتِ دیدار اور ذوقِ دیدار بڑھ جاتا ہے۔ آخر کار یہ لذت و ذوقِ دیدار اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ جس کا شمار ممکن نہیں۔ اسی بے انتہا ذوق و شوق کی بدولت محبّ اللہ کو دیکھ لیتا ہے۔ پس یہ قول

---

[1] اللہ کا مظہر فنا فی اللہ بقا باللہ عارف فقیر کامل اکمل ہے جو اماناتِ الٰہیہ کا حامل اور فقرِ محمدیؐ کا وارث ہوتا ہے۔ وہ قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہوتا ہے اور ہر دور میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نائب کے طور پر اس دور کے طالبانِ مولیٰ کو دیدارِ الٰہی اور مجلسِ محمدیؐ کی حضوری کی راہ دکھاتا ہے اور انہیں صراطِ مستقیم پر گامزن کرتا ہے۔ وہی مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ ہے جس کی صورت میں اللہ تمثل کرتا ہے جیسا کہ علامہ ابنِ عربیؒ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ مرشد کی صورت میں تجلی کرتا ہے''۔ (عنبرین مغیث سروری قادری)

اس کے دل میں ثابت ہو جاتا ہے:

❁ لَا شَاهِدَ الْحَقِّ بِدُوْنِ الْمَوَدَّةِ

ترجمہ: اللہ کا مشاہدہ شدید محبت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔

ذاتِ بحت کی غنائے مطلق کا تقاضا ہے کہ احدیتِ مطلق کے مقام پر جیسا کہ وہ ہے، نہ کوئی اسے دیکھ سکے نہ پا سکے اور نہ کسی کان میں اسے سننے کی طاقت ہو۔

❁ سُبْحَانَ الْوَجْهِ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ الْبَصَرُ لِحَرَكَتِ الْاَعْضَاءُ

ترجمہ: پاک ہے وہ چہرہ جس تک آنکھ اور اعضا کی حرکت کے ذریعے رسائی نہیں۔

اگر اُس کی طرف نظر کی جائے تو دیکھنے والے کی بینائی ختم ہو جائے۔ دیکھنے اور پانے کی طاقت صرف اور صرف ذاتِ بحت احدیتِ مطلق کو ہے یعنی صرف وہ خود ہی اپنے آپ کو دیکھ اور پا سکتا ہے۔ کسی دوسرے کے لیے اس کو دیکھنا، پانا یا سننا محال ہے کیونکہ جہاں احدیتِ مطلق ہے وہاں وجود کا گزر ہی نہیں۔ مخلوق کے وجود کا ذرّہ بھی وہاں باقی نہیں رہتا پس کون دیکھے اور کس کو دیکھے! عقل و نقل کی رو سے اس بات کی تحقیق ہوتی ہے کہ ذاتِ حق تعالیٰ کو اس کے مظاہر کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا۔ ابد الاباد تک اللہ تعالیٰ کو بغیر تمثل و مثال کے دیکھنا ناممکن ہے۔ چنانچہ عین القضات میں ہمدانی قدس اللہ روحہ اپنے احوال و مشاہدات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اگر اس راہِ فقر میں تمثل نہ ہوتا تو اس راہ کے تمام راہی کافر ہو جاتے۔'' کیونکہ عاشق کا دِل عین الیقین کے بغیر آرام و قرار نہیں پاتا اور نہ ہی اسے معشوق کو دیکھے بغیر تسلی اور سکون ملتا ہے۔ واحدیت مطلق کی حقیقت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (6:103)

ترجمہ: آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق اُسے دیکھنا اور پانا محال ہے۔ پس دلِ محبّ کی تسکین کی خاطر جب حق نے چاہا کہ اپنے دوستوں کو اپنا جمال دکھائے تو اپنے اس خاص محبّ کی ذات میں تمثل کیا جس نے

(وصالِ الٰہی میں) کمال سے درجۂ اطلاق تک بلندی حاصل کر لی ہو اور اس کی صورت میں خود کو دکھایا تا کہ محبّ کا دل تسکین پائے، بموجب آیت مبارکہ:

وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ (2:260)

ترجمہ: تا کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

محبّ کے دِل میں تمثلِ ذات دیکھنے کے بعد اطمینان پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہر دم ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے واسطہ سے ترقی کرتا ہے۔ اس کے اعضا متفرق نہیں رہتے بلکہ نور میں ڈھل جاتے ہیں اور دِل میں اللہ تعالیٰ کی صحبت کا ثمر ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب طالبِ مولیٰ کے تمام اعضا میں تمثل دائمی ظاہر ہو جاتا ہے تو تمام اعضا نور بن جاتے ہیں۔ اس کی روحانی سیر ابدالاباد تک اسے فیض دیتی رہتی ہے۔ روزِ قیامت بھی اللہ تعالیٰ اپنے تمثل کی صورت میں ہی تجلی فرمائے گا اور تمام مومنین اللہ تعالیٰ کا دیدار اُسی صورت میں کریں گے۔ چنانچہ عین القضات میں ہمدانی قدس اللہ رُوحہٗ وھم کی تمہید بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''وجودِ آخرت کی بنیاد بھی تمثل پر ہے۔ تمثل کے ذریعہ کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا آسان ہے بلکہ عظیم اسرار کے معنی بھی تمثل کے ذریعے ہی سمجھے جاتے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ اپنی ایک صورت دو بار ظاہر نہیں کرتا اور دو آئینوں میں ایک ہی صورت میں ظاہر نہیں ہوتا۔ چنانچہ ''قوت القلوب'' میں شیخ ابو طالب مکی قدس اللہ روحہٗ فرماتے ہیں:

لَا يَتَجَلّٰى فِيْ صُوْرَةٍ مَرَّتَيْنِ
وَ لَا يَتَجَلّٰى فِيْ صُوْرَةِ الْاِثْنَيْنِ

ترجمہ: وہ ایک صورت میں ایک جیسی تجلی دو بار نہیں کرتا اور نہ ہی دو صورتوں میں ایک جیسی تجلی فرماتا ہے۔

اے جانِ عزیز! اس جگہ محبّ کے دِل میں ہر لحہ ہر گھڑی ایک نیا چہرہ ظاہر ہوتا ہے۔ ہر لحہ اس کی صورت بہتر سے بہتر اور خوب سے خوب تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہر دم اس کا نور بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور طالب کی قوتِ دیدار بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اس بارے میں فرمان ہے کہ:

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (19:17)

ترجمہ: اس کی مثال بشر کی سی ہے۔

اس تمام بات کا جواب یہی ہے کہ تمثلِ خاص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ آقا پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب خود کو دیکھتے تو اپنے بارے میں فرماتے:

اَلنَّظَرُ اِلَى الْاَمْرِ فَاِنَّ لَهُمْ لَوْنُ كَلَوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: جب میں اپنی طرف نظر کرتا ہوں تو اپنے اندر اللہ کے رنگ جیسا رنگ دیکھتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ بھی تمثل کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رَاَيْتُ رَبَّ الْعِزَّتَ عَلٰى صُوْرَةِ اُمِيْنٍ يَعْنِىْ نَبِىِّ الْاُمِّىِّ

ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ کو امین یعنی نبی اُمی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی صورت مبارکہ میں دیکھا۔

جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شبِ معراج واپس تشریف لائے تو حقیقی مرید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے اپنی تحقیق اور تسکین کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَاَيْتُ رَبِّىْ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ صُوْرَةِ اَمْرَدَ قَطَطْ شَبَابْ

ترجمہ: شبِ معراج میں نے اپنے ربّ کو گھنگریالے بالوں والے بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا۔

یہ حدیث مبارکہ بھی تمثل پر دلیل ہے۔

اے جانِ عزیز! یہاں اس راز کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے بغیر دیکھنا اور شناخت کرنا (یعنی اس کی معرفت و پہچان حاصل کرنا) ناممکن ہے۔ جب تک طالبِ مولیٰ خود سے جدا نہیں ہوتا اس وقت تک نہ وہ اللہ کو دیکھ سکتا ہے نہ ہی پہچان سکتا ہے۔ اپنے وجود کی بندگی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اور اس کی معرفت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ جب تک طالبِ مولیٰ خود کے ساتھ ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کو پانے کا راستہ دریافت نہیں ہوتا۔ جب وہ اپنے وجود سے

نجات حاصل کر لیتا ہے تو مطلق فانی ہو جاتا ہے اور پھر حق سے حق کو دیکھتا اور پہچانتا ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ محی الدین قدس سرّہٗ العزیز ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى الْحَقَّ مِنْهُ فِيْهِ بِعَيْنِهٖ فَذٰلِكَ الْعَارِفُ وَ مَنْ رَأَى الْحَقَّ مِنْهُ فِيْهِ بِعَيْنِ نَفْسِهٖ فَذٰلِكَ الْعَارِفُ وَمَنْ رَأَى الْحَقَّ مِنْهُ وَلَا فِيْهِ وَالنَّظَرُ يَرَاهُ بِعَيْنِ نَفْسِهٖ فَهُوَ الْجَاهِلُ O

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی سے، اللہ ہی میں، اللہ ہی کی آنکھ سے دیکھا پس وہ عارف ہے۔ اور جس نے اللہ کو اللہ ہی سے، اللہ ہی میں اپنی ظاہری آنکھ سے دیکھا پس وہ بھی عارف ہے۔ اور جو کوئی اللہ کو اللہ سے اللہ میں نہ دیکھے اور محض اپنی ظاہری آنکھ سے دیکھنے کا منتظر ہو تو پس وہ جاہل ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کا جمال طالبِ مولیٰ کے دِل میں قائم ہو جاتا ہے تو وَھم طالبِ مولیٰ کی ولایتِ دل پر قابض ہو جاتا ہے اور اس کے دِل میں اس قدر گنجائش اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی لمحہ بھی اس کا دِل تجلی الٰہی اور مشاہدۂ حق تعالیٰ سے خالی اور بے بہرہ نہیں رہتا۔ طالبِ مولیٰ کے ظاہر و باطن پر حق غالب آ جاتا ہے۔ پھر وہ جس طرف بھی رخ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو ہی دیکھتا ہے۔

بخیال تو از ہر سو کہ نظر میکردم
حق را پیش چشم در و دیوار متصور باشد

ترجمہ: میں تیرے خیال میں اس قدر محو ہو چکا ہوں کہ جس طرف بھی نظر کرتا ہوں ہر در و دیوار پر تیرا ہی جلوہ میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔

کسی بزرگ نے کیا خوب سچ کہا ہے کہ

شہر بازار ہر سو در و دیوار کہ ہست
گوش ہر جا کہ نہادم ہمہ غوغا بہ بود

ترجمہ: شہر میں بازار میں ہر طرف ہر در و دیوار پر جس جگہ بھی میں سنتا ہوں میرے کانوں میں تیرا ہی شور سنائی دیتا ہے۔

اے جانِ عزیز! جب اس تجلی سے طالبِ مولیٰ کی نظر فیض یاب ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی دائمی صحبت تحقیق کر لیتا ہے تو پھر جب بھی وہ چاہتا ہے اس پر تجلیات کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور وہ اپنے دِل میں مشاہدۂ حق تعالیٰ کرنے لگتا ہے۔ ایسے شخص کو ابوالوقت کہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل آیت کے مطابق وہ جس طرف بھی نظر کرتا ہے اُسے جمالِ الٰہی نظر آتا ہے:

❁ فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ ؕ (2:115)

ترجمہ: پس تم جس طرف بھی اپنا رُخ کرو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کا ہی چہرہ نظر آئے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

❁ اَلَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَاتِهِمۡ دَآئِمُوۡنَ (70:23)

ترجمہ: وہ لوگ ہیں جو دائمی نماز میں رہتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق وہ دائمی نماز میں رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل حکمِ الٰہی کے مطابق اس جگہ اس کی سیرِ اوھام کامل ہو جاتی ہے:

❁ یَا عَبۡدِیۡ اَنَا ظَنُّكَ

ترجمہ: اے میرے بندے! میں تیرے ظن اور گمان کے مطابق ہوں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ (14:48)

ترجمہ: جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق طالبِ مولیٰ کے تمام اعضا تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔ پس اس کا قالب روح و دل کا لباس پہن کر عین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ فرید الدین عطار شطاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مرا سہ چیز می باید ز کونین
بنا بستن، عمل کردن، شدن عین

ترجمہ: مجھے اس کائنات سے صرف تین چیزیں درکار ہیں، اللہ تک سفر کی بنیاد باندھنا، اس کے لیے عمل کرنا اور عین کے ساتھ عین ہو جانا۔

تجلیٔ دوم یہ ہے کہ جب پیرِ کامل مریدِ صادق کے دِل میں اپنے تصرفِ اوھام سے نورِ تجلی کا نزول کرتا ہے تو نور اس کے دِل پر طاری ہو جاتا ہے اور مرید کا دِل دِن رات اس نور کے قبضہ میں رہتا ہے۔ ہر روز اس نور میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور طالب کی نظر اس سے اگلی منازل پر لگی رہتی ہے۔ تمام مظاہر میں اسے حق ہی نظر آتا ہے اور ہر چیز میں وہ اسی کو پاتا ہے۔ جمیع اشیا میں وہ سریانِ حق کا ادراک کرتا اور اسی کو دیکھتا ہے۔ چنانچہ امیر خواجہ فرماتے ہیں:

کہ جہان صورتست و معنی دوست
ور بمعنی نظر کنی ہمہ اوست

ترجمہ: یہ جہان ایک صورت ہے جس کی حقیقت ذاتِ حق ہے۔ اگر تو اس کے معنی پر نظر ڈالے تو سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے سوا کچھ موجود نہیں۔

پس سالک اس حدیث کی حقیقت سمجھ جاتا ہے:

❁ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ

ترجمہ: (اے اللہ!) مجھے ہر شے کو اس کی اصل صورت میں دکھا۔

اور اس ارشاد کے مطابق اسے ہر شے میں جلوۂ حق دکھائی دیتا ہے:

❁ وَمَا رَاَیْتُ اَشْیَآءً اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ

ترجمہ: جس چیز کو بھی دیکھو اس میں اللہ ہی نظر آتا ہے۔

محبّ و محبوب کی نظر میں ایک دوسرے کو دیکھنے کے اصل معنی واضح ہو جاتے ہیں۔ اس طریقہ سے تجلی غیبی اس طالبِ مولیٰ کی نظر پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس اب وہ جس چیز کو بھی دیکھتا ہے اُس میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہی نظر آتی ہے اور وہ کسی وقت بھی سیرِ دِل اور سیرِ اوھام سے فارغ نہیں رہتا۔ جب وَھم اور تفکر کمال کو پہنچتا ہے تو وہ حق کو حق کی آنکھ سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے اور جان لیتا ہے

کہ وجودِ غیر ہے ہی نہیں اور صرف ذاتِ حق موجود ہے۔ اگر چہ کثرت میں متعدد اشیا نظر آتی ہیں لیکن حق کے سوا ہر وجود صرف خیال اور موہوم ہے۔ اَلدُّنْیَا وَھْمٌ (ترجمہ: دنیا وہم ہے) اسی بات کی تصدیق کرتا ہے۔ جب طالبِ مولیٰ کے دل سے کونین کے وجود کا وہم نکل جاتا ہے اور وجودِ غیر کا خیال بھی اس کے دل سے محو ہو جاتا ہے تو کائنات کا ایک ذرّہ بھی اس کے لیے موجود نہیں رہتا۔ پس وہ عین الیقین کی نظر سے جس طرف بھی دیکھتا ہے اُسے صرف حق تعالیٰ ہی نظر آتا ہے اور غیر ماسویٰ اللہ کا وہم ہرگز اس کے دل میں باقی نہیں رہتا۔

ے ہر چہ نظر کنم ترا پنداریم

ترجمہ: میں جس طرف بھی نظر کرتا ہوں تجھے ہی پاتا ہوں۔

تیسری تجلی وہ ہے جو نہ صورت میں نمودار ہوتی ہے نہ معنی میں۔ اس کی صورت اور معنی محبّ کے دِل میں ظاہر نہیں ہوتے بلکہ جلالِ حق تعالیٰ یوں تجلی کرتا ہے کہ سالک کا وجود ہی باقی نہیں رہتا اور اس کا ظاہر و باطن فنا اور مفقود ہو جاتا ہے۔ پس سالک وجودِ حق کا متلاشی ہوتا ہے اور اُسے اپنے آپ کا شعور تک نہیں رہتا۔ اس کی تمام بشری عادات و رسومات ختم ہو جاتی ہیں اور وہ اپنے ظاہری و باطنی وجود کی حقیقت کو پالیتا ہے، پھر جدھر دیکھتا ہے حق ہی دیکھتا ہے۔ پس اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا اور وہ یہ بیت پڑھتا ہے:

درین شہر بگو یا تو باشی یا من

کاشفتہ بود کار ولایت بدوتن

ترجمہ: اس شہرِ وجود میں یا تُو رہ سکتا ہے یا میں رہ سکتا ہوں کیونکہ دو بادشاہوں کی موجودگی میں شہر کا نظام نہیں چلایا جا سکتا۔

جب محبوب صورت اور معنی کا حجاب اپنے آپ سے اٹھا دیتا ہے تو اس کا جمال اور جلال پوری شان سے ظاہر ہو جاتا ہے اور اپنے محبّ سے کہتا ہے:

❁ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ (110:1)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچی۔

پس طالب بہادر و شجاع ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (17:81)

ترجمہ: اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔

اس حکم کے مطابق طالبِ مولیٰ کی اپنی ذات باقی نہیں رہتی۔

۞ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ج (27:34)

ترجمہ: بے شک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور اُس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ ظہور فرماتا ہے تو طالبِ مولیٰ کا وجود درمیان سے نکل جاتا ہے اور اس جگہ 'تو اور میں' کا معاملہ نہیں رہتا۔ اصل حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

؎ اندر رہ عشق یا تو باشی یا من

ترجمہ: راہِ عشق میں یا تو رہے گا یا میں۔

ایک روز ایک مچھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے تیز ہوا کے چلنے سے آ گرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "کیا ہوا کو حاضر کریں اور اس سے پوچھیں کہ اس نے تیرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔" مچھر نے عرض کی "یا نبی اللہ یا رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اگر مجھ میں مقابلہ اور مزاحمت کی طاقت ہوتی تو میں ایسے ہوا کا تھپیڑا کھا کر نہ گرتا۔"

در کدام آئینہ در آید او
حق را روئے کے نماید او

ترجمہ: وہ کونسا آئینہ ہے جسے حق نے اپنے چہرے کے اظہار کے لیے منتخب کیا ہے، وہ کس آئینے میں ظاہر ہے کہ میں اسے دیکھ سکوں؟

اے جانِ عزیز! یہ بات یاد رکھ کہ تجلیٔ اوّل تجلیٔ احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور یہ خاص تجلی خاتم الانبیا

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی اُمت کا خاصہ ہے۔ اِس کی تعریف یہ ہے کہ:

❁ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَۃِ الرَّحْمٰنِ

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو صورتِ رحمٰن پر تخلیق فرمایا۔

اور یہ فرمان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے حق میں ہے۔ اس تجلی کا عین نزول بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ پر ہوا، اس کی دلیل یہ قول ہے:

❁ لِکُلِّ وَاحِدٍ تَجَلّٰی عَامًا وَلِاَبِیْ بَکْرٍ تَجَلّٰی خَاصَۃً

ترجمہ: ہر ایک کے لیے عام تجلی ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے لیے تجلیٔ خاص ہے۔

اس تجلیٔ خاصہ کا نزول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباعِ کامل کی بدولت ہوتا ہے اور جسے یہ تجلیٔ خاصہ نصیب ہو جاتی ہے اُسے اس کی بے حد لذت محسوس ہوتی ہے۔ اس کے دِل میں بے شمار ذوق اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ مرشد سے اس کی (باطنی) صحبت کمال کو پہنچ جاتی ہے جو اسے وَھم کی قوت عطا کرتا ہے اور ہر لمحے اس کے دل میں ایک نئی حلاوت اور نیا نور پیدا ہوتا ہے اور دِل ہر وقت اس تجلیٔ خاص کا نظارہ کرتا رہتا ہے۔ تجلیٔ اوّل کی علامت یہ ہے کہ وہ ایک طالب میں ایک ہی صورت میں دو دفعہ ظاہر نہیں ہوتی اور نہ ہی دو آئینوں میں ایک ہی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ ''قوت القلوب'' میں شیخ ابو طالب مکی قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں:

لَا یَتَجَلّٰی فِیْ صُوْرَۃٍ مَرَّتَیْنِ
وَ لَا یَتَجَلّٰی فِیْ صُوْرَۃِ الْاِثْنَیْنِ

ترجمہ: وہ ایک صورت میں ایک جیسی تجلی دو بار نہیں کرتا اور نہ ہی دو صورتوں میں ایک جیسی تجلی فرماتا ہے۔

اے جانِ عزیز! اس جگہ محبّ کے دِل میں ہر لمحہ ایک نئی صورت پیدا ہوتی ہے اور ہر لحظہ اس صورت کی خوبصورتی پہلے سے زیادہ اور خوب تر ہوتی چلی جاتی ہے اور ہر سانس کے ساتھ ایک نیا نور پیدا ہوتا ہے۔ یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ (5:54) (ترجمہ: وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے

ہیں) کے مطابق ہر وقت ان کی محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور محبوب ہر لمحہ اپنے محبّ کے لیے مشتاق تر ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی ذات کو بھول کر محبّ کی ذات میں گم ہو جاتا ہے۔ اللہ کے عاشق صادق شیخ فخر الدین عراقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چون جمالش صد ہزاراں روئے داشت
بود در ہر ذرہ دیدار دگر

ترجمہ: چونکہ اللہ تعالیٰ کے جمال کی کئی سو ہزار بلکہ بے شمار صورتیں ہیں اس لیے وہ ہر ذرہ میں ایک نئی صورت میں جلوہ گر ہے۔

لاجرم ہر ذرہ را بنمود
باز از جمالے خویش رخسارے دگر

ترجمہ: بے شک وہ ہر ذرہ میں ایک نئی صورت سے جلوہ گر ہے۔ جب بھی تو اُسے دوبارہ دیکھے گا تو وہ پہلے والی صورت میں نظر نہیں آئے گا بلکہ ایک نئی صورت میں اپنے جمال کے جلوے بکھیرتا ہوا نظر آئے گا۔

خود یکیست آں اصل عدد
بہر آنکہ تا بود ہر دم گرفتار دِگر

ترجمہ: حقیقت میں وہ ایک ہی ہے لیکن ہر لحظہ ایک نئی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تاکہ اس کے محبّ ہر دم اس کے نئے نئے جلوؤں کے اسیر رہیں۔

اے جانِ عزیز! جب محبوب (اللہ تعالیٰ) ہر لمحہ اپنے حسن و جمال کو خوب تر کر کے دکھاتا ہے تو محبّ (طالبِ مولیٰ) میں اللہ کے دیدار کا اشتیاق بڑھتا چلا جاتا ہے جس سے اس کا دل مصفا تر ہوتا جاتا ہے اور اس کی باطنی نگاہ تیز تر ہوتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ فِيٓ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ (95:4) (ترجمہ: ہم نے اسے احسن تقویم کیا) کے مطابق احسن صورت کو پا لیتا ہے اور اپنی بصیرت سے اس واحد اور بے عدد ذات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ محبّ کا دِل ہر وقت گردش میں یعنی محبوب کے لیے بیقرار

رہتا ہے۔اس کے دِل کا حال اس بیان کے مطابق ہو جاتا ہے:

❁ قَلْبُ الْمُتَوَسِّطِ كَرِيْشَةٍ فِيْ فَلَاةٍ تُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ ظَهْرًا وَبَطْنًا

ترجمہ: متوسط طالب کا دِل جنگل میں پڑے ایک ایسے پَر کی مانند ہے جسے ہوا اِدھر اُدھر اُڑائے پھرتی ہے۔

ہر لمحہ اس کا دِل گردش میں رہتا ہے اور اس میں انقلاب برپا رہتا ہے۔

❁ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ (50:37) اِذْ تَكَرَّرَ تَقَلُّبٌ

ترجمہ: بیشک اِس میں اُس شخص کے لیے نصیحت ہے جو صاحبِ قلب ہے۔جس کے قلب کی حالت لحہ بہ لحہ بدلتی رہتی ہے۔

یہ احوال متوسط طالب کے ہیں۔ جب یہ حالت دائمی ہو جاتی ہے تو ہر لمحہ اس واحد ذات کی ہزاروں مختلف صورتیں اس کے دِل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ:

❁ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پہچانا پس تحقیق اُس نے اپنے ربّ کو پہچانا۔

پس وہ ہر شے کی حقیقت جان جاتا ہے۔

❁ وَلَوْنُ الْمَآءِ كَلَوْنِ الْاِنَآءِ

ترجمہ: پانی کا رنگ وہی ہوتا ہے جیسا برتن کا رنگ ہو۔

اس حدیث مبارکہ کے مطابق اس کے دل کی حالت ہر وقت بدلتی رہتی ہے:

❁ اَلْقَلْبُ بَيْنَ اَصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَآءُ

ترجمہ: طالبِ مولیٰ کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، وہ جس طرف چاہتا ہے قلب کو پھیر دیتا ہے۔

طالبِ مولیٰ کے آئینہ دِل میں بھی تفاوت پیدا ہوتی رہتی ہے اور ہر لمحہ اس میں نئی صورت نظر آتی ہے۔

نظارہ کناں روئے خویت چون در نگذ ارند از کرامت ہا

و روئے خویش بیند و نجاست و تفاوت نشان ہا

ترجمہ: جب دیکھنے والے آپ کے چہرے کا نظارہ کرتے ہیں تو اس کرامت کی مدح کیے بغیر نہیں رہ سکتے اور اس کے بعد جب وہ اپنے چہرہ کو دیکھتے ہیں تو سوائے نجاست اور نقص کے انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

اے جانِ عزیز! اللہ تعالیٰ کے دیدار اور محبت میں مست لوگوں کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ایک نئی شان نظر آتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ O (55:29)

ترجمہ: ھوکی ہر روز ایک نئی شان ہے۔

جب وہ ہر لمحہ اپنے آئینہ دل میں اس نئی شان کا نظارہ کرتے ہیں تو احوالِ دل میں ہر ساعت تنوع و تبدیلی پیدا ہوتی ہے کیونکہ:

لَوْنُ الْمُحِبِّ وَلَوْنُ الْمَحْبُوْبِہٖ

ترجمہ: محبّ کا رنگ وہی ہوتا ہے جو اس کے محبوب کا رنگ ہو۔

پس محبّ جان جاتا ہے کہ نورِ حق کس طرح تمام مظاہر میں سرایت کیے ہوئے ہے اور کس طرح مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ محبّ و محبوب کے درمیان سے تمام پردے ہٹ جاتے ہیں اور محبّ کے وجود میں محبوب مطلق قرار پکڑ لیتا ہے جس سے تمام عالم ایک ہو جاتا ہے۔ یہی مقام طالبِ مولیٰ کے لیے خوشی اور کامیابی کی وجہ ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

رِقَّةُ الزُّجَاجِ وَ رِقَّةُ الْخَمْرِ وَ تَشَابَهَا وَ تَشَاكَلَا

فَكَاَنَّمَا خَمْرٌ وَ لَا قَدَحٌ وَ كَاَنَّمَا قَدَحٌ وَ لَا خَمْرٌ

ترجمہ: جو رنگ شراب کا ہے وہی رنگ جام نے اختیار کر لیا ہے، دونوں کی صورت ایک ہی ہو گئی ہے۔ گویا شراب ہی ہے نہ کہ جام اور کبھی ایسا لگتا ہے کہ جام ہے نہ کہ شراب۔

تجلیٔ صفات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام مبارک اسمائے حسنہ میں سے کوئی ایک اسم طالبِ مولیٰ پر غالب آجاتا ہے اور اس کے ظاہر و باطن پر تجلی کرتا ہے۔ اس اسم کے آثار طالب کے دِل میں ظاہر ہوجاتے ہیں۔ وہ اس اسم کے تمام خواص سے متصف ہوجاتا ہے اور اس کی تاثیر طالبِ مولیٰ کے وجود میں جاری و ساری ہوجاتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا صفاتی اسم مبارک اَلْعَلِیْمُ حضرت آدم علیہ السلام میں ظاہر ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (2:31)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام اسما کا علم عطا کیا۔

اس اسم کی خاصیت جب حضرت آدم علیہ السلام میں ظاہر ہوئی تو انہوں نے ہر چیز کے نام کو اپنے اندر منقش دیکھا اور اللہ کے حکم پر ملائکہ کے سامنے دہرایا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ پر صفاتی اسم اَلْمُحِیُ (زندہ کرنے والا) کی تجلی کا ظہور ہوا جس کی خاصیت سے حضرت عیسیٰؑ جس مردے کو ہاتھ لگاتے وہ زندہ ہوجاتا۔ اسی طرح دیگر تمام اسمائے صفاتی کی تجلیات کی شناخت کی جاسکتی ہے اور ان کو سمجھا جاسکتا ہے۔

اے جانِ عزیز! تجلیٔ شہادت یہ ہے کہ جب طالبِ مولیٰ پر غیبی تجلی کا اوّل نزول ہوتا ہے تو وہ اس غیبی تجلی سے معمور ہوجاتا ہے اور اس کا نور طالب پر اس قدر غالب آجاتا ہے کہ وہ تمام اشیا میں اُسی ذاتِ بحت کو دیکھتا ہے۔ جس چیز پر بھی اس کی نظر پڑتی ہے اسے ذاتِ مطلق کی تجلی ہی نظر آتی ہے۔ وہ تمام مظاہر میں وجودِ حق کو ہی پاتا اور دیکھتا ہے اور جان جاتا ہے کہ عین ذاتِ مطلق کے سوا کچھ موجود نہیں۔ جب وہ تحقیق کی نظر سے دیکھتا ہے تو جان لیتا ہے کہ اشیا خواہ سو ہوں یا ہزار ان کی حقیقت ایک ہی ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ وَمَا بَقِيَتْ لَهٗ صُوْرَةٌ اِلَّا وَ يَرٰى عَيْنَ الْحَقِّ عَيْنُهَا هٰذِهٖ اَیِ الْمَعْرِفَةِ التَّامَّةِ الْكَامِلَةِ الَّتِیْ جَآءَتْ بِهَا شَرِيْعَةُ الْمُطَهَّرَةِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَحِكْمَةُ اَيْضًا بِهَا الْاَوْهَامُ كُلُّهَا وَلِذٰلِكَ كَانَتِ الْاَوْهَامُ اَقْوٰى سُلْطَانًا فِیْ هٰذِهِ النَّشْاَةِ

ترجمہ: اور پھر طالبِ مولیٰ کے لیے ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ حق کو عین حق کی نظر سے دیکھتا ہے اور یہی مکمل و کامل معرفت ہے جو شریعتِ مطہرہ میں اللہ کی طرف سے حکمت کے ساتھ نصیب ہوتی ہے۔ اسی طرح اوھام ہے جو معرفت تک پہنچاتا ہے (یعنی معرفت تک پہنچنے کے لیے کامل اوھام کا ہونا لازمی ہے) کیونکہ اوھام ہی اِس راستہ (فقر) کا قوی سلطان (مرشد کامل اکمل) ہے۔

اے جانِ عزیز! شطّار فعال کے وزن پر ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے۔ شطّار اسے کہتے ہیں جو شطرنج کے بے شمار داؤ پیچ جانتا ہو۔ پس اسی طرح راہِ سلوک کا شطّار وہ ہے جو ہمیشہ اس راہ کی سیر میں مشغول رہے اور اس کے سِرّ سے واقف ہو۔ وہ کسی ظاہری عمل کا محتاج نہیں ہوتا کہ راہِ سلوک کا شطّار اپنی سیر وَہم کے ذریعہ کرتا ہے۔ اس کی سیر بادل کی طرح ہوتی ہے جو اگرچہ رکا ہوا محسوس ہوتا ہے مگر حقیقت میں ہر وقت چلتا رہتا ہے۔ طالبِ مولیٰ کو بھی بادل کی طرح ہر وقت لامتناہی سیر حاصل ہوتی ہے اور کوئی بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ شاطر ہوتا ہے۔ شاطر اسے کہتے ہیں جو دین و دنیا کے معاملات میں تھوڑے عمل سے بہت پالے۔

ایک بزرگ نے اپنے کسی دوست بزرگ کو لکھا کہ عجیب بات ہے کہ کوئی دِن رات سویا رہے اور قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے بغیر منزل پر پہنچنے کی امید رکھے؟ دوسرے بزرگ نے جواب میں لکھا کہ اے بھائی! اس راہ میں کچھ ایسے مرد بھی ہیں جو دِن رات سوئے رہتے ہیں اور قافلہ کے ساتھ بھی روانہ نہیں ہوتے لیکن منزل پر پہنچنے کی بھی امید کرتے ہیں۔ ایسے ہی سالکوں کو شطّار کا نام دیا گیا ہے کہ بظاہر وہ دن رات سونے یا کھانے پینے، مباشرت کرنے یا ایسے ہی دیگر کاموں میں مشغول نظر آتے ہیں اس کے باوجود ان کا حضوری کا سفر جاری رہتا ہے۔ یہ ایسے سائر ہوتے ہیں کہ ان کی سیر کا کسی کو بھی علم نہیں ہوتا۔ وہ انبیا کے قدم پر ہوتے ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا:

✿ اَلْاَنْبِیَآءُ یُصَلُّوْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ

ترجمہ: انبیاؑ اپنے قلوب میں نماز ادا کرتے ہیں۔

انہی کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

قَالِبُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ قُلُوبُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

ترجمہ: ان کے جسم دنیا میں ہیں اور ان کے قلب آخرت میں ہیں۔

یہ لوگ اوھام کے ذریعے مخفی سیر کرتے ہیں۔ اہلِ دلان کی اصطلاح میں شطار تیز رفتار اور کرم زو کو بھی کہا جاتا ہے۔ تاہم حقیقت تو یہ ہے کہ:

اَرَادَ النَّاسُ عَلٰى وَضَعَ بِشَيْءٍ

ترجمہ: (عام) لوگ چیزوں کو ظاہری صورت کے لحاظ سے دیکھتے ہیں۔

اے جانِ عزیز! مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (ترجمہ: مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے حکم کے مطابق یہاں طالبِ مولیٰ کا دِل اور روح ایک ہو جاتے ہیں۔ طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ اپنا دِل اللہ تعالیٰ کی حضوری کی خاطر علما (مرشد کامل اکمل) کے سپرد کر دے اور پھر یہ بیت پڑھے:

اے جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست
روزی رخش بہ بیم تسلیم وے کنم

ترجمہ: اے ادھار میں ملی ہوئی زندگی! ایک دن تو تجھے جانا ہی تھا، میں تجھے اپنے دوست کے سپرد کرتا ہوں۔ آج شاید تیری کوئی قیمت ہو اور تجھے میرا دوست قبول کر لے۔

طالبِ صادق کے لیے ضروری ہے کہ وہ ''مرنے سے پہلے مر جاؤ'' کے مقام تک خود کو پہنچائے اور دل و جان سے یہ بیت پڑھے:

جان بجانان دہ اگر نہ بستاند اجل
خود تو منصف باش بنگر این نیکو یا آن نیکو

ترجمہ: یہ جان دوست پر نچھاور کر دے، اس سے پہلے کہ فرشتۂ اجل تیری جان اُچک لے۔ تو خود ہی انصاف کر کہ یہ جان خود ہی دینا بہتر ہے یا کہ فرشتۂ اجل کا لے جانا!

اے جانِ عزیز! اپنی زندگی میں ہی دنیا اور آخرت کو ترک کرنے کی خواہش کر کیونکہ:

اَلدُّنْيَا حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الْاٰخِرَةِ وَالْاٰخِرَةُ حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَهُمَا حَرَامَانِ

عَلٰی اَھْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ: دنیا اہلِ آخرت پر حرام ہے اور آخرت اہلِ دنیا پر حرام ہے اور اہلِ اللہ پر دونوں حرام ہیں۔ جو بھی دنیا اور آخرت کو چھوڑ دیتا ہے اور مرنے سے پہلے مر جاتا ہے وہ کسی بھی لمحہ سیرِ الٰہی سے غافل نہیں رہتا نہ ہی اپنے دل کو کسی بھی شے (غیر اللہ) سے آلودہ ہونے دیتا ہے۔

دنیا است بلا خانہ و عقبٰی نعیم وجود
من حاصل این ہر دو بیک جو بستاند
این غرّہ بدنیا باشد و آن غرّہ بعقبٰی
من فارغ ازین ہر دو نہ ایم نہ آنم

ترجمہ: دنیا بلاؤں کا گھر ہے اور عقبٰی نعمتوں کی جگہ ہے۔ مجھے یہ دونوں حاصل ہیں مگر میرے دِل میں ان کی قدر جو کے دانہ سے زیادہ نہیں۔ ایک گروہ دنیا پر مغرور ہے اور دوسرا گروہ جنت پر۔ میں ان دونوں سے فارغ ہوں، نہ میں دنیا داروں میں سے ہوں نہ عقبٰی والوں میں سے۔

سُلْطَانُ الْوَھْمِ اَعْظَمُ فِیْ ھٰذِہِ النَّشْأَۃِ الْاِنْسَانِیَّۃِ

ترجمہ: تمام تخلیقِ انسانی میں سلطان الوھم سب سے اعظم ہے۔

اے جانِ عزیز! اس جگہ سلطان الوھم کے تصرف سے وھم کامل ہو کر عالمِ ملک وملکوت میں جاری ہو جاتا ہے اور طالبِ مولیٰ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ پس طالبِ مولیٰ کے دِل میں جو بھی خیال گزرتا ہے وہ کچھ ہی دنوں میں ظاہر اور پورا ہو جاتا ہے اور سلطان الوھم کی قوت سے طالبِ مولیٰ کا دِل اللہ تعالیٰ کا قلم بن جاتا ہے۔ طالبِ مولیٰ کا دِل حقیقتِ مؤثرہ کے تحت آ جاتا ہے اور وہ اس سے ہرگز تجاوز نہیں کرتا۔ تمام عالمِ ارواح اس کے روبرو ہوتا ہے اور اس کے دل کے سامنے ارادت سے پیش آتا ہے۔ اوھام کی بدولت وہ جسے چاہتا ہے یک بیک حاضر کر کے اپنے وجود میں اس سے کلام کرتا ہے۔ اس کا حکم ہر ایک پر حاوی ہو جاتا ہے اور کوئی بھی اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحِ مبارکہ کی برکت سے وہ تمام انبیا اور اولیا کرام کی

ارواحِ مقدسہ سے ملاقات کر سکتا ہے اور جو بھی ان سے طلب کرتا ہے فوراً پا لیتا ہے۔ کچھ بھی عالِم دل سے باہر نہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ کوئی شے بھی عارف سے زیادہ طاقت والی نہیں ہے۔

اے جانِ عزیز! اس مقام پر پیرِ کامل متوسط سائر کے دِل سے ذکرِ نفی[1] کو نکال کر اپنے تصرف سے ذکرِ اثبات اِلَّا اللّٰہُ جاری کر دیتا ہے تا کہ طالبِ مولیٰ کو دائمی سیرِ دِل حاصل ہو جائے اور وہ ہر لمحہ آگے بڑھتا جائے۔ اس کا کوئی سانس بھی ذکر سے خالی نہیں رہتا۔ فکر ایک ایسا حال ہے جو کسی وقت ہوتا ہے اور کسی وقت نہیں ہوتا لیکن ذکر اگر دِل میں متمکن ہو جائے تو دل کبھی بھی یادِ حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔ چنانچہ نزہت الارواح میں لکھا ہے ”جو بھی عشق کا دعویٰ کرتا ہے وقت کے قاضی کو چاہیے کہ اس سے دو گواہ طلب کرے۔ یہ گواہ ذکر اور فکر ہیں۔ اگر یہ دونوں گواہ لفظاً و معناً متفق ہو کر شہادت دیں تو دعویٰ درست ثابت ہو جائے گا۔ اب یہ دعویٰ خارج اور جھگڑا ختم“۔

اے جانِ عزیز! شریعت کی نماز اور ہے اور نمازِ طریقت و حقیقت اور ہے۔ شریعت کی نماز کو ظاہری ارکان اور احکامات کے مطابق ادا کیا جاتا ہے اور اس طریقہ کو سبھی جانتے ہیں۔ طریقت کی نماز یہ ہے کہ دِل میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جائے اور نورِ بصیرت سے عالمِ حقیقت و غیب کو دیکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی جائے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ (51:56)

ترجمہ: اور ہم نے جن و انس کو اپنی عبادت (یعنی معرفت) کے لیے پیدا کیا۔

پس اس مقامِ معرفت تک پہنچا جائے، حکمِ باری تعالیٰ ہے:

- وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (20:14)

ترجمہ: اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

جب طالبِ مولیٰ ظاہر و باطن میں ایسی نماز قائم کرتا ہے تو وہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ:

- اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (6:162)

ترجمہ: بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام

---

[1] ذکرِ نفی سے مراد ذکرِ لَآ اِلٰہَ ہے۔

عالمین کا ربّ ہے۔

ایسی ہی نماز میں نمازی کا دل عروج حاصل کرتا ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ: نماز مومنین کی معراج ہے۔

یہ نماز طالبِ مولیٰ کو اس مقام تک پہنچاتی ہے:

❁ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ (54:55)

ترجمہ: صدق کی مجلس میں مقتدر اور قادر کی بارگاہ میں (بیٹھے) ہوں گے۔

اور اس کے دل کو حضوری حاصل ہو جاتی ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ

ترجمہ: حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

پس وہ مناجات کی منزل تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا:

❁ اَلْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ

ترجمہ: نمازی اپنے ربّ سے مناجات کرتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ کو فرمایا:

❁ اَرِحْنَا یَا بِلَالُ

ترجمہ: اے بلال! ہمیں راحت دو۔

اللہ تعالیٰ روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسے فرحت عطا کرتے ہوئے فرماتا ہے:

❁ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ (56:89)

ترجمہ: پس راحت، پھولوں کے باغات اور جنتِ نعیم ہے۔

❁ وَالَاطَالُ شَوْقَ الْاَبْرَارِ اِلٰی تَعَالٰی

ترجمہ: اور نیک لوگوں کا شوق اللہ تعالیٰ کے لیے بڑھتا ہے۔

شدتِ شوق کا یہ سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور طالب کہتا ہے:

❁ وَاِنِّیْ اَللّٰھُمَّ لَاَشَدُّ شَوْقًا اِلَیْكَ

ترجمہ: اے اللہ! بیشک میں تیری ملاقات کا شدت سے شوق رکھتا ہوں۔

اللہ اسے اپنی جانب کھینچ لیتا ہے اور وہ اللہ کے اس فرمان کا واضح مشاہدہ کرتا ہے:

❁ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

ترجمہ: جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہوتا ہوں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ

ترجمہ: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے مطابق طالب مولیٰ کے دِل میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ہر رکن کی ادائیگی اس آیت کے مبابق کرتا ہے:

❁ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ (15:99)

ترجمہ: اور اپنے ربّ کی اس قدر عبادت کرو کہ تمہیں حق الیقین حاصل ہو جائے۔

اور اپنے دل میں اللہ کا مشاہدہ کرتا ہے۔

❁ وَاللّٰہُ فِی الْقَلْبِ الْمُصَلِّیْ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نمازی کے دِل میں ہوتا ہے۔

اگر نماز کے دوران تجھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مندرجہ ذیل حکم کے مطابق جمالِ الٰہی کا مشاہدہ اور بصیرت حاصل ہو تو تُو نمازی ہے ورنہ نہیں:

❁ وَاعْبُدْ کَاَنَّكَ تَرَاہُ

ترجمہ: (اللہ کی) عبادت ایسے کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔

حقیقت کی نماز یہ ہے کہ توحیدِ مطلق وجود میں یوں ظاہر ہو کہ نمازی کی بشریت اور اپنا وجود ختم ہو

جائے۔ اس کی تمام رسومات و عادات اور تمام غیر ماسویٰ اللہ اس کے وجود سے نکل جائیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ

ترجمہ: جب فقر مکمل ہوتا ہے وہی اللہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اس کے وجود میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیا خوب کہا گیا ہے کہ:

ہیچ باشی چو جفت کردی تو
ہمہ باشی چو ہیچ کردی تو

ترجمہ: اس وقت تک تو کچھ نہیں ہے جب تک تو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے لیکن جب تو اپنے آپ کو ہیچ سمجھے گا اس وقت تو سب کچھ ہے۔

اے جانِ عزیز! طریقت کی انتہا کو پہنچنے والے طالبِ مولیٰ کے دل میں مشاہدۂ حق تعالیٰ کے بعد بے انتہا شوق و اشتیاق کا بحرِ تلاطم ہر دم ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔ اس بے کنار دریائے عشق سے دردِ یار کا ایک شعلہ بھڑکتا ہے جسے مقامِ درد کہتے ہیں اور یہ راہِ طریقت کے انتہائی مقامات میں سے ایک ہے۔ مریدِ تحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو یہ مقام حاصل ہے۔ ایک دن اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کے گھر گئیں تو انہیں آگ پر گوشت بھونے جانے کی خوشبو آئی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ''اے والدِ محترم! آپکے گھر میں تو گوشت بھونا جا رہا ہے اور اس کی خوشبو اس ضعیف کے دماغ کو پہنچ رہی ہے۔ دو روز ہوئے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا، کیا آپ کو میری یاد نہیں آئی!'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ''اے میری بیٹی! یہ جو بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو تیرے دماغ تک پہنچ رہی ہے یہ تیرے بابا کے سوختہ جگر کی ہے جو دن رات ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے درد سے کباب کی طرح جل رہا ہے''۔ نیز اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دَائِمُ الْفِكْرِ وَطَوِيْلُ الْحُزْنِ

ترجمہ: حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دائمی فکر اور طویل حزن میں رہتے تھے۔

دائمی فکر میں رہنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں رہتے اور کسی لمحہ بھی مشاہدۂ تجلیٔ حق تعالیٰ سے باز نہ رہتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دِل زیادہ تر حزن کی حالت میں رہتا تھا یعنی ہر لمحہ دردِ عشق و محبت اور شعلۂ اشتیاق میں مبتلا رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دونوں جہانوں سے بیزار ہو کر فرمایا ''کفر کافر کے لیے ہے اور دین دیندار کے لیے، میرے لیے تیرے چیر دینے والے درد کی عطا ہے''۔

اے جانِ عزیز! مرشد کامل اکمل ایسا شطّار ہوتا ہے جو متوسط سائر اور محبت کرنے والے مرید کو وھمِ کامل کے واسطے سے اور اس کی ہمت کے مطابق ہر تصرف عطا کر سکتا ہے اور جس مقام پر بھی مرید چاہے پہنچا دیتا ہے۔ اس مقام پر وہ مالک و متصرف ہو جاتا ہے۔ اُس کے رکے ہوئے کام جہتِ مؤثرہ سے تکمیل کو پہنچ جاتے ہیں۔ جس قدر طالبِ مولیٰ عالم اوھام میں کامل ہوتا چلا جاتا ہے اس قدر ہی اُسے تصرف حاصل ہوتا جاتا ہے۔ نیز اس جگہ اُسے ہوشیار رہنا چاہیے اور رکنا نہیں چاہیے بلکہ آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔ اُسے چاہیے کہ توحید مطلق میں خود کو محو کر لے تا کہ اس کا قلب و قالب یک رنگ ہو جائیں۔ اس طرح تمام عالمِ لطیف طالبِ مولیٰ کے دِل میں سما جاتے ہیں۔ وہ اس راہ کی تمام منزلیں، مقامات اور تمام درجات اوھام سے حاصل کر لیتا ہے اور منتہی واصل بن جاتا ہے۔ البتہ طالبِ مولیٰ کو اس مقام پر بھی نہیں رکنا چاہیے۔ حکم ہے:

مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ

ترجمہ: جس نے دو یوم سے زیادہ ایک جگہ استویٰ کیا وہ نقصان میں ہے۔

لہٰذا طالبِ مولیٰ کو ایک مقام پر رک کر اپنا نقصان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَالِیٌّ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہے۔

پس طالبِ مولیٰ کو ترقی کرنی چاہیے اور اللہ کی طرف عروج کرتے رہنا چاہیے۔

اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (53:42)

ترجمہ: بے شک ہر چیز کی انتہا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔

لہٰذا طالبِ مولیٰ کو بلا توقف اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتے رہنا چاہیے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے:

اَلسُّكُوْتُ حَرَامٌ عَلٰى قُلُوْبِ الْاَوْلِيَآءِ

ترجمہ: اولیا کے قلوب پر سکوت حرام ہے۔

جب حق تعالیٰ ان میں مکمل ظاہر ہو جاتا ہے تو جس مہم کو بھی وہ شروع کرتے ہیں اسے کامیابی سے تکمیل تک پہنچاتے ہیں اور کسی بھی مہم کو نامکمل نہیں چھوڑتے کہ اللہ کی راہ کو ترک کر کے واپس لوٹ جانا مردانگی نہیں ہے۔

مصرعہ

خسرو چو علم شدی بکاری آخر دران بکوئے یارے

ترجمہ: خسرو جب اپنے محبوب کے قرب میں پہنچا تو ہی اسے اپنے وجود کے مقصد کا علم ہوا۔

اے جانِ عزیز! اس مقام پر طالبِ مولیٰ متوسط سائر اور محبت کا شطار ہو جاتا ہے۔ جب وہ سیر کرتا ہوا اس مقام سے آگے جاتا ہے تو انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور واصل باللہ ہو جاتا ہے۔

وَاصِلُ اللّٰهِ اَلْهَادِئُ عَلَى الرِّشَادِ

ترجمہ: اللہ سے واصل ھادی صاحبِ ارشاد ہوتا ہے۔

اصل منتہی صاحبِ نفس (مطمئنہ) اور حق الیقین رکھنے والا سالک ہے اور ابوالوقت کہلاتا ہے۔ اس کا مقام صحو ہے اور اثبات اس کی اجابت[1] ہے۔ اس جگہ سے آگے بڑھنا چاہیے اور مقامات کو عبور کرتے ہوئے مقامِ تمکین پر پہنچنا چاہیے۔ یہاں پہنچ کر احوال اسے متغیر نہیں کرتے اور شدتِ حال کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ رضا، منع، عطا، جفا، وفا سب اس کے لیے برابر ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے کھانا اور بھوک برابر، سونا اور جاگنا برابر۔ تمام لذتیں اس کے لیے فانی ہو جاتی ہیں اور

[1] قبول کرنا، ماننا، جواب دینا

صرف حقوق باقی رہ جاتے ہیں۔ اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ اور باطن خالق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ ہونا نہ ہونا اس کے لیے برابر ہو جاتا ہے۔ اے جانِ عزیز! منتہی واصل وھمِ کامل کی بدولت دائم السیر ہوتا ہے۔ اس کی خصوصیت اس حدیث میں بیان کی گئی ہے:

تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ

ترجمہ: ایک گھڑی کا تفکر دونوں جہانوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

یعنی منتہی واصل کا ایک لمحہ کا تفکر جن وانس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اسی وجہ سے منتہی واصل کی وھمِ کامل کے ذریعہ سے کی گئی سیر دیگر تمام سیر ہا سے بہتر ہے اور کوئی سیر بھی اس کی سیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس کا ایک لمحہ کا تفکر اسے ہزار سال کی مسافت طے کروا دیتا ہے اور وھم کے ذریعہ بے انتہا تجلیات کا اس پر نزول ہوتا ہے۔ تمام جن وانس کی عبادت سے بھی اس راہ کی سیر حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا تعلق ظاہری اعضا سے نہیں بلکہ دِل کی سیر سے ہے۔

جب منتہی واصل پر بے انتہا تجلیات کا نزول ہوتا ہے تو وہ عین ہو جاتا ہے اور خود کو محبوب کے لباس میں ملبوس کر کے اس کی ہی صورت اختیار کر لیتا ہے اور احدیت مطلق کے سمندر میں اس طرح غوطہ لگاتا ہے کہ خود کو اس میں گم کر دیتا ہے۔ جب وہ بحرِ احدیت سے نمودار ہوتا ہے تو نہ وہ بیم و خوف کو پہچانتا ہے نہ زندگی کو کیونکہ وہ ایسے بحر میں غرق ہوتا ہے جس میں نہ ماضی اور نہ ہی مستقبل ہے۔ حتیٰ کہ اس کی خودی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ (55:26-27)

ترجمہ: ہر ایک چیز کو فنا ہے اور بقا صرف تیرے ربّ کے چہرہ کو ہے۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق جب طالب کے لیے ہر شے فنا ہو جاتی ہے اور صرف اللہ کا چہرہ باقی رہ جاتا ہے تو وہ ہر قسم کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور فردانیتِ مطلق اس پر ثابت ہو جاتی ہے۔ پس وہ تصدیقِ دل سے وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ (ترجمہ: وہ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں) پکارتا رہتا ہے۔

طُوْبٰی لِمَنْ یَّقُوْلُ اِذَا طَلَعَ الصَّبَاحُ بِخَمْرِ الضَّوْعِ یُضِیْئُ فِیْهِ سُکْرٰتِ الشَّوْقِ

ترجمہ: (وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ) پکارنے والوں کے لیے طوبیٰ ہے کہ جب مخمور صبح طلوع ہوتی ہے تو ان کے سکر اور شوق میں مزید نکھار پیدا کرتی ہے۔

اے جانِ عزیز! جب منتہی اپنے آپ سے گزر جاتا ہے اور دریائے وحدت میں پیوست ہو جاتا ہے تو واحدیتِ مطلق اس کے ظاہر و باطن پہ غالب آجاتی ہے اور لمحہ بہ لمحہ اُس کے اپنے وجود کا اثر ختم ہوتا جاتا ہے۔ اُسے اپنا شعور نہیں رہتا۔ نورِ مطلق میں پیوست ہو کر وہ خود سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

نیت را کعبہ و کنشت یکی است
سایہ را دوزخ و بہشت یکی است

ترجمہ: اگر تیرے دل میں اللہ ہے اور اس کی عبادت کے لیے تیری نیت خالص ہے تو تیرے لیے کعبہ اور بت خانہ ایک جیسے ہیں۔ جب وجود فنا ہو جائے تو جنت اور دوزخ برابر ہو جاتے ہیں۔

عارفین سے صبح کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا وَلَا صَبَاحُ عِنْدِیْ وَلَا مَسَاءُ (ترجمہ: میرے نزدیک نہ صبح ہے اور نہ شام ہے)۔ جس جگہ پر میں ہوں وہاں نہ شام ہے اور نہ صبح ہے، نہ امید ہے اور نہ خوف ہے، نہ حاصل ہے اور نہ ہی مقام ہے:

اِنَّمَا الصَّبَاحُ وَالْمَسَآءُ لِمَنْ یَّسْتَفِیْدُ وَ هٰذَا صِفَتُ لِذَاتِهٖ وَ اَنَا الصِّفَتُ لِیْ

ترجمہ: صبح اور شام تو اس کے لیے ہیں جو اس سے مستفید ہوتے ہیں اور یہ صفت وجود سے متعلق ہے اور میری صفت تو اَنَا ہے۔

جب میری ذات ہی نہیں تو صفات کیونکر ہونگی۔ جب منتہی واصل اَلْفَقْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلَی اللّٰهِ وَلَا غَیْرِهٖ (ترجمہ: فقر نہ اللہ کا محتاج ہوتا ہے نہ اُس کے غیر کا) کی منزل پہ پہنچ جاتا ہے تو وہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهِ (ترجمہ: جب فقر مکمل ہوتا ہے وہی اللہ ہے) سے موصوف ہو جاتا ہے، تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ) کی خاصیت اپنا لیتا ہے اور اَلصُّوْفِیُّ هُوَ اللّٰهُ (ترجمہ:

صوفی (وہ ہے جس میں صرف) اللہ ہے) کے تصرف سے معروف ہو جاتا ہے۔ اس میں غیر اللہ کا دخل نہیں رہتا اور دوئی کا وہم نکل جاتا ہے پس اس کا ظاہر و باطن یک رنگ ہو جاتا ہے۔ وہ لَیْسَ فِیْ جَنْبِیْ سِوَی اللّٰہِ (ترجمہ: میرے پہلو میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) کو اپنے اندر تحقیق کر لیتا ہے اور اللہ کے سوا ہر قید و بند سے آزاد ہو جاتا ہے۔ دونوں جہان سے فارغ ہو کر وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس طرح محو ہو جاتا ہے کہ جیسے وہ کبھی تھا ہی نہیں۔

❁ وَھُوَ الْاٰنَ کَمَا کَانَ

ترجمہ: وہ اب بھی ویسا ہے جیسا کہ وہ تھا۔

ازل اور ابد اس کے سامنے ایک نقطہ کی طرح ہو جاتے ہیں۔

❁ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ (56:10-11)

ترجمہ: اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی مقرب ہیں۔

مندرجہ بالا آیت کے مطابق اُسے سبقت حاصل ہو جاتی ہے۔

❁ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ ق وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (2:5)

ترجمہ: وہی لوگ اپنے ربّ کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

وہ ان فلاح پانے والے لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے اور درج ذیل حکم کے مطابق صدق کی مجلس میں قدم رکھتا ہے:

❁ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ (54:55)

ترجمہ: صدق کی مجلس میں مقتدر اور قادر اللہ کی بارگاہ میں (بیٹھے) ہوں گے۔

پھر وہ کمالِ عروج کو پہنچ جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (5:3)

ترجمہ: آج کے دِن ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

اس آیت کے مطابق اس کی ہمت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ (5:3)

ترجمہ: اور ہم نے تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خورشید اس پر پوری آب وتاب سے چمکتا ہے اور اُسے اللہ تعالیٰ کے روشن انوار میں ڈھال دیتا ہے۔

وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (5:3)

ترجمہ: اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند فرمایا۔

اللہ کے تمام خزانے اسے ودیعت کر دیئے جاتے ہیں۔

وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (63:7)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لیے ہیں تمام آسمانوں اور زمین کے خزانے۔

اور اسے ہر چیز پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔

وَاِذَا رَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡمًا وَّ مُلۡکًا کَبِیۡرًا (76:20)

ترجمہ: اور جب تو ادھر نظر اُٹھائے گا تو تجھے نعمتیں اور بڑی بادشاہت نظر آئے گی۔

اس پر ثابت ہو جاتا ہے کہ:

وَمَنۡ لَہُ الۡمَوۡلٰی فَلَہُ الۡکُلُّ

ترجمہ: جسے مولیٰ مل گیا اُسے سب کچھ مل گیا۔

پس وہ اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔

وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الۡمُنۡتَہٰی (53:42)

ترجمہ: اور بے شک تمہارے ربّ ہی کی طرف انتہا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرتے ہوئے وہ اپنی ابتدا کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

اَلنِّہَایَۃُ ھُوَ الرُّجُوۡعُ اِلَی الۡبِدَایَۃِ

ترجمہ: انتہا ابتدا کی طرف لوٹ جانا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا (4:174)

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن نور اُتارا۔

یہ نور اُسے منور کر دیتا ہے اور وہ مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کو تحقیق کر لیتا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَذۡھَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ (35:34)

ترجمہ: اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے ہمارا غم دور کیا۔

بشریت کا غم اس سے دور ہو جاتا ہے اور اسے کامل استغنا حاصل ہو جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡكَ

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اور وہ اپنی زبانِ حال سے کہتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ اِلٰی وَجۡھِكَ الۡكَرِیۡمِ

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے تیرے کریم چہرہ (کے دیدار) کا سوال کرتا ہوں۔

بیت:

دانی کدام دولت درو وصف می نماید
چشمی کہ باز باشد ہر لحظہ بر جمال

ترجمہ: کیا تو جانتا ہے کہ وہ کونسی دولت ہے جس کے مل جانے سے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو جاتا ہے۔ یہ دولت باطن کی وہ آنکھ ہے جو اگر کھل جائے تو ہر لحہ اللہ تعالیٰ کے جمال کا دیدار کرتی ہے۔

اس جگہ پُرنور (نورِ ذات) نور (طالب کے نورِ بصیرت) کو جلا کر ختم نہیں کرتا بلکہ مزید روشن کر دیتا ہے۔

طُوۡبٰی لِمَنۡ یُّقِیۡمُ مَقَامُ الۡاِطۡلَاقِ

ترجمہ: خوشخبری ہے اس کے لیے جو مقامِ اطلاق پر پہنچ گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ (14:48)

ترجمہ: جس دِن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔

اس آیت کے مصداق اس کے قالب کی زمین صفتِ دل اختیار کر لیتی ہے، دل روح کی صفات اپنا لیتا ہے اور عین نور ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کے باعث کہ اللہ نے ہمیں نور سے بنایا، وہ دعا کرتا ہے:

رَبَّنَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا نُوْرًا

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! اے اللہ! ہمیں نور بنا دے۔

اس کی یہ دعا قبول ہو جاتی ہے اور وہ نورِ الٰہی سے منور ہو جاتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَدْ جَآئَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (5:15)

ترجمہ: اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور اور روشن کتاب آئی۔

متابعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں وہ خلعتِ نور سے مشرف ہو جاتا ہے اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقامِ سراجاً منیراً کی تحقیق حاصل ہو جاتی ہے۔

اس نور سے پیوستہ ہونے کے بعد اس کے بدن کی تاریکی اور کثافت ختم ہو جاتی ہے اور اس کا وجود نور کے ایک بے سایہ مہتاب میں بدل جاتا ہے۔ وہ خلافتِ حقیقی[1] کے لائق بن کر ان علما میں شامل ہو جاتا ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

عُلَمَآءُ اُمَّتِيْ كَالْاَنْبِيَآءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

ترجمہ: میری اُمت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح ہیں۔

بلکہ ایک روایت کے مطابق:

اَفْضَلُ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

ترجمہ: بنی اسرائیل کے انبیا سے افضل ہیں۔

---

[1] خلافتِ حقیقی یا امانتِ الٰہیہ اس مریدِ صادق کو حاصل ہوتی ہے جو اپنے مرشد کی حقیقی اولاد ہو۔ مرشد کی تین قسم کی اولاد ہوتی ہے 1۔ نسبی (بشری اولاد) 2۔ معنوی اولاد (تمام مریدین) 3۔ حقیقی فرزند (جسے امانتِ الٰہیہ منتقل کی جاتی ہے)۔

اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ سے کلام کرتا ہے:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (4:164)

ترجمہ: اور اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔

اللہ تعالیٰ اس پر اپنی تجلی نازل فرماتا ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ (7:143)

ترجمہ: پھر ربّ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح اللہ اس کی بھی مدد اور حفاظت کرتا ہے۔

اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (58:22)

ترجمہ: ان کی مدد اپنی روح سے کی۔

اور اسے جملہ اشیا کا مکمل علم عطا فرماتا ہے۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (18:65)

ترجمہ: اور اُسے اپنا علمِ لدنی عطا فرمایا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے مشرف ہونے کے بعد وہ بلند ترین مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ اس کی صحبت، اس کی نظر حتیٰ کہ اس کا جوٹھا (پانی، کھانا، لباس وغیرہ) بھی راہِ دین کے مریضوں کے لیے شفا کا باعث بن جاتا ہے۔

سُؤْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ شِفَاءٌ لِلْمَرِيْضِ الدِّيْنِ

ترجمہ: مومن کا بچا ہوا دین کے مریض کے لیے شفا ہے۔

اَلصُّحْبَتُ تَوَاثُرٌ

ترجمہ: صحبت اثر ڈالتی ہے۔

اس کی صحبت دوسروں کے وجود پر لطیف اثر ڈالتی ہے اور تجددِ امثال[1] کے تحت نیا وجود عطا کرتی

---

[1] اللہ تعالیٰ ہر دم تجلی فرماتا ہے اور ایک تجلی دوبارہ نہیں ہوتی۔ ہر تجلی ہر موجود کو خلق جدید عطا کرتی ہے اور خلق قدیم کو لے جاتی ہے یوں ہر موجود کو ہر پل ایک نیا وجود عطا ہو رہا ہوتا ہے۔ اسی کو تجددِ امثال کہتے ہیں۔

ہے۔ وہ نیابتِ الٰہی کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر وہ دیکھ اور جان لیتا ہے کہ ہر لحظہ اور ہر گھڑی تمام موجودات اللہ تعالیٰ سے وجود حاصل کر رہی ہیں۔

اے جانِ عزیز! جب واصل طالب اس مقامِ انتہا پر پہنچتا ہے تو وہ ولایت کے تمام امور سے خوب واقف ہو چکا ہوتا ہے۔ چنانچہ اُسے کفر کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اور ہر چیز کی حقیقت یک بیک اس کے وجود میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ وہ جو صورت چاہتا ہے اختیار کر لیتا ہے، جس جگہ چاہتا ہے جا سکتا ہے اور جیسا چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ اس کے دِل میں جس کام کا خیال بھی پیدا ہوتا ہے وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ سلطان الوھم کے تصرف سے اُس کا تصرف تمام عالم پر نافذ ہو جاتا ہے۔ ایک ہی لمحہ میں اس کے ظاہر و باطن میں ہزاروں مختلف صورتیں پیدا ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر صورت اس پر علیحدہ علیحدہ نمایاں ہوتی ہے۔ وہ جس صورت کو چاہتا ہے اس کے اصل عناصر میں تبدیل کر سکتا ہے۔ وہ ہوا میں ہوا کی طرح اور خاک میں خاک کی طرح ظاہر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ قصب الباب جو کہ ایک دیوانے تھے، کو شہر موصل کے حاکم نے طلب کیا۔ شیخ چار مختلف صورتوں میں حاکم کے سامنے پیش ہوئے۔ یہ دیکھ کر حاکم کو خطرہ محسوس ہوا۔ پھر انہوں نے حاکم سے پوچھا کہ ان میں سے کونسی صورت تجھے پسند ہے تاکہ میں اسی صورت میں خلیفہ کے سامنے جاؤں؟ یہ سن کر حاکم قصب الباب کے پاؤں میں گر پڑا اور معافی مانگنے لگا۔ پھر حاکم نے دیوانہ کی بہت عزت و تکریم کی، تحائف وغیرہ سے نوازا اور اللہ کے حضور دِل سے توبہ کر لی۔

اے جانِ عزیز! جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر کرے اور جہان پیدا فرمائے تو اس نے چار درجات میں تنزل فرمایا اور ہر درجہ کو نام سے موسوم فرمایا۔ ہر درجہ کو کوئی نہ کوئی خاصیت عطا فرمائی۔ جیسے جیسے وہ نزول فرماتا گیا اصل سے دوری بڑھتی گئی اور ناسوت کی کثافت میں اضافہ ہوتا گیا۔

پہلا درجہ لاھوت، دوسرا درجہ جبروت، تیسرا درجہ ملکوت اور چوتھا درجہ ناسوت کہلاتا ہے۔ اس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مقام کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا (ترجمہ: میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا[1])

---

[1] عالم احدیت کی طرف اشارہ ہے۔

سے بحرِ حیّ میں نزول فرمایا۔ پھر اپنے فیضِ اقدس سے مطلق احدیتِ بحت جس کے متعلق اس کا فرمان ہے لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (29:6) (ترجمہ: وہ تمام عالموں سے بے نیاز ہے) سے لاھوت کے پردہ میں سے ہوتے ہوئے جبروت کے صحرا میں نزول فرمایا۔ حدیث مبارکہ ہے:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو تخلیق کیا۔[1]

یہ نورِ ذاتِ احمد مُرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو سب سے اوّل ہیں اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی بہترین اوّل ہیں چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ:

گر دولت و بخت یار بودے مارا
در مسکن خود قرار بودے مارا
گر بخت بدرمان بر ما نزدے
در شہر کساں چہ کار بُودے مارا

ترجمہ: اگر قسمت مجھ پر مہربان ہو اور میرا محبوب مجھے اپنے قرب میں جگہ عطا فرما دے تو پھر مجھے کسی اور کی ضرورت نہیں کہ وہ ہی میرے ہر درد کا درمان ہے۔

اگرچہ عالمِ واحدیت اور عالمِ احدیت چند خصوصیات کی بنا پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن یہ دونوں مقامِ محمود اور ذات ہیں جو خلاصہ موجودات ہے، صرف ان کے نام مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مقامِ جبروت سے عالمِ ملکوت میں نزول فرمایا اور پھر اپنے فیضِ اقدس سے عالمِ ملکوت سے عالمِ ناسوت میں نزول فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہر عالم کا انتظام فرمایا اور ہر ایک کی جگہ مقرر فرمائی۔ آخر کار یہ چاروں عالم ایک ہی وجود ہیں کہ لاھوت درخت ہے، جبروت اس کی شاخیں ہیں، ملکوت اس کے پتے ہیں اور ناسوت اس کا پھل ہے۔ اس پھل میں ایک بیج ہے، یہ بیج انسانِ کامل ہے جس میں یہ سارا درخت موجود ہے۔ پس یہ چاروں عالم انسانِ کامل کے اندر موجود ہیں اور کوئی چیز بھی انسانِ کامل سے باہر نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں ''اے بیٹا!

[1] عالمِ وحدت، حقیقتِ محمدیہ کی طرف اشارہ ہے۔

لاھوت بیج ہے، جبروت اس کی شاخیں ہیں، ملکوت پتے ہیں اور ناسوت درخت ہے‘‘۔ اسی طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے ان چار عالموں کو اپنی اپنی جگہ جمعیت بخشی اور معتدل فرمایا تا کہ ان چاروں عالموں میں سے کوئی بھی اپنی جگہ اور مقام سے تجاوز نہ کر سکے اور اپنی جگہ قائم رہے۔ پس اس طرح ان چار عالموں نے باہم مل کر (ظاہری و باطنی) کائنات کی صورت اختیار کر لی۔ عالمِ صغریٰ انسانِ کامل سے عبارت ہے، اللہ تعالیٰ نے چاروں عالموں کو تخلیق فرما کر انسانِ کامل میں سمو دیا ہے۔ عالمِ صغریٰ اور عالمِ کبریٰ ایک دوسرے کے معین ہیں اور بلا تفاوت ایک ہی طریق پر ہیں۔

ما لشکر بودہ ام باز ہم
آن جا برویم منزل ما لدّنایست

ترجمہ: ہم ایک لشکر کی طرح ہیں (کہ تمام عالم انسان کے اندر ہی موجود ہیں)۔ ہم جہاں بھی جائیں اپنی طرف ہی لوٹتے ہیں کہ ہماری منزل یعنی ذاتِ حق تعالیٰ کا علمِ لدّنی ہمارے اندر ہی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجلّیٔ اوّل وحی ہے جو اُمّ الکتاب کی صورت میں ظاہر ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے علم سے عبارت ہے، یہ عالمِ جبروت ہے۔ یہاں سے تنزل کر کے لوحِ محفوظ پر آئی جو عالمِ ملکوت ہے۔ عالمِ ملکوت میں یہ وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام تک پہنچی اور انہوں نے اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس وحی کو عالمِ ناسوت میں مخلوق پر ظاہر فرمایا۔ یہ بیان وحی جلّی کے بارے میں ہے۔ انسانِ کامل جو عالمِ صغریٰ ہے اور مظہر ذاتِ حق باری تعالیٰ ہے بھی نزول کی اسی ترتیب سے اللہ کا پیغام حاصل کرتا ہے اور پانچویں درجے پر اپنی زبان پہ لاتا ہے۔

انسانِ کامل اور منتہی واصل جب چاہتا ہے کہ عالم الغیوب اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا علم حاصل کرے جس کو علمِ لدّنی، الہام یا وحی خفی بھی کہتے ہیں، تو وہ علم محلِ خفی سے جو لاھوت سے عبارت ہے سِرّ پر نازل ہوتا ہے۔ جب سِرّ پر پہنچتا ہے تو روح اس سے آگاہ ہو جاتی ہے، روح خبر دیتی ہے قلب کو یعنی حقیقی دل کو، جو بتاتا ہے نفس کو اور نفس اسے زبان سے بیان کر دیتا ہے۔ اس

کو اَخذِ اِلہام کہتے ہیں۔اس کا تفصیلی بیان یہاں مقصود نہیں ہے لیکن من وجہ بیان کیا گیا ہے۔

جب تک منتہی واصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کرتے ہوئے کمال کو نہیں پہنچتا اور اَلنِّھَایَۃُ ھُوَالرُّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَۃِ (ترجمہ: انتہا ابتدا کی طرف لوٹ جانا ہے) کے مطابق مقام لاھوت پر واپس پہنچ کر ان چار منازل کو یکجا کر کے اطلاق کی منزل تک نہیں پہنچتا اس وقت تک وہ منتہی واصل اور انسانِ کامل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس راہ کی انتہا کو پا سکتا ہے کہ وہ ذات عالمِ لاھوت کی انتہا اور ملکوت کا سِرّ ہے۔

وَاِنَّمَا قَالَ الْاِنْسَانُ کَامِلٌ ظَاھِرُہٗ خَلْقٌ وَ بَاطِنُہٗ حَقٌّ لِاَنَّ لَاھُوِیَّتَہُ الْمُتَعَیِّنَۃَ فِیْ عَالَمِ الْغَیْبِ بِصُوْرَۃِ الرُّوْحِ بَاطِنًا تَدْبِیْرَ الصُّوْرَۃِ الظَّاھِرِ وَ تَنَزُّلَاتٍ بِخَمْسِ دَرَجَۃٍ اِلٰی عَالَمِ الشَّھَادَۃِ وَ سُمِّیَ ذٰلِكَ حَضْرَتِ الْخَمْسِ اَوَّلُھَا تَجَلِّیْ الذَّاتِ فِیْ ضَوْءِ الْاَعْیَانِ الثَّابِتِ الْغَیْرِ الْمَعْجُوْلَۃِ وَ ھُوَ عَالَمُ الْمَعَانِیْ اَلثَّانِیْھَا النُّزُوْلُ مِنْ عَالَمِ الْمَعَانِیْ اِلَی الْمُتَعَیِّنًا رُوْحَانِیَّۃً وَ ثَالِثُھَا النُّزُوْلُ مِنْ عَالَمِ الْمَعَانِیْ اِلَی الرُّوْحَانِیَّۃِ الْحَیْوَانِیَّۃِ وَھِیَ عَالَمُ النُّفُوْسِ النَّاطِقَۃِ اَلرَّابِعُھَا الثَّانِیَۃَ الْمُتَجَسِّدَۃِ الْمُتَشَكِّلَۃِ لَمِثْلَتْ مِنْ غَیْرِ مَادَّۃٍ وَھِیَ عَالَمُ الْمِثَالِ وَالْخَامِسُھَا عَالَمُ الْاَجْسَامِ وَالْمَادِیَّۃِ وَھُوَ عَالَمُ الْحُسْنِ وَ عَالَمُ الشَّھَادَۃِ اِعْلَمْ اَنَّ الرُّؤْیَۃَ وَالسَّمَآءَ وَالشُّھُوْدَ مِنَ الْعَبْدِ الْمُصَلِّیْ لِلْحَقِّ فَلَا یَكُوْنَ بِقُوَّۃِ الْاِیْمَانِ وَالْیَقِیْنِ مِنْ بِمُشَاھِدَاتِ الْاِدْرَاكِ الْبَصَرِ وَالسَّمْعِ اَعْیُنِیْ فِی الْقُوَّتِ الصَّوٰتِ وَالْمُشَاھِدَاتِ وَ قَدْ یَكُوْنَ بِبَصَرِ الْقَلْبِ اَیْ نُوْرٌ بَصِیْرَۃٌ وَ تَوَھَّمْ اَعْیُنِیْ بِنُوْرِ تَجَلِّیْ الصِّفَاتِ الْاُلُوْھِیَّۃِ الْقَلْبِ حَتّٰی صَارَ الْعِلْمُ عِیَانًا وَ قَدْ یَكُوْنُ بِالرُّؤْیَۃِ الْبَصَرِیَّۃِ فَمَثَّلَ لَہُ الْحَقِّ مُتَجَلِّھَا مَشْھُوْدًا لَہٗ فَاَیْنَمَا الصَّلٰوۃُ بَیْنِہٖ وَ بَیْنَ الْعَبْدِہٖ وَ قَدْ جَمَعَ اللّٰہُ ھٰذِہٖ كُلُّھَا الْعِبَادَۃِ الْكَامِلَ الْاَوْحَدِیْ وَ قَدْ یُخَصِّصُ كُلَّوَاحِدٍ مَعَھَا بِوَاحِدٍ مِنْھُمْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْجَامِعِیْنَ۔

ترجمہ: اور بے شک انسانِ کامل اُسے کہتے ہیں جس کا ظاہر مخلوق اور باطن حق ہوتا ہے اور وہ لاھوت، جو عالمِ غیب ہے، میں روحانی صورت میں متعین ہے۔اس کی باطنی صورت ہی اس کی

ظاہری صورت کی تدبیر (حقیقت) ہے اس کا نام ''حضرتِ خمس[1]'' ہے کیونکہ وہ ان عالموں سے پانچ درجے تنزل فرما کر عالمِ شہادت (دنیا) میں ظاہر ہے۔ سب سے پہلے عالمِ معانی میں تجلیٔ ذات کی ضیا سے بغیر کسی عجلت کے اعیانِ ثابتہ[2] ظاہر ہوئے۔ عالمِ معانی سے نزول فرما کر دوسرے درجے پر (عالمِ لاھوت میں) وہ روحانی (روحِ قدسی کی) صورت میں موجود ہے اور تیسرے درجے پر (جبروت میں) انسانی روح کی صورت میں موجود ہے جو کہ نفوسِ ناطقہ کا جہان ہے۔ چوتھے درجے (عالمِ ملکوت میں) وہ غیر مادہ مثالی لیکن متشکل صورت میں موجود ہے، اس جہان کو عالمِ مثال کہتے ہیں۔ پانچویں درجے پر یعنی عالمِ اجسام (ناسوت) میں، جو مادی اجسام اور حسن کا جہان ہے اور جسے عالمِ شہادت بھی کہتے ہیں، وہ ظاہری صورت کے ساتھ موجود ہے۔ جان لو کہ دیدارِ الٰہی، اعلیٰ مقامات تک رسائی اور مشاہدۂ حق نمازی کو (دورانِ صلوٰۃ) حق کی طرف سے عطا ہوتے ہیں اور وہ اپنے ایمان اور یقین کی قوت سے اللہ (کی صورت) کا ادراک تشبیہی صورت میں کرتا ہے۔ ظاہری حواسِ بصر اور سمع کی قوت سے مشاہدۂ تجلیاتِ الٰہی ممکن نہیں۔ صرف چشمِ قلب یعنی نورِ بصیرت سے اُسے دیکھا جا سکتا ہے اور وَھم کے نور سے ہی آنکھیں قلب میں الوہیت اور تجلیٔ صفات کا مشاہدہ کرتی ہیں اور (تشبیہی صورت کا) علمِ عیان حاصل ہو جاتا ہے۔ البتہ کبھی یہ صورتِ حق طالب کی ظاہری بصارت پر بھی متجلی ہو جاتی ہے اور اسے نماز کے دوران (اپنی ظاہری آنکھوں سے) مشاہدۂ حق نصیب ہوتا ہے جو عبد اور معبود کے درمیان (راز) ہے۔ اللہ ہمیں ان دونوں (ظاہری بصارت اور قلبی بصیرت سے دیدارِ الٰہی) کو جمع کرنے والا بنائے جو اصل اور کامل عبادت ہے اور ہمیں وحدت کی خاصیت عطا فرما کر واحد کے ساتھ واحد بنائے اور ہمیں جامعین میں شامل فرمائے۔

اے جانِ عزیز! عرب کے ابرار کے اقوال یہاں تیرے علم کے لیے پیش کیے ہیں۔ جب منتہی واصل کمال کو پہنچتا ہے تو اس کی بصارت بصیرت بن جاتی ہے۔ پس اس کے ہر بال میں آنکھیں اور کان پیدا ہو جاتے ہیں جن سے وہ سب کچھ دیکھ اور سن سکتا ہے۔

---

[1] عربی گنتی میں ''پانچ''۔

[2] مخلوق کے علمی وجود جو ان کی تخلیق سے قبل ذاتِ حق میں علمی صورت میں موجود تھے۔

وَهٰذَا يَحْمِلُ الْكَمَالِ وَنِهَايَةِ الْوَصْلِ تَبَدَّلَ بِنُوْرٍ مَحْضٍ بِعِنَايَةِ الْخَاصِ

ترجمہ: یہ مقام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان کمال اور وصل کی انتہا کو پہنچ جائے جہاں ہر چیز عنایتِ خاص کی بدولت نورِ محض میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اے جانِ عزیز! منتہی کامل کا دل اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھی زیادہ فراخ ہوتا ہے کیونکہ تجلیٔ حق جو اللہ تعالیٰ کی رحمت (صفتِ رحمت) میں بھی نہیں سما سکتی، اس کے دل میں سما جاتی ہے۔ اگر رحمتِ حق تعالیٰ کو رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (7:156) (ترجمہ: میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے) کے مطابق وسعت دی جائے تو وہ انسانِ کامل کے دل کے مشابہ ہو سکتی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

مَا وَسِعَنِيْ اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَلٰكِنْ وَسِعَنِيْ فِيْ قَلْبِ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ

ترجمہ: میں زمین اور آسمان میں نہیں سما سکتا لیکن مومن بندے کے قلب میں سما جاتا ہوں۔

اور حق تعالیٰ کا عرشِ رحمت اور عرشِ رحمان دل کے مقابلہ میں محسوس بھی نہیں ہوتے کہ:

وَلَوْ اَنَّ الْعَرْشَ وَمَا حَوْلَهٗ مِائَةَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّةٍ فِيْ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَا قَلْبِ الْعَارِفِ مَا حَصَلَ لَهٗ عَقَدَ

ترجمہ: اور اگر عرش اور اس کے اردگرد جو کچھ ہے، کا زاویہ لاکھوں گنا وسیع کر دیا جائے تو بھی وہ قلبِ عارف کے زاویے سے بڑھ نہیں سکتا۔

حضرت خواجہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَنَّ الْمُحْدَثَ اِذَا اُقْرِنَ بِالْقَدِيْمِ لَمْ يَبْقٰى لَهٗ اَثَرٌ

ترجمہ: اگر محدث (مخلوق) کا مقابلہ قدیم (اللہ) سے کیا جائے تو محدث کا اثر باقی نہیں رہتا۔

قدیم اور محدث کے مقابلہ میں محدث کا اثر تک باقی نہیں رہتا تو اسے محسوس کیسے کیا جائے! حق تعالیٰ کی تجلی انگوٹھی میں لگے نگینہ کی طرح ہے اور دل انگوٹھی کے فص کے مشابہ ہے پس نگینہ انگوٹھی کے فص کی وسعت کے مطابق ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح دل ہے جس میں تجلیٔ حق چمکتی ہے تو سارے دل کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے اور سارے وجود پر قابض ہو جاتی ہے۔ کیا مجال کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کا دل سے گزر ہو جائے۔

❁ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً (27:34)

ترجمہ: بیشک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

❁ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (17:81)

ترجمہ: اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔

اس حکم کے مطابق حق کی تجلی دل کو گھیر لیتی ہے اور پھر وہ دل کسی قسم کی قید میں نہیں رہتا اور مطلق حق ہی باقی رہتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا (4:126)

ترجمہ: اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ دل کا مکمل احاطہ کیے ہوئے ہے اور دل میں موجود ہر اندازہ، خیال، وھم، عقل، ظن اور علم پر محیط ہے۔

حدیثِ قدسی میں اللہ فرماتا ہے:

❁ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ فَلْيَظُنَّ مَا شَآءَ بِيْ بِمَنْ شَآءَ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں پس وہ ظاہر و باطن میں جیسا بھی میرے متعلق گمان کرتا ہے۔

اس کے ظاہر و باطن میں اللہ ہی کی ذات ہوتی ہے اور وہ عین الکل (مکمل عین) ہو کر مقامِ اطلاق پر فائز ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر حدوث کی تعریف و تعین اس کے دل سے نکل جاتے ہیں اور اعیانِ ثابتہ بقائے حق کے ساتھ متعین ہو جاتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر اس کے تمام رنج و تھکن ختم ہو جاتی ہیں۔

❁ فَقَدْ يَسَعُ الْقَلْبَ بِذَاتِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا فَاِنَّهٗ قَدْ

ثَبَتَ اَنَّ الْقَلْبَ وَسِعَ لِلْحَقِّ وَلَا یَنْسٰی عَلٰی ھٰذَا الْمَقَامِ شِعْرًا

ترجمہ: پس وہ اپنے قلب جس میں ذاتِ حق تعالیٰ ہے، سے اللہ تعالیٰ کا قول سنتا ہے اور اس بات کو اپنے قلب پر ثبت کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز سے وسیع ہے البتہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کے لیے وسیع تر ہے اور پھر وہ اس بات کو کبھی نہیں بھولتا اور اس مقام پر یہ شعر پڑھتا ہے:

یَا خَالِقَ الْاَشْیَاءِ فِیْ نَفْسِہٖ
اَنْتَ لِمَا تَخْلُقَ جَامِعُ

ترجمہ: اے تمام اشیا کو اپنی ذات سے تخلیق کرنے والے! تو نے جو کچھ تخلیق کیا وہ جامع ہے۔

تَخْلُقَ مَا لَا یَنْتَھِیْ
کَوْنِہٖ فِیْكَ فَاَنْتَ ضَیِّقُ الْوَاسِعُ

ترجمہ: اے اللہ! تیری تخلیقات کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ تمام کائنات تجھ سے ہے۔ پس تو اس وسیع کائنات کو اپنے اندر سمیٹنے والا ہے۔

لَوْ اَنَّ مَا قَدْ خَلَقَ اللہُ
بِقَلْبِیْ فَجْرُہٗ السَّاطِعُ

ترجمہ: اللہ کی جس قدر بھی تخلیقات ہیں اگر میرے دل میں آ جائیں تو یہ ان کی کثرت کی وجہ سے پھٹ جائے گا۔

وَ مَنْ وَسِعَ الْحَقُّ فَمَا ضَاقَ عِنْدَ خَلْقَ
فَکَیْفَ الْاَمْرُ یَا سَا مِعُ

ترجمہ: اے سننے والے! یہ کیسا معاملہ ہے کہ جسے حق نے وسیع کیا ہو وہ مخلوق کے نزدیک کس طرح تنگ ہو سکتا ہے۔

اے جانِ عزیز! منتہی کا دل تمام تعینات، تمام ترقیود اور تمام غیر ماسویٰ اللہ سے پاک اور اللہ تعالیٰ کی قبا میں ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

❁ اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ

ترجمہ: بے شک میرے کچھ ولی میری قبا میں ہیں جنہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔

دریائے غیب اور شہادت دونوں ان کے دل میں ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ (55:19)

ترجمہ: دو دریا بہائے جو ایک دوسرے پر نہیں چڑھ دوڑتے۔

تجلّیٔ حق تمام قیود اور اطلاق سے بالاتر ہے اور ملکِ دل سے پیوستہ ہے۔ ایسے دل کی ہمت اس قدر ہوتی ہے کہ اگر اُسے ہزاروں دریاؤں کے برابر جام پلائے جائیں تو انہیں پی کر بھی اس میں مزید کی ہمت ہوتی ہے۔ ایسے دل کی وسعت کی مشابہت یہ ہے کہ سارا عالم بلکہ عرش بھی اپنے محیط سمیت اس میں سما سکتا ہے۔ عرش کا زاویہ دل کے زاویہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اے جانِ عزیز! جب اللہ تعالیٰ کی ذات تمام پردے ہٹا کر دل میں خیمہ زن ہوتی ہے تو اس دل میں اپنی سلطنت قائم کر لیتی ہے۔ اسی دل سے تمام حکمِ خداوندی اور عتابِ سرمدی کا ظہور ہوتا ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات جاری ہو جاتی ہیں۔

❁ فَاِذَا قَبَضَ اَخْفٰی مَا یَرَاہُ وَاِذَا بَسَطَ عَادَ مَا اَخْفٰی

ترجمہ: جب وہ قبض کرتا ہے تو ہر نظر آنے والی چیز پوشیدہ ہو جاتی ہے اور جب وہ فراخ کرتا ہے تو ہر پوشیدہ چیز کو ظاہر کر دیتا ہے۔

خود کو فنا کر کے وہ اپنے قلب کی سلطنت کو لامحدود بنا لیتا ہے۔

بنی کہ حُسن در عالم نمیگنجد عجب دارم
کہ دائم در دل تنگم چگونہ خانماں سازد

ترجمہ: دیکھتا ہوں کہ تیرا حسن تمام عالم میں نہیں سما سکتا لیکن حیران ہوں کہ تُو نے کس طرح میرے تنگ سے دل کو اپنے رہنے کی جگہ بنا رکھا ہے۔

اے جانِ عزیز! جب حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دل کی وسعت کا معائنہ کیا تو

فرمایا:

❁ سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ

ترجمہ: میری شان پاک اور بلند ہے۔

❁ لَیْسَ فِیْ جَنْبِیْ سِوَی اللّٰہِ

ترجمہ: میرے پہلو میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ:

❁ ھَلْ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرِیْ

ترجمہ: کیا دونوں جہانوں میں میرے علاوہ بھی کچھ ہے!

جس طرح شکاری کی زبان پر ہر وقت شکار کا نام رہتا ہے اور ساقی شراب اور محبوب کی گفتگو کرتا رہتا ہے اسی طرح ھُو کی ندا لگانے (ذکر کرنے) والے کو ہر شے میں ھُو ہی نظر آتا ہے۔ ایک حکیم نے شیشے کا ایک پیالہ بنایا پھر اس کو پانی سے بھر کر سورج کے سامنے رکھا تو وہ پیالہ سورج نظر آنے لگا۔ یہ دیکھ کر حکیم بے ساختہ پکار اٹھا:

❁ لَیْسَ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرُکُمْ

ترجمہ: (اے اللہ) تیرے سوا اس جہان میں کوئی نہیں ہے۔

اور محبوب (اللہ) کے ذکر میں محو ہو گیا۔

ہر بوئے کہ از مُشک و قرنفل ببوئی
از سایہ آن زلف چوں سنبل شوی

ترجمہ: ہر خوشبو، چاہے وہ کستوری ہو یا قرنفل یا کوئی اور، اس محبوب کی زلف کی بدولت ہے۔

چوں نغمۂ بلبل زنے گل شنوی
ہمہ گل گوید کہ چہ بلبل شنوی

ترجمہ: بلبل کا نغمہ پھولوں کی دلنشینی کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ تمام پھول کہتے ہیں کہ بلبل کتنا خوب

گاتی ہے۔

اے جانِ عزیز! محبّ (طالب) جب محبوب (اللہ) کے لیے اپنا آپ گم (فنا) کر دیتا ہے تو محبوب اس کے گھر (وجود) میں قدم رکھتا ہے اور اسے اپنے جمال وزیبائی اور اپنے اسما کی لطافت سے منور کر دیتا ہے۔ محبوب اپنے محبّ کو اپنا لباس عطا کرتا ہے اور اس لباس کے اندر خود جلوہ گر ہوتا ہے۔ محبّ کو اپنے خصائل سے مزید سنوارتا ہے تاکہ محبّ محبوب کی صحبت اور ہمنشینی کے لائق ہو سکے۔ پھر ان کے درمیان دوئی بھی ختم ہو جاتی ہے اور محبّ عین محبوب ہو جاتا ہے۔ اس جگہ ''میں اور تو'' کا معاملہ تشویش کا باعث بنتا ہے اور میں اور تُو کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔

اے دوست ترا بہر مکان محبتم
ہردم حیرت ز این و آن محبتم

ترجمہ: اے دوست! تو جس بھی صورت میں نظر آئے مجھے تجھ سے محبت ہے اور میں ہر دم حیرت میں ہوں کہ تیری اس صورت سے محبت کروں یا اُس سے۔

دیدم بتو خویش را تو خود من بودے
خجل زدہ ایم کہ ترا نشان محبتم

ترجمہ: جب میں تجھے اپنے آپ میں دیکھتا ہوں اور خود کو تجھ میں دیکھتا ہوں تو مجھے شرم آتی ہے کہ میں بھی تیری محبت کا ایک نشان ہوں۔

اے جانِ عزیز! اس جگہ عین الیقین تشویش کا باعث بن جاتا ہے اور طالب حق الیقین سے متصل ہو جاتا ہے۔ عین الیقین اس کے اور اللہ کے درمیان وجودِ غیر کی طرح حائل ہو جاتا ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❁ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (15:99)

ترجمہ: اور اپنے ربّ کی اس قدر عبادت کرو کہ تمہیں حق الیقین حاصل ہو جائے۔

❁ اَیْ اَلْمُشَاهِدَةُ مُشَاهِدٌ بَابِ مُفَاعِلَةِ

ترجمہ: یعنی مشاہدہ بابِ مفاعل[1] کے حساب سے مشاہد ہے۔

یعنی یہ مشاہدہ فاعل و مفعول کی مشارکت کا تقاضا کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اَلْیَقِیْنُ ھُوَ اللّٰہُ (ترجمہ: یقین خود ذاتِ حق تعالیٰ ہے)۔ اس مقام پر وہ، میں، میری (جیسے القابات) ختم ہو جاتے ہیں، 'میں' اور 'وہ' ایک ہو جاتے ہیں۔

دریں راہ گر بترکِ خود بگوئی
یقین کردہ نزد از توئی

ترجمہ: اس راہ میں جب تو اپنے آپ کو بھی ترک کر دے گا تو پھر تجھے یقین حاصل ہو جائے گا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔

اے جانِ عزیز!

❁ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (29:6)

ترجمہ: بے شک اللہ تمام عالموں سے غنی ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے غنی ہے مگر فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ، تل اور زلفوں کے بغیر چہرۂ ربوبیت کوئی زیب و زینت نہیں رکھتا کیونکہ:

❁ اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ[2]

ترجمہ: فقر دونوں جہانوں میں روسیاہی ہے۔

چہرۂ ربوبیت اور جمالِ الوہیت عبودیت کے تل اور اپنے مظہر کی بشریت کی کالی زلف کے بغیر کبھی خوبصورت نہیں دکھائی دے سکتا۔ ربوبیت کو دیکھنے کے لیے چشمِ عبودیت کی ضرورت ہے۔ عبودیت کے بغیر ربوبیت اور الوہیت کا اظہار ناممکن ہے۔

1۔ وہ فعل جس میں فاعل اور مفعول دونوں شامل ہوں۔

2۔ فقر کو سیاہ رنگ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ فقر ہے تو نورِ الٰہی لیکن یہ انسانِ کامل کی بشریت کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ پس اس کی بشریت نورِ الٰہی کے مکھڑے پر سیاہ تل اور سیاہ زلف کی طرح ہے جو اس کی خوبصورتی کو مزید نکھار دیتا ہے۔

لِاَنَّ الْعُبُوْدِیَّۃِ سِرُّ الرَّبُوْبِیَّۃِ لَوْ ظَھَرَ سِرُّ اَلْبَطَلَاتِ الرَّبُوْبِیَّۃِ

ترجمہ: کیونکہ عبودیت ربوبیت کا سِرّ ہے اور جب سِرّ ظاہر ہو جائے تو ربوبیت کا ابطال ہو جاتا ہے۔

پس ربوبیت بغیر عبودیت کے ظاہر نہیں ہو سکتی بلکہ ربوبیت کے لیے عبودیت لازم ہے ورنہ ذات کی حقیقت ظاہر نہیں ہو سکتی اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ وجودِ مطلق ہرگز اپنے مظہر کے بغیر نظر نہیں آتا۔ عبودیت کے بغیر شیطان کی پہچان بھی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے مظاہر اور تمثل کے بغیر نہ کوئی دیکھ سکتا ہے اور نہ کوئی اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ البتہ جب عبودیت اور ربوبیت میں عاشق اور معشوق کا معاملہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے کے طالب اور مطلوب بنتے ہیں۔ ناظر اور منظور کی طرح ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ ان میں محبّ اور محبوب کی صفات ظاہر ہو جاتی ہیں جس کے سبب ان میں بے شمار لذت، شوق اور حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ روز بروز ان کا عشق اور محبت بڑھتے جاتے ہیں۔ کمالِ محبتِ حق کی وجہ سے لطافت پیدا ہوتی ہے اور طالب ہر سانس کے ساتھ اور ہر لحظہ ترقی و بلندی حاصل کرتا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ مغفور ہو جاتا ہے اور ہر قسم کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس جگہ وہ خود کو خود سے دیکھتا ہے اور خود کو خود سے جانتا ہے، کسی غیر کا وجود درمیان میں باقی نہیں رہتا کیونکہ:

مَا رَأَی اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ مَا عَرَفَ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

ترجمہ: اللہ کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں دیکھ سکتا اور نہ اللہ کے سوا کوئی اللہ کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

وہ اطلاقِ محض اور کمالِ حیرت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ تمام مظاہر حتیٰ کہ خود کو بھی عینِ حق پاتا ہے، عینِ حق سمجھتا ہے اور عینِ حق دیکھتا ہے اور اپنے آپ سے کہتا ہے:

روزی ستودم دانستم
با تو غنودم و نمیدانستم

ترجمہ: جس روز سے میں نے تجھے پایا ہے میں تجھ میں ہی گم ہو گیا ہوں اور تیرے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔

ظن بردہ بود بخود کہ من بودم
من جملہ تو بودم نمید انستم

ترجمہ: میں نے گمان کیا تھا کہ میں خود بھی ہوں لیکن مجھے پتہ چلا کہ میں نہیں بلکہ تو ہی ہے مگر میں اس حقیقت سے بے خبر تھا۔

اے جانِ عزیز! انسانِ کامل ادراک رکھتا ہے کہ ظاہری اعضا اور بشری قوتیں جو کہ مخلوق سے عبارت ہیں درحقیقت اسمائے حسنیٰ یعنی صفاتِ الٰہیہ کی ہویت کے محافظ اور ساتر[1] ہیں۔ ان کے تمام احکام روح سے ہیں۔ اسی کو قربِ فرائض اور قربِ نوافل کہتے ہیں۔ درحقیقت ہویتِ حق ہی تمام عالم میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ درج ذیل آیت میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے:

❁ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (21:30)

ترجمہ: اور ہم نے تمام اشیا کو پانی سے زندہ کیا۔

تاہم تمام اشیا جدا جدا وقوع پذیر ہوتی ہیں۔

❁ مَشْهُوْدٌ فِي الْخَلْقِ مُتَوَهَّمٌ فَالْخَلْقُ مَفْضُوْلٌ وَالْحَقُّ مَحْسُوْسٌ مَشْهُوْدٌ فِيْ عِنْدَ اَهْلِ الشُّهُوْدِ وَالْوُجُوْدِ وَمَا عَدَا هٰذَيْنِ الصِّفَتَيْنِ فِي الْحَقِّ مَعْقُوْلٌ وَالْخَلْقُ مَشْهُوْدٌ

ترجمہ: مخلوق میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو قوتِ وھم سے مشہود یعنی ذاتِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انہیں تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔ بعض اہلِ مشاہدہ ایسے ہیں جو مشہود کے وجود کو محسوس کرنے کی حد تک اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بعض (مندرجہ بالا) دونوں صفات کے علاوہ محض معقولات یعنی صرف عقل سے مشاہدہ کرتے ہیں جس سے صرف مخلوق کا ہی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

پس پہلا گروہ اس پانی کی طرح ہے:

❁ عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ (35:12)

---

1. چھپانے والا

ترجمہ: میٹھا پانی جو پیاس بجھاتا اور خوشگوار ہے۔

اور دوسرا گروہ ایسے پانی کی مثل ہے جو مِلۡحٌ اُجَاجٌ ط (35:12) (ترجمہ: کھارا اور کڑوا ہے)۔ پس اعتبار کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ظاہر اور باطن۔ کبھی باطن ظاہر کی حفاظت کرتا ہے اور کبھی ظاہر باطن کی حفاظت کرتا ہے، کبھی باطن ظاہر کو بہتر بناتا ہے اور کبھی ظاہر باطن کے لیے لڑتا ہے۔ اسمائے صفات کے عدم ظہور کو کرب کہتے ہیں تاہم یہ سب بنیاد و اعتبار پر محمول ہے۔ چنانچہ حکم ہوتا ہے کہ ایسے مقام کی بنیاد رکھی جائے جس کا پہلے ظہور نہ ہوا ہو، تو دِل میں یہ تدبر اور تفکر پیدا ہوتا ہے کہ ایسی عمارت یا مقام کی بنیاد کیسے اور کہاں رکھی جائے۔ ایسے ہی مسئلہ کو کرب کہتے ہیں۔ اگرچہ حقیقتاً یہ کرب نہیں ہے لیکن جب تک کہ مشیت اور ارادہ ظاہر نہ ہو اور اس کی حکمت سمجھ میں نہ آئے تب تک نہ اسے کرب کہہ سکتے ہیں نہ مشیت۔ اصل میں یہ صرف تفاوتِ لفظی ہے نہ کہ معنوی۔

حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس چیز کی ابتدا اور انتہا ایسی ہی پنہاں حکمت پر ہو تو اس کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جو کہ عالمِ بشریت میں سمجھ آسکیں''۔ جیسے کہ غزا[1] وقایہ[2] اور ان جیسے دیگر الفاظ عالمِ بشریت میں شریعت کے دائرے میں رہنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً ان سے مراد یہ نہیں ہے۔ شیخ ابنِ عربیؒ کے تمام الفاظ اسی طرح معنوی اعتبار سے ہیں کیونکہ عالمِ الطاف اتنا آسان نہیں کہ اس کے معنی و مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔ جب عالمِ الطاف سمجھ میں آجاتا ہے تو زمین اور آسمان میں سے ذرہ برابر بھی کوئی ایسی چیز نہیں رہتی جس کی حقیقت سمجھ میں نہ آسکے۔

مناجات میں شیخ بایزید قدس اللہ رُوحہٗ فرماتے ہیں:

''اے اللہ! میری مملکت تیری مملکت سے عظیم تر ہے۔'' فرمان ہوا ''اپنی اس بات کی وضاحت کرو'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''اے اللہ! میری مملکت تیری ذات ہے اور تیری مملکت میری ذات اور سارا عالم ہے۔ پس لامحالہ تیری ذات، میری ذات اور تمام عالم سے زیادہ بزرگ اور عظمت والی ہے۔'' اگرچہ ظاہری طور پر یہ الفاظ ادب کے خلاف ہیں لیکن ان کے معنی بہت ہی اچھے اور

1۔ لڑنا، جھگڑا کرنا 2۔ حفاظت کرنا

موزوں ہیں۔ اے جانِ عزیز! جب حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ نے ظاہر و باطن کی حقیقت کو حاصل کرلیا اور تمام عوالمِ وھم کا ادراک کرلیا اور مختلف بے بہا تجلیات کو پاکر ان کا معائنہ وادراک کرنے لگے تو ان کا وجود شریعت (بشری وجود) کی قید سے آزاد ہوگیا۔ ان کا ظاہر اور باطن ایک ہو گیا اور ان کے تمام اعضا عین نور ہو گئے۔

❁ كَمَا يُقَالُ فِي حَقِّ اِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَنَّ الْقُدُسِيَّ اِذَا اَغْلَبَ الْاَوْهَامُ عَلَيْهِ سَقَطَتْ وَ حَارَّةً قُوَاهُ مِنْوَاةً عَقْلِيَّةً لِاَنَّ الْغَالِبَ عَلَيْهِ صِفَاتُ الرُّوْحَانِيَّةِ وَ قَهَرَ النَّفْسَ نِيَّتِ الْقَوِيَّةِ وَالطَّبِعِيَّةِ وَالْبَدَنِيَّةِ حَتّٰى صَارَ رُوْحًا مُجَرَّدًا كَالْمَلَائِكَةِ۔

ترجمہ: جیسا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے حق میں فرمایا گیا کہ جب قدسی (روحِ قدسی) پر اوھام غالب آجاتا ہے تو بشری صفات ساقط اور عقل زائل ہو جاتی ہے کیونکہ روحانی صفات عقل پر (طاقت کے ساتھ) غلبہ پالیتی ہیں اور نفس پر قہر بن کر گرتی ہیں۔ اس کی نیت قوی ہو کر اس کے بشری بدنی وجود پر غالب آجاتی ہے حتیٰ کہ وہ صرف روح ہی رہ جاتا ہے جیسا کہ فرشتے۔

اس جگہ معرفت کی تجلی کامل ہو جاتی ہے اور اوھام اس تجلی کے ساتھ ساتھ عالمِ ارواح کا بھی ادراک کرلیتا ہے۔ تشبیہِ شہودی اس پر منکشف ہو جاتی ہے اور وہ تمام اشیا میں سریانِ حق کو ہی دیکھتا اور جانتا ہے۔ اے جانِ عزیز! اس طریقہ کے مطابق حق کو دیکھنا، پانا اور سمجھنا سراب کی طرح ہے۔ حق کو پانے، دیکھنے اور سمجھنے کے لیے بہترین نمونہ انسانِ کامل ہے جو تنزیہہ وتشبیہ کا جامع ہے۔

❁ بِالْوَهْمِ اِنَّ النَّجْوَا عَنِ الصُّوْرَةِ لَهٗ ذَاتِيَّةٌ

ترجمہ: وھم کے ذریعے وہ جس صورت کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے وہ اس کے لیے (اللہ کی) ذات ہی ہے۔

اس حکم کے مطابق اس کی بینائی بڑھ جاتی ہے۔ وہ دو طریقوں سے معرفت حاصل کرتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ مؤثرہ[1] بھی ہے اور مؤثر فیہ[2] بھی ہے۔ صاحب عقل سلیم ہو یا صاحب تجلی المعنی ہو یا مومن و

---

[1] مؤثرہ سے مراد ہر چیز میں اثر کرنے والا

[2] مؤثر فیہ سے مراد اثر قبول کرنے والا یعنی اثر کرنے والا بھی وہ ہے اور اثر قبول کرنے والا بھی وہ خود ہے۔

موحد ہو کسی کو سلطان الوَھم کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ وہ سب سے قوی ہے اور تمام کُلی و جزوی تجلیات اور عالم ارواح و مجردات کا ادراک رکھتا ہے۔

اے جانِ عزیز! جب ظاہر و باطن کا آئینہ مصفیٰ اور بے کدورت ہو جاتا ہے، قلب کا زنگار اور ظلمت ختم ہو جاتی ہے تو یہ آئینہ اتنا صاف ہو جاتا ہے کہ تمام عوالمِ لطیف اور کثیف اس میں منقش ہو جاتے ہیں۔ اوھامِ کامل کے واسطہ سے یہ تمام عالم اس میں ظاہر ہو جاتے ہیں اور غنائے مطلق اسے اپنی جانب کھینچ لیتی ہے۔

❁ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ (29:6)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے غنی ہے۔

اس کی تمام بشری صفات فنا ہو جاتی ہیں اور اسے بقائے سرمدی حاصل ہو جاتی ہے۔

❁ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (28:88)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے چہرہ کے سوا تمام چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں۔

وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے اور تمام موجودات کو مقامِ اطلاق پر پاتا ہے۔ موجودات میں سے ایک ذرہ کا وجود بھی باقی نہیں رہتا اور اُسے ہر چیز میں مطلق حق ہی نظر آتا ہے۔ تمام موجودات کا وجود فنا ہو جاتا ہے صرف باقی (اللہ) کا وجود اسے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔

اے جانِ عزیز! جب اوھام کامل ہو جاتا ہے تو اس کا تصرف تمام عالموں پہ جاری ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی عالم خواہ ملکوت ہو یا جبروت ہو اُس کے تصرف سے باہر نہیں رہتا۔ جو کچھ بھی منتہی واصل کے اوھام میں قرار پکڑتا ہے اُسے وہ اسی وقت حاصل ہو جاتا ہے۔ تمام فرشتے، ارواح، جن، انسان اور تمام دیو اس کے تصرف کے تحت آ جاتے ہیں۔ وہ انہیں جو کام بھی کہتا ہے وہ اس کا حکم بجا لاتے ہیں اور ہمیشہ اس کی رضا کے مطابق کام کرتے ہیں۔ اوھام کامل کے مقابلہ میں تمام روحانی ایک ذرّہ کی مانند ہیں اور عرش و کرسی، لوح و قلم اور تمام افلاک کی وسعت فراخی دل میں ایک نقطے کی مانند ہے۔ اس کی یہ سیر دیگر تمام سیروں سے بہت آگے ہوتی ہے لیکن جب طالبِ

مولیٰ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا تصرف ناقص ہو جاتا ہے اور وہ اسے کسی قسم کے جبر و ہمت[1] سے آلودہ نہیں کرتا۔ اس جگہ معجزے اور کرامات اس کے لیے ایک تنکے کی مانند بے قدر ہو جاتے ہیں۔ وہ اس قدر تصرف رکھنے کے باوجود اپنے تصرف کو قاصد ہی شمار کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کمالِ معرفت کے اعتبار سے کامل تصرف رکھتے تھے اور انہیں تائیدِ الٰہی بھی حاصل تھی۔ محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

کُلَّمَا عَمِلْتُ وَ مَعْرِفَتُ نَقَضَ تَصَرُّفًا

ترجمہ: میں جس قدر عمل کرتا گیا اور معرفت حاصل کرتا گیا اسی قدر تصرف ناقص ہوتا گیا۔

اس جگہ دو وجہ سے عارفِ کامل کا تصرف ناقص ہوتا ہے۔ پہلا یہ کہ جب اُسے معرفتِ کمال حاصل ہوتی ہے تو اُسے عبودیت میں بھی کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ پس بندہ کی کیا قدرت اور مجال کہ وہ صاحبِ کمال کے سامنے اُسی کی مملکت اور ملکیت میں کچھ بھی تصرف کرے حَاشَا وَ کَلَّا ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی کو عبودیت میں اس قدر کمال حاصل ہو اور وہ کمالِ عبودیت کو سمجھتا بھی ہو پھر بھی وہ ملکِ مولا میں تصرف کرے۔ پس یہ عجیب بات ہے۔ پس ضرورت اس بات کو جاننے کی ہے کہ جس قدر معرفت میں ترقی آتی ہے اُسی قدر تصرف ناقص ہوتا جاتا ہے۔ نظر اپنے آپ پر نہیں رہتی اور اُس کے نزدیک خوشی اور غمی برابر ہو جاتے ہیں۔ مولانا رومیؒ نے صحیح فرمایا کہ:

اگر سلطان ما را بندہ باشی!
ہمہ گریند تو در خندہ باشی!

ترجمہ: اگر تُو سلطان کا غلام بن جائے تو تجھے ہمیشہ رہنے والی خوشی نصیب ہو جائے گی اور تو اس وقت بھی مسکرائے گا جب سب رو رہے ہوں گے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب معرفت حاصل ہوتی ہے تو توحیدِ کمال مطلق ظاہر ہو جاتی ہے اور اس کے دِل سے غیر کا وجود بلکہ نام تک نکل جاتا ہے۔ اُس کے نزدیک متصرف، مصرف اور

---

[1] تقدیر کی مخالفت کرنے کی جرأت

تصرف سب ایک ہو جاتے ہیں۔

پس ان دو وجوہات سے عارفِ کامل کا تصرف ناقص ہو جاتا ہے اور وہ توحیدِ کمال میں اس طرح غرق ہو جاتا ہے کہ اُسے کسی چیز کا شعور نہیں رہتا۔

تا بہ دانی کہ از لطافتِ خویش
ہمہ در بند زلفِ خویش

ترجمہ: کاش تجھے معلوم ہو جائے کہ تیری لطافت کی وجہ سے ہر کوئی تیری زلفوں کا اسیر ہے۔

اس مقام پر اطلاق اور فردانیت کا نور اس طرح چمک اٹھتا ہے کہ کسی بھی چیز کی ٹھوس وجودی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ تمام موجودات معدوم و مفقود ہو جاتی ہیں۔

کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ ۝ وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ ۝ (55:26-27)

ترجمہ: ہر چیز نے فنا ہونا ہے۔ اور بقا صرف تیرے ربّ کے چہرہ کو ہے جو بہت ہی جلال اور اکرام والا ہے۔

ذاتِ حق ہر جانب، ہر جگہ اور ہر چیز میں اپنی حقیقت اس پر ظاہر کر دیتی ہے۔ کسی غیر کے وجود کا خیال تک اس کے دِل میں نہیں آتا اور اللہ اپنی حقیقت اس پر یوں واضح کرتا ہے:

گفتم کہ اگر اے تو بریں زیبائی
گفتا کہ خود را خود منم یکتائی

ترجمہ: میں نے کہا کہ تیرا یہ حسن و جمال کس سے ہے اور کس کے لیے ہے تو جواب آیا کہ مجھ سے اور میرے ہی لیے ہے کہ میں یکتا ہوں۔

ہم عشق و ہم عاشق و ہم معشوق
ہم آئینہ و ہم جمال و ہم زیبائی

ترجمہ: میں خود ہی عشق ہوں، خود ہی عاشق ہوں اور خود ہی معشوق ہوں۔ خود ہی آئینہ ہوں، خود ہی جمال ہوں اور میری زیبائش میرے ہی لیے ہے۔

سالک جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو وہ انتقال[1] کر جاتا ہے۔

اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنَ الدَّارِ اِلَى الدَّارِ

ترجمہ: بے شک اولیا اللہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

وہ اس حدیث کی حقیقت کو پالیتا ہے اور انتقال کے بعد دائمی ترقی کرتا رہتا ہے۔ کسی لمحہ بھی وہ اس سیر سے غافل نہیں رہتا اور ابدالا باد تک اس کا مقام ہر ساعت بلند سے بلند تر ہوتا جاتا ہے۔

كَمَا قَالَ قَائِلٌ طَابِشَتْ اَنَّ الْوُجُوْدَ مِنْ حَيْثُ هُوَ وُجُوْدٌ وَاجِبٌ بِذَاتِهٖ وَ كُلَّمَا وَجَبَ فَلَا يَقْبَلُ الْعَدَمَ اَبَدًا فَهُوَ مَعَ الْاَنَابَتِ يَتَجَدَّدُ وَ يَتَرَقّٰى وَ كُلَّ شَيْءٍ فِى التَّرَقّٰى مَعَ الْاَنَابَتِ يَكُوْنُ دَائِمُ الْقَبُوْلِ التَّجَلِّيَاتِ الْاِلٰهِيَةِ الْوُجُوْدِيَةِ اَبَدَ الْاٰبَادِ بِكُلِّ تَجَلِّيَاتِ الْاٰخِرِ وَقَدْ يَشْعُرُ بِذٰلِكَ الْاِحْتِجَابِ وَلٰكِنْ اِذَا لَطَافَتُ الْحِجَابِ رُفِعَتْ۔

ترجمہ: جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے کہ بے شک وجود بحیثیت وجود اپنی ذات پر واجب ہوتا ہے پس ہر چیز جو واجب ہو وہ کسی صورت میں بھی عدم کو قبول نہیں کرتی۔ پھر وہ رجوع کر کے تجدید حاصل کرتا ہے اور ترقی پاتا ہے اور جو وجود بھی رجوع کر کے ترقی پالے اس میں تجلیاتِ الٰہیہ کو قبول کرنے کی دائمی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ابدالا باد تک کُل تجلیات کو قبول کرتا ہے اور اس سے پردے کا ہونا معلوم ہوتا ہے اور جب وہ پردہ لطیف ہو جاتا ہے تو خود ہی درمیان سے اُٹھ جاتا ہے۔

اے جانِ عزیز! جب منتہی واصل معرفت کے کمال کو پہنچتا ہے تو اس آیت:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ (14:48)

ترجمہ: جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔

کے مطابق اس کا قالب دِل کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور روح کا لباس پہن لیتا ہے۔ جب اس

---

[1] یہاں انتقال سے مراد جسمانی موت نہیں بلکہ ظاہری زندگی کے دوران طالبِ مولیٰ کا روحانی طور پر باطن کی دنیا میں منتقل ہونا ہے۔

حالت میں اس کا انتقال ہوتا ہے تو وہ کسی لمحہ بھی سیر اور ترقی سے باز نہیں رہتا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ میں فرماتے ہیں کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر کئی اولیا کرام اس مسئلہ کے منکر تھے۔ میں ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور ہر ایک کو سیر کروائی اور دکھایا اور معلوم کروایا کہ مرنے کے بعد بھی کامل اولیا اللہ کو سیر میں ترقی نصیب ہوتی ہے لیکن روح کے لطیف اور رقیق ہونے کی وجہ سے اس کا پتہ نہیں چلتا۔ پھر ان اولیا کرام نے میرے قول کی طرف رجوع کیا اور میری بات کو قبول کر کے اس پر قائم ہوئے اور اس کو پا لیا۔

اے جانِ عزیز! شہود و تجلی کے چند معنی ہیں۔ ایک معنی حضوری کے ہیں اور دوسرے معنی رویئت یعنی دیدار کے ہیں۔ رویئت بھی چند معنوں میں آیا ہے۔ ایک معنی معروف (اللہ) کو دیکھنے کے ہیں اور دوسرے معنی تجلی کو دیکھنے کے۔ حضرتِ حق کو تمثل اور ظاہری جسم کی صورت میں دیکھنے یا اس کے تصور میں دیکھنے کے متعلق آرا اور احادیث موجود ہیں، ان کا مطالعہ کر۔

❁ جَمِيْعُ الْبَصَائِرِ وَ الْاَبْصَارِ اَمَّا الشُّهُوْدُ لِاَهْلِ الْوِلَايَةِ هٰهُنَا الشُّهُوْدُ فِي الْحَضْرَةِ الْخَيَالِيَةِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَلْبِ الْمُصَلِّيْ فَاِذَا اَقْوٰى الْاِسْتِحْضَارُ الْخَيَالِيُ وَ غَلَبَ الْحَالِ صَارَ مَشْهُوْدُ الْخَيَالِيْ مَشْهُوْدٌ بِالْبَصْرَةِ فَاِذَا صَارَ اَقْوٰى وَ اَكْمَلَ كَانَ مَشْهُوْدٌ بِحَقِّ الْبَصَرِ وَالْبَصَارَتِ وَ فِي النَّهَايَةِ مَقَامَ الْوِلَايَةِ وَهُوَ شُهُوْدِ الْحَقِّ ذَاتِهٖ بِذَاتِيَةٍ فَيَكُوْنُ الشَّاهِدُ عَيْنَ الْمَشْهُوْدِ اَمَّا الْمُؤْمِنُ الْمُتَعَقِّلُ الشُّهُوْدِ فَهُوَ يَطْلُبُ الشُّهُوْدِ اَوَّلًا مِّنْ طَرِيْقَةِ التَّخَيُّلِ وَالتَّمَثُّلِ ثُمَّ بِالرُّؤْيَةِ الْحَقِيْقَةِ حَتّٰى تَبْلُغَ مَقَامَ الْوِلَايَةِ فِي التَّوْحِيْدِ وَيَسْتَهْدِيْ الْهِدَايَةِ الرُّسُلِ بِاِتِّبَاعِهِمْ لِاَنَّ دَعْوَتُهُمْ اِلَى الْحَقِّ عَلٰى بَصِيْرَةٍ۔

ترجمہ: اللہ تمام بصیرتوں اور ابصار کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور شہود کے بغیر اسے نہیں دیکھا جا سکتا جو کہ اہلِ ولایت کا طریقہ ہے۔ یہاں پر شہود سے مراد حضوری کا تصور ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔'' اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نمازی کے دل میں ہے''۔ پس جب حضوری کا تصور قوی ہو جائے اور غلبۂ حال پا لے تو تصور کا مشہود بصارت کا مشہود بن جاتا ہے۔ بعینہٖ جب تصور زیادہ طاقتور اور کامل ہو جاتا ہے تو پھر مشہود بصارت اور بصیرت کی حد کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کی انتہا پر وہ مقامِ ولایت حاصل ہوتا ہے جس میں ولی ذاتِ حق کا شہود بن جاتا ہے۔ پس شاہد مشہود کی عین بن جاتا ہے۔ شہود کی کیفیت کو سمجھنے والا مومن پہلے شہود کی طلب تصور اور مثال سے کرتا ہے، پھر اسے حقیقت دیکھنا نصیب ہوتی ہے یہاں تک کہ توحید میں غرق ہو کر مقامِ ولایت کو پالیتا ہے اور رسولوں اور پیغمبروں کی ہدایت کے مطابق راہ تلاش کرتا ہے جو اُن کی اتباع سے نصیب ہوتی ہے کیونکہ اُن کی دعوت حق اور بصیرت پر مبنی ہوتی ہے۔

اے جانِ عزیز! جب منتہی واصل کا وجود روح میں ڈھل جاتا ہے اور اُس پر (مرنے سے قبل مرجاؤ کے مطابق) موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کے اعضا تصرف نہیں کرتے۔ جب وہ اس عالم فانی سے انتقال کرتا ہے تو ملکوت میں اس کے وجود کا تسویہ کر کے اس کے جسم جیسا ایک مثالی وجود اسے عطا کیا جاتا ہے۔ وہ اس مثالی وجود کے مرکب پر سوار ہو کر عالمِ جبروت میں ملاء اعلیٰ اور ارواحِ قدس سے مل جاتا ہے اور پھر مقامِ اطلاق پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اسے تقویت بخشتا ہے اور عالمِ بقا میں بہشتِ نوری کے انوار سے اس کی روح نور میں بدل جاتی ہے اور اس کا مثالی وجود ایک نئی صورت اختیار کر لیتا ہے جس میں تغیر نہیں ہوتا۔ یہ وجود وہی جنس رکھتا ہے جس میں منتہی نے انتقال کیا تھا۔ جب اس کے ظاہری جسم کو موت آتی ہے تو یہی وجود اسے اس کے آخری گھر (مقام) تک لے جاتا ہے۔

❁ اَیْ مُتَفَرِّقُ اَجْزَاءٍ فَاِذَا قَبَضَهٗ اِجْتَمَعَ اللّٰهُ قُوَاهُ رُوْحَانِيَّةِ فَيُسَوِّیْ لَهٗ مُرَكَّبًا مِّثَالِيًّا وَ صُوْرَةُ جَسَدَانِيَّةِ مُتَمَثِّلَةٌ غَيْرَ هٰذِهِ الْمُرَكَّبُ الَّذِیْ فَارَقَتْ فَاِنْ كَانَ مَنْ يَّفْتَحُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَبْوَابَ السَّمَآءِ خَلَصَهُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰى يَعْنِىْ اَلْاَرْوَاحُ الْمُقَدَّسُ وَ اِنَّ

قَدَرَ لَهُ التَّوَلِّي اِلٰى اَنْ يَّفْتَحَ لَهُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ بِمِفْتَاحِ الْاَمْرِ فَيُسَوِّي اللّٰهُ لَهُ هَيْكَلَ رُوْحَانِيٌّ نُوْرَانِيٌّ مُنَاسِبٌ اِلٰى هَيْئَةِ النَّائِبِ فِيْ دَارِ الْبَقَاءِ لِوُجُوْدِ الْمُعْتَدِلِ هُوَ الْمُقْتَضِيَ الْاِتِّصَالِ الدَّائِمِ فَلَا يَمُوْتُ اَبَدًا وَ لَا يَفْرُقُ اَجْزَاهُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَاِذَا تَحَقَّقَ الْقَوْلُ بِمَا ذَكَرْنَاهُ اِشْتَغَلَ الْاَمْرَ اِلٰى اَنْ يَكُوْنَ عَقْلًا مُجَرَّدًا فِيْ غَيْرِ مَا دُوْنَ طَبْعِيَّةٍ فَيَعْلَمُ مِنْهُ وَ يَظْهَرُ بِهٰذَا الْحُكْمِ فِيْ صُوْرَةِ طَبْعِيَّةِ عِلْمًا ذُوْقِيًا يَعْنِيْ لِسَالِكِ وَ الْمُتَحَقِّقِ بِكَوْنِهٖ عَقْلًا مُجَرَّدًا عَنْ قُيُوْدِ الطَّبِعِيَّةِ تَحَقَّقَ جَيِّدٌ ذُوالْيَقِيْنِ وَالَّتِيْ كَانَتْ فِيْ عَالَمِ الْعَقْلِ هِيَ وُصُوْلٌ بِعِلْمِ الْاَسْفَلِ مِنْ ضَوْءِ الطَّبِعِيَّةِ فَيَعْلَمُ الْاَحْكَامُ الْمُخْتَلِفَةِ فِي الطَّبِعِيَّةِ هِيَ الْمَعَانِيْ فِي الْاَعْيَانِ وَالْحَقَائِقِ الْعَقْلِيَةِ عِلْمٌ ذَوْقِيٌّ وَحَقِيْقَتُهَا وُجُوْدِ ذَاتِهٖ تَعَالٰى فِيْ جَمِيْعِ الْاَعْيَانِ وَالْمَعَانِيْ وَاَعْطٰى فِيْ عَالَمِ الْعُقُوْلِ عَقْلًا مُجَرَّدًا وَ فِيْ عَالَمِ نُفُوْسِ نَفْسًا فِيْ عَالَمِ الْحَيْوَانِ حَيْوَانٌ فِيْ عَالَمِ النَّبَاتِ نَبَاتٌ وَفِي الْجَمَادِ جَمَادٌ وَفِي النَّارِ نَارٌ وَفِي الرِّيْحِ رِيْحٌ۔

ترجمہ: جب متفرق اجزا کو قبض کر لیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام روحانی قویٰ کو اکٹھا کر دیتا ہے۔ پھر اُس کا مثالی مرکب ترتیب دیا جاتا ہے جو اس مرکب کے علاوہ ہے جس سے اس کی جسمانی صورت جدا ہوئی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دے تو وہ انتہائی بلندی پر پہنچ کر ملاءِ اعلیٰ یعنی ارواحِ مقدس سے مل جاتا ہے۔ اگر حکمِ الٰہی کی کنجی کے مطابق اس کے لیے آسمانی دروازوں سے پیچھے رہنا ہی مقدر ہو تو پھر اللہ اسکے ہیکلِ روحانی نورانی کے لیے دار البقا میں ایک نائب کی حیثیت سے ایک معتدل وجود ترتیب دے دیتا ہے جو دائمی اتصال کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس کے اجزا کبھی جدا نہیں ہوتے اور نہ وہ کبھی مرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اس میں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے سوائے (اس) پہلی موت کے (جو گزر چکی ہوگی)''[1] اور جب اس بیان کی گئی بات کی تحقیق ہو جاتی ہے تو وہ اس امر کی تعمیل میں مشغول ہو جاتا ہے۔ عقل اپنی طبیعت کے خلاف ایک لحاظ سے مجرد ہے جس سے وہ جان لیتا ہے اور اس تجزیہ کے مطابق ظاہر کرتا ہے کہ صورتِ طبیع میں علم بھی ہے اور ذوق بھی۔ یعنی سالک اور متحقق کے لیے عقل قیودِ طبیعی سے پاک ہو

---

[1] سورۃ الدخان آیت 56

جاتی ہے اور جب عمدہ یقین والے نے اس مرتبہ کو تحقیق کر لیا کہ یہ (عقلِ مجرد) عالمِ عقل میں موجود تھی اور طبعی روشنی کے ذریعے علمِ سفلی سے وصول ہوتی ہے پس وہ مختلف احکام کو حقیقی طور پر جان لیتا ہے کہ اعیان کے اعتبار سے اس کے یہ معانی ہیں۔ عقلی حقائق بھی علمی ذوق سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور تمام اعیان اور ان کے معانی کی حقیقت وجودِ باری تعالیٰ سے ہے۔ جس نے عالمِ عقل میں عقلِ مجرد عطا کی، عالمِ نفوس میں نفس عطا کیے، عالمِ حیوان میں حیوانیت دی، عالمِ نباتات میں اُگنے کی صلاحیت عطا کی، عالمِ جمادات کو جمود عطا کیا، آگ کو گرمی اور ہوا کو نرمی عطا کی۔

اے جانِ عزیز! جب منتہی واصل سیر کرتے ہوئے طاعت کے انتہائی مقام پہ پہنچتا ہے تو اس کے لیے موت اور حیات ایک ہو جاتی ہے۔ وہ جس شکل وصورت کو چاہتا ہے اختیار کر لیتا ہے اور جہاں چاہتا ہے جا سکتا ہے۔ سات آٹھ جگہوں پر ایک ہی وقت میں حاضر ہو کر اپنی ایک زبان سے سب کے ساتھ کامل انبساط میں بات کر سکتا ہے۔ جو کچھ اُس کے دل میں آتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ اس کا وھم اس مقام پہ پہنچ جاتا ہے کہ تمثل ہو جاتا ہے اور اس کا جسم جو لباس چاہتا ہے وہی اختیار کر لیتا ہے۔ مگر اصل مقصد یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل کی جائے؟ اور ان مقامات اور منازل تک کیسے رسائی حاصل ہو سکتی ہے؟ جو طالب اپنے اس مقصد پر کاربند رہتا ہے پیر کامل اسے روحانی سیر کے ذریعے ان منازل تک پہنچا سکتا ہے۔ جو پیرِ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے گا وہ نہ وھم تک پہنچ سکتا ہے نہ اس کا دل زندہ ہو سکتا ہے، نہ وہ عالمِ حق کو دیکھ سکتا ہے نہ دریافت کر سکتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صحبت حاصل کر سکتا ہے۔ پیرِ کامل کے بغیر نہ تو ہمت مؤثرہ حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی اس راہ کی سیر نصیب ہوتی ہے، نہ یہ سفر طے ہوتا ہے اور نہ ہی مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (ترجمہ: مرنے سے پہلے مرجاؤ) کے مقام تک پہنچا جا سکتا ہے۔ ایسے شخص کے اعمالِ ظاہر آلودہ رہتے ہیں اور وہ اپنے ظاہر کو ہی بنانے سنوارنے میں مشغول رہتا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ تک پہنچنا محال ہے اور جو کچھ کہا گیا ہے ان میں سے کچھ بھی اُس کے ہاتھ نہیں آتا۔ نہ ہی وہ ان باتوں کا اثر لیتا ہے اور نہ ہی دیدارِ الٰہی کے اس راستہ پر قدم رکھتا ہے۔

دوہڑہ

اعمال بکند قول بزرگ است

از بزرگانِ دین ہر کہ عامل گردد

ترجمہ: بزرگوں کا قول ہے کہ نیک اعمال بجالا۔ جو نیک عمل کرنا چاہتا ہے وہ بزرگانِ دین کی پیروی کرے۔

جو مقصد اس دوہڑہ میں بیان کیا گیا ہے اس کو اچھے طریقے سے سمجھنا چاہیے اور اس پر کاربند ہو کر اپنی منزل حاصل کر لینی چاہیے۔

دوہڑہ

سوئے بخاکی تن روئے جا کت حور

کہ نگر بتھی کالا تا نوئی

ترجمہ: صرف خاکی جسم کی پرواہ کرنا بالآخر ہلاکت کے تخت پر جا بٹھاتا ہے کیونکہ اگر تو اسی کو دیکھتا رہا تو اللہ سے ہمیشہ کی جدائی کا سامان کرلے گا۔

یعنی اپنے اعضائے ظاہر کو سکون میں لائے اور کسی کام (زائد ظاہری جسمانی عبادت) میں مشغول نہ کرے تا کہ (ذکر، تفکر، تصور اور مرشد کی توجہ سے) دِل بیدار ہو جائے۔ باطنی حواس کا کھلنا ظاہری حواس کو بند کرنے میں ہے اور اسی کے ذریعے قرار و سکون نصیب ہوتا ہے۔ کیونکہ جسم کا سکون دل کے سکون میں ہے اور دل کا سکون اللہ کو یاد کرنے اور اس کے ذکر میں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ (6:122)

ترجمہ: بھلا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا۔

اس آیت کے مطابق جب دِل اللہ تعالیٰ کی یاد سے زندہ ہو جاتا ہے تو بغیر کسی مشکل کے ہر سانس اور ہر گھڑی یادِ الٰہی میں گزارتا ہے۔ جب دل زندہ ہو کر بیدار ہو جاتا ہے تو طالب کو ذکرِ خفی یعنی پاس انفاس کا ذکر حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے دل میں وَھم کی سلطنت کی بنیاد رکھتا ہے اور سیرِ وَھم

میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر اُسے فتح قلب حاصل ہو جاتی ہے جو کہ سالک کے لیے باطنی اعمال کا اہم رکن ہے۔

❁ عِبَادَةُ الْفَقْرِ نَفْيُ الْخَوَاطِرِ

ترجمہ: فقر کی عبادت خواطر کی نفی کرنا ہے۔

اس حکم کے مطابق سالک خواطر کی نفی کرتا ہے۔ اس کا دم یعنی روح عالمِ حق کو پا لیتی ہے اور وہ اپنے دِل میں عالمِ حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یوں وہ اپنے دِل میں لقائے الٰہی حاصل کر لیتا ہے۔

❁ رُؤْيَتَ عَلَيْكَ الصَّلٰوةِ دَائِمُوْنَ

ترجمہ: تم پر لازم ہے کہ دائمی نماز کے دوران دیدار کرتے رہو۔

جب دِل بیدار ہو جاتا ہے تو یہ مقام نصیب ہوتا ہے۔ فرمان ہے کہ:

❁ اَلشَّيْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ خَنَسَ الشَّيْطٰنُ

ترجمہ: شیطان ابنِ آدم کے قلب پر قبضہ جمائے ہوئے ہے، جب بندہ ذکرِ اَللّٰہُ کرتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔

اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذکر سے جب سالک (طالبِ مولیٰ) کو کمال حاصل ہو جاتا ہے اور وہ دائمی مشاہدۂ حق (لقائے الٰہی) میں محو ہو جاتا ہے تو وہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (ترجمہ: مرنے سے پہلے مر جاؤ) کی صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔ پھر اُس پر موت نہیں آتی، وہ محض ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے کہ:

جان بجاناں دہ و اگر نہ از تو بستاند اجل
چون تو خواہی ہر دو عالم این نیکو یا آن نیکو

ترجمہ: اپنی جان اپنے محبوب (اللہ تعالیٰ) کو دے دے نہیں تو تیری جان موت کا فرشتہ تجھ سے لے جائے گا۔ اب تُو خود ہی فیصلہ کر لے کہ جان اپنے محبوب کو دینا بہتر ہے یا موت کے فرشتے کو۔

راہِ سلوک کی تمام سیر اس بیت میں داخل ہے۔ یہ بیت اس رسالہ میں اس لیے درج کیا

ہے تاکہ اس مشکل کتاب کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبِ بِعَوْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی تَمَّتْ ھٰذَا الْکِتَابُ وَ اَدْخَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَاتِبُ ھٰذَا الْحُرُوْفِ بِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ جَنّٰتِ الْاَبْوَابِ بِفَضْلِہٖ وَ بِکَمَالِ کَرَمِہٖ بِلَا حِسَابٍ وَ بِلَا عَذَابٍ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَتِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ بِحُرْمَۃِ کَلِمَۃِ الطَّیِّبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو جنت عطا کُن نویسندہ را بِہٖ نَسْتَعِیْنُ۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ درست علم رکھتا ہے اور ہر شے کا رجوع اور ٹھکانہ اللہ ہی کی طرف ہے۔ اللہ کی مدد سے یہ کتاب مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کاتبِ حروف کو تمام مومنین کے ساتھ اپنے فضل اور اپنے کمال کرم کی بدولت بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل فرمائے۔ آمین

اے ربّ العالمین! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمت کے واسطے سے اور کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی حرمت کے صدقے تو اس کتاب کے لکھنے والے کو جنت عطا فرما جو تیری ہی مدد کا طلبگار ہے۔ (آمین)

سلطانُ الوھم

(فارسی متن)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ وَالْعِرْفَانَ وَ نَوَّرَ قُلُوْبَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْفُرْقَانِ وَبَلَّغَھُمْ اِلٰی مَنَازِلَۃِ الْعُرُوْجِ بِخَفِیِّ الْمُدْرِکِ بِنُوْرِ سِرِّیَاتٍ مَعَ جُزْئِیَاتِ الْمَظَاھِرِ اِلٰی عَالَمِ الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَ لَاھُوْتِ بِتَمَثُّلِ اٰیَۃٍ وَجَذَبِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْاَوْلِیَآءِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ بِاِبْتِلَآءِ الْمُحَبَّۃِ الْخَاصِ الْمَشْرُوْعِ فِیْ عَالَمِ الْکَوْنِ وَخَاصَۃُ الْمُوَحِّدِیْنَ بِاَعْطَاءِ الْاَحَدِیَّتِ الْمُطْلَقَۃِ الْمَحَبَّۃِ بَلْ تُقْبَلُ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَحْمَدِ مُجْتَبٰی الْمُفْتِحُ بَابُ الْکَمَالَاتِ بِعَرَفَاتِ الْجَمَالِ عَلَی الْکَمَالَاتِ وَالتَّحِیَّۃُ عَلَی الْمُصْطَفٰی الْھُدٰی بِھِدَایَتِ السَّبِیْلِ وَالْعَالِیْ بِنِھَایَتِ نَزَّلَ اِلٰی مَعَارِجِ مَقَامَاتِ الْاَحَدِیَّتِ الْمُطْلَقَۃِ بِسَیْرِ الْاَوْھَامِ الْمُدْرِکِ بِنُوْرِ الْاَرْوَاحِ الْمُقَدَّمَۃِ اِعْلَمْ اَوْحَالَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِعِلْمِ الْاَوْھَامِ الْکُلِّیَۃِ الْمُدْرِکَۃِ اِلٰی عَالَمِ الْاَلْطَافِ الْحَقِیْقِیِّ۔

ای جان عزیز چند کلمہ در بیان اوھام طریق ایجاز و اختصار املا کردہ آید باید دانست کہ مقرب ترین راہ طریقت و موصل ترین راہ حقیقت راہ دلست و بغیر راہ دل وصول جلّ وعلا ممکن نیست بلکہ محال است زیرا آنچہ راہ دل سیر ہمیں است نہ سیر نباید مگر بواسطہ سلطان وھم شاہ ظن کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ مجکوم این معنے است درین اصل محکم و بنیادی متحکم و ہمت کہ بی سلطنت وھم در بادیہ قدم نہادن ممکن نیست وَلِذٰلِکَ کَمَا کَانَتْ اَوْھَامُ اَقْوٰی سُلْطَانًا فِیْ ھٰذِہِ النَّشْأَۃِ مشعر برین است۔ ای جان عزیز مقدمہ این راہ آخر ابتدا و انتہا پیر کامل است کہ اَلشَّیْخُ اَبْلَغُ فِیْ ھٰذِہِ الطَّرِیْقِ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ وعلامت پیر کامل و مرشد واصل آنست کہ مرید را بعالم اوھام برساند و فتح قلب او را روزی کردند و بہ ہمت موثرہ سیر دل و آرام دل بحصول آنجامد۔ و فتح قلب آنست کہ پیر کامل بحکم اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ دل مرید بتصرف خود اوھام بیاد حق جلّ وعلا زندہ گرداند کہ ہیچ دمے بی یاد حق تعالیٰ برنیاید در خواب و بیداری بہمہ حال ذاکر گردد وھم سیر دائم شود۔ دیگر آنکہ بصیرت یعنی قوت ہمیشہ مرید در دل چنان پیدا آرد کہ جمیع عالم الطاف را معاینہ کند و بدان قوت ہمیشہ دریابد و ہیچ ساعتے از دیدن جمال حق باز نہ استد چنانچہ حضرت پیر تحقیق صلی اللہ علیہ آلہ وسلم از فتح دل چنین نشان میدہد کہ رَأٰیِ قَلْبِیْ رَبِّیْ ومہتر داؤد علیہ السلام نیز ازین معنی خبر میدہد و میگوید اُوْحِیْ بِرُؤْیَتِیْ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنْظُرِیْ

مَعْرِفَتِیْ قُلْتُ لَا رُؤْیَتَ قَالَ قَلْبُكَ فِیْ شَاهِدَتِیْ وَ بِرُؤْیَتِیْ۔

ای جان عزیز سیر دل بوھم نتیجہ انبیا و اولیا است کہ بدون سیر دل بحکم مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ سالک زیان زدہ در مملکت است و چون سیر دل بحکم مَنِ اسْتَوٰی نبود سکون آید و آن محض حرام است اَلسَّکُوْتُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوْبِ الْاَوْلِیَاۤءِ پس سالک بدان کوشد کہ سیر حاصل آید و سیر دل درین راہ بواسطہ سلطان الوھم سیر او ھام مقسوم برسہ وجہ است بحکم النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حدیث تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ حدیث تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّیْنَ سَنَةٍ حدیث تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَیْنِ وَ تَفَکُّرُ مُبْتَدِئٍ وَ تَفَکُّرُ مُتَوَسِّطٍ وَ تَفَکُّرُ مُنْتَهِیْ. تَفَکُّرُ مُبْتَدِئٍ وھم سائر بمقابلہ عبادت یکسال است و تَفَکُّرُ مُتَوَسِّطٍ بمقابلہ عبادت شصت سال و تَفَکُّرُ مُنْتَهِیْ بمقابلہ عبادت جن وانس است ۔پس حکم حدیث مذکور است کہ روندگان این راہ برسہ اصل مقسوم کردہ آمد انشاء اللہ تعالیٰ در مقام خود بیان کردہ شود اَللّٰهُ التَّوْفِیْقُ بِالْاِتْمَامِ۔ اصل مبتدی اصل متوسط اصل منتہی مرید کامل ملائم اسرار اصلی از نصیب آیتے وحدیثے وقولے از جہت تسکین بطریق جمال تبرک و استدلال اقتباس کردہ آید و آنچہ مقصود راہ طریق است بیان کردہ شود ۔اے جان عزیز ایں جا باید دانست کہ راہ وصول و معرفت خدا تعالیٰ کہ اُمت کجا است و پنج چیز حاصل آید ۔راہ خدا تعالیٰ در دل است دیدن راہ باید رفت و وصول این راہ بواسطہ پیر کامل است کہ او رہبر است و پرورش این راہ باقدام ہمت فَالْوَھْمُ ھُوَ السُّلْطَانُ الْاَعْظَمُ فِیْ ھٰذِہِ الشَّارَۃِ الصُّوْرَۃُ الْکَامِلَۃِ الْاَنْبِیَاۤءِ محکوم برین معنی است کہ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِهٖ چنانچہ رہبر است پیغمبر علیہ السلام ہم چنان رہبر مرید پیر است ۔بدون رہبر راہ رفتن پر خطر است و پیوستن حق بترک نفس است ۔چنانچہ شیخ بایزید گفت اِلٰهِیْ اٰتِیْ الطَّرِیْقُ اِلَیْكَ فرمان شد دَعْ نَفْسَكَ وَ تَعَالَ وعین القضات ہمدانیؒ میفرماید کہ راہ خدا تعالیٰ در عرش نیست و در مغرب نیست و در جنوب نیست و در شمال نیست راہ خدا تعالیٰ اندرون دل تست ۔بجو تا بیابی ۔پس خواہ طلب شب و روز بعمال دل بکوشد ۔بوھم وصول و معرفت خداوند جل وعلا حاصل گردد و ہر کہ بعمل جوارح مشغول گشتند و از علم او ھام خبر ندارد و اصلاح قصد باطن نہ میخواہد بدانکہ عمر برباد دادہ باشد و متابع کردہ یعنی مشغول گشتہ ۔چنانچہ در مسئلہ مسطور است چون بینی کہ فقیر بظاہر بقلب رنج بسیاری بیند و قصد اصلاح باطن ندارد بدانکہ او فارغ بطال است و رجولیت مردانگی آنست کہ ہم چوں عامیان باشد کار خاصگان کنند و نیز در رسالہ سکینہ وعوارف مذکور است اِذَا جَاۤئَتِ الْعَامِلَاتُ اِلَی الْقُلُوْبِ اسْتَوَاحَةِ الْجَوَارِحِ فَحِیْنَئِذٍ یَشْتَغِلُ بِعِمَارَۃِ الْبَاطِنِ وَ مِیْشَارَۃِ وَمُرَاعَاۃِ الْاَسْرَارِ وَعَدَدَ الْاَنْفَاسِ۔

ای جان عزیز باید دانست کہ کار معرفت و عشق کار بدل است تا زنہار راہ گم نکنی و حظ نخوری و ہوشیار باشی و بآرائش ظاہر مشغول نمانی کہ از سیر بوھم باز الیستی و در طلب پیر کامل باشی و بحکم اُطْلُبُوا الْعِلْمَ لَوْ بِالصِّیْنِ تقصیر نکنی اگر چہ بعید

بود۔ و درین اوراق چون سہو و ماخطا بینی باصلاح قلم برانی و بتوفیق برانی و پیش آیتی و بگوش دل استماع فرمانی و کاربندی و این رسالہ را برسالہ اوھام احمدی بجہت معرفت و محبت بر احمدی نہادہ آمد تا روندگان این راہ فائدہ گیرند و سیر و ھمی کنند و دریابند وَ اللّٰہُ الْھُدٰی۔ اصل در بیان اوھام صادق و طالب و عاشق اِعْلَمْ رِزْقُ اللّٰہِ سَیْرُ الْقَلْبِ بِسُلْطَانُ الْوَھْمِ بِلَا اِسْتَوَا وَ قُصُوْرُ۔

ای جان عزیز مقدمہ این راہ پیر کامل است امابدون پیر کامل درین راہ قدم نہادن موجب خلالت و حرمانست۔ اما چون پیر کامل دست دہد و مرید صادق بخدمت و اخلاص پیش تصرف اوھام خود در مرید جاری گرداند و بدل صدق نزول کند و دل او را بواسطہ وھم دائم اسیر گرداند و ہمت موثرہ این ہمہ مقامات طے بکناند و بموجب اَصْبَحُوْا مَعَ اللّٰہِ وَ اِنِ اسْتَطِیْعُوْا فَاَصْبَحُوْا مَعَ اللّٰہِ مَنْ صَحَبَ اللّٰہِ چون صحبت مرشد کامل حاصل آید ابتداذکر خفی در دل مرید بتصرف اوھام بنا کند و بے تکلیف و بے قصد مرید ذاکر گردد و ہیچ دمی بے یاد بیفرمان نیارد کہ اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ کُلُّ نَفْسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَھُوَ مَیِّتٌ ور د صادق گردد و دل مرید بیاد حق بیدار شود اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا فَانْتَبِھُوْا خواب غفلت از دل وئے برود و دل وے زندہ گردد وَ مَنْ کَانَ مَیِّتًا فَاَحْیَیْنٰہُ در و محقق شود ونعمت سخنے کہ اَلشَّیْخُ یُحْیِ وَ یُمِیْتُ اَیْ یُحْیِ الْقَلْبَ الْمَیِّتِ الْمُرِیْدِ بِذِکْرِ اللّٰہِ ومعرفت و یمیت نفسانیت در و جائے یابد و مقام شیخے برو مقرر گردد بحکم اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ در دل منقش گردد۔ بتصرف او مقام پاس انفاس در دل مرید جای دہد یعنی بوھم ذاکر باید و خروج و دخول دم بیاد حق تعالیٰ مشعر گردد و ہیچ دمی بے یاد حق تعالیٰ خالی نیاید اینجائے دل زندہ گردد پس دم چون بالا برآید بوھم ذکر لَآ اِلٰہَ برخیزد و جمیع خواطر را بجاروب لَآ اِلٰہَ از دل بروید و خاشاک اغیار را بیرون کشد یا چون دم فرو د رود و بوھم معمور باید باعث مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ ذکر خدائے را دل مرید بنیاد نہد و بحکم اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ ہم نشین حق تعالیٰ گردد و موانست با حق تعالیٰ شود مَنْ اَنَسَ بِاللّٰہِ مُتَوَحِّشُ عَنْ غَیْرِ اللّٰہِ پیدا آید و از انقطع روئے نماید و نہایت کار سالک کہ فتح دل است اینجائے حاصل گردد۔ چنانچہ آوردہ اند کہ چہار ہزار پیران طریقت اجماع کردند کہ نہایت کار سالک چیست ہر وقتیکہ خود را بجوید ملازم حق تعالیٰ باید سیر و ھمی اینجائے بکمال رسد و صوفی را ہر دمی دو عید محقق شود:

بیت:

صوفیان	در	دمی	دو	عید	عنکبوتان	مگس	کند	ندید

ای جان عزیز چون مرید صادق دل خود را بتصرف پیر دائم ذاکر باید بجاروب عِبَادَۃُ الْفَقْرِ نَفْیُ الْخَوَاطِرِ خاشاک اغیار را از دل بیرون کشد و نور ذکر دل چنان متولی شود و مستولی سر گردد کہ مجال غیر نگذارد و مدخل سوئے غیر ندہد سالک اینجائے دائم الصلوٰۃ شود وَ ھُمْ فِی الصَّلٰوۃِ دَآئِمُوْنَ درو مقرر گردد و جود غیر درآں دل اصل نماند۔

بیت:

از دل بیرون کنم غم دنیا و آخرت　　یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست

وبحکم اَلْمُؤْمِنُ حَیٌّ فِی الدَّارَیْنِ حیات ابدی و دولت سرمدی روئے نماید۔ اینجائے فقر مسلم گردد و احتیاج بکس نماند اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللہ نعت او گردد۔ رباعی:

با دوست کنج فقر بہشت است و بوستان　　بے دوست خاک بر سرِ جاہ و تونگری

تا دوست در کنار نباشد بکام دل　　از ہیچ نعمتے نتوانی کہ بر خوری

ای جان عزیز آئینہ دل مصفا کہ درۂ کدورت شود و زنگار برخیزد و مصقلہ شود۔ ای جان عزیز چون حدیث قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْئٍ مُصْقِلَۃٌ وَ مُصْقِلَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ و اول مرید صفا بدو از مصقلہ باز ایستد پس آئینہ روشن گردد و تجلی حق تعالی در دل نمودار شود کہ میان بندہ و حق تعالی حجابے حائل نیست۔

بیت:

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار　　زنگار خوردہ کے نماید جمال دوست

ای جان عزیز چون نور ذکر با نور ذات اتصال یابد صفت ذاتی گردد ہیچ وقتے از دل متفرق نشود از یں جائے ہیچ ساعتے از ذکر باز نماند تزکیہ نفس و تصفیہ دل و تجلیہ روح در دل نیز بتصرف اوھام روئی نماید و بتازیانہ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا غیر را از دل براند۔

بیت:

جای کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند　　عام را نام و نشان در دل نماند

ای جان عزیز اول تصرف پیر کامل بر مرید صادق بوھم سائر ایں است کہ گفتہ شد۔ اما پیری کہ مرید را بعمل جوارح ترغیب کند بذکر زبان مشغول گرداند و سیر دل دادن نتوان و بوھم سائر و ہمت مؤثرہ دل مرید را در دل راہ حق تعالی کشیدن نداند و مکان و منزلات بترتیب بتصرف و عطا محض در دل وی نشاندن نمی تواند و مشاہدہ در معاینات یکے پس دیگرے نزول کردن بوھم نداند لائق ارشاد و مشیخہ نیست۔ این چنین کس را مرید گرفتن در طریقت روا نیست و شرط دیگر آنست کہ مطلع بود بر جمیع احوال مرید از ابتدا انتہا باطلاع اللہ تعالی فی مخصوص باشد کہ ہر چیزے را بداند و دریابد بعدہٗ در کار بند دکہ گفتہ اند شیخ مطلع بود از قاف تا قاف۔

چنانچہ بزرگی را پرسیدند کہ منفعت و خامی بہ پیر چیست فرمود کہ مرید را باعمال ظاہر مشغول گرداند و بصلاح دل او توانگر نکند و بوھم را دل کشودن نداند و بعلم دل رسانیدن نتواند و عطا کردن عشق و محبت نتواند ضرورت بکسب اعمال ظاہر گرداند۔ زیرا آنچہ پیر نائب و خلیفۂ رسول خداوند چون بمتابعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بروز نکوشد۔

چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ پیر تحقیق راہ است و مرید حقیقی خود را ابابکرؓ است ترتیب کرد وھم مقامات ومنزلات بتصرف خود در عطا فرمود وگفت کہ مَا فَضَلَ اَبَابَکْرٍ بِکَثْرَۃِ الصَّلٰوۃِ وَ لَا بِکَثْرَۃِ التِّلَاوَۃِ وَالصَّوْمِ وَلٰکِنْ شَیْئًا وَقَرَّ فِیْ قَلْبِہٖ چون برین طریق امامت نکند وسیر دادن تواند ضرورت لایق ظرافت دنیا است۔ نبود او را در یں راہ سعی نمودن وطالبان حق را از حق تعالیٰ باز داشتن نشاید این چنین دلیری کردن با حضرت خداوند نباید کہ این راہ محبت ومعرفت راہ عطا است با کتساب ظاہر اصل تعلق ندارد۔ چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم در باب مرید صادق خود ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماید مَا صَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا قَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ۔ پس از ین جائے بتحقیق معلوم گشت کہ راہ طریقت ووصول بخداوند جلّ وعلا بدل است وعطائے پیران است بظاہر وکسب ما اصل تعلق ندارد۔ چنانچہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ در کلام مجید میفرماید اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ ازین آیت نیز معلوم میشود و با آنکس گر مردہ بود بغفلت پس زندہ کردیم ما او را بذکر ومعرفت خود۔ اَلشَّیْخُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ نیز ہمین معنی دارد کہ معرفت حق تعالیٰ عطائے درویشان است۔ چنانچہ گفتہ اند کہ درویشے را پرسیدند کہ درویشی چیست؟ فرمود درویشی خدا بخشی است یعنی درویش آنست کہ عطا محبت ومعرفت بر بندگان خدا تعالیٰ کند و بدل برساند تا دل بدست آید و دل بدست نیاید مگر بعطا اہل دلان۔ چنانچہ شیخ عبد اللہ انصاری پیر بداوں فرماید کہ نماز گزاردن کار بیوہ زنان است وروزہ داشتن صرفہ نان است وحج کردن تماشائے جہان است دل بدست آوردن کار مردان است۔ اما این فقیر میگوید کہ دل بدست آوردن کار خامان است واز خود فانی گشتن وعین شدن واز بشریت بیرون آمدن کار مردان است۔ چنانچہ شیخ فریدالدین عطار از خود بیزار شد واز نہایت این کار فرماید:

مرا سہ چیز می باید ز کونین　　　بنا بستن، عمل کردن، شدن عین

این نیز ہمون فرماید کہ:

در ہوا گر پری مگس، در بروئے آب روی ہمچو خسے
دل بدست آورے آنگاہ کسے، غیر زیں ہر چہ کنی در ہوسے

تو کتابی در تو مسطور است عالم ہر کہ ہست چیست آں کو در کتاب ولوح تو مسطور است تو مسلمانی ولیکن دیو دارد خاتمن۔ ای جان عزیز بدلائل وے رابیت معلوم شد حقیقت ایں کار محبت ومعرفت متوقف بدل است نہ بجوارح زیر آنچہ سیر این راہ بواسطہ وھم است وآن نور وھم است منادی در دل وروح بسریان نور حق تعالیٰ کہ مدرک ومبصر وسمع عالم الطاف است ومادام کہ سلطان وھم ولایت نفس ودل وروح وسرّ قابض ومتصرف نگردد تزکیہ وتصفیہ وتخلیہ وتجلیہ حاصل نیاید واین ہمہ کارہا خلق بباطن تعلق دارد نہ بظاہر۔ چنانچہ گفتہ اند وصول ومعرفت دل از دل است وروح باروح است واز سر بسر است واز چشم بچشم است واز زبان بزبان واز گوش بگوش ہم برین معنی حضرت رسالت پناہ علیہ السلام میفرماید اِنَّ

اللّٰہ لَا یَنۡظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمۡ وَ لَا اِلٰی اَعۡمَالِکُمۡ وَ لٰکِنۡ یَنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَ نِیَّاتِکُمۡ پس نظر حق تعالی بدل است و اعمال دل نہ بجوارح و اعمال جوارح۔ اے عزیز جان این نیز باید دانست کہ صلاحِ دل و اعمالِ دل بجوارح را فائدہ آرد اما اصلاح جوارح دل را ہیچ فائدہ ندارد چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میفرماید اِنَّ فِیۡ جَسَدِ ابۡنِ اٰدَمَ اَلۡمُضۡغَۃُ اِذَا صَلُحَتۡ صَلُحَ الۡجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا فَسَدَتۡ فَسَدَ الۡجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَ ھِیَ الۡقَلۡبُ و دل بادشاہ جوارح است رعیت او بس اصلاح بادشاہ رعیت مؤثرہ آید اما اصلاح رعیت در بادشاہ ہیچ اثر ندہد و ندارد و فساد بمثل ہم چنین دل ہر عمل و صلاے کہ در و باشد بجوارح تاثیر پیدا آید اما تاثیر صلاح جوارح در دل ہیچ اثر نکند۔

بیت:

کوش تا دل زندہ گرد و تن جوازے بزنگ با　　مردہ را کے سود دارد گور با نقش نگار

خواجہ شبلی میفرماید

ابیات:

زبان از حرف آرائی بکن خاموش یکچندی　　چو در ظاہر شوی خاموش در باطن زبان بینی

من بر در دل خویش پس گوش بنہادم　　جاناں چنداں سخن شنیدم اما دلت ندیدم

اے جان عزیز آوردہ اند کہ اصحاب رضی اللہ عنہم باب نصرانی وضو میکردند و پائے پادہ مسجد بر فتند ہر عملے کہ ایشان را بود بر دل بود پس مقصود راہ طریقت آرائش و صفائی دل است نہ جوارح پس آرائش جوارح بعمال ظاہر ضائع کردن عمر است و شرمندہ ماندن از حضرت خداوند جل وعلا۔ چنانچہ در انجیل مسطور است چون بندہ مومن بمیر د حق سبحانہ وتعالی بے کلام و بے زبان بواسطہ ملک پنجاہ سوال کند یکی این بود کہ اے بندہ من ہمیشہ بنظر حق را بآراستے و عمل ظاہر مشغول کشتی ہیچ طاعتے و ہیچ طبع نظر مارا نیا راستے کہ آن دل است۔ ہیچ جوابی نیاید خالی و خاسر سر فرو د افگندہ ماند۔

ای جان عزیز آئینہ زنگار آلود را از جہت صیقل کردن بدید اگر صیقل زنی بدید پس پشت آئینہ بادشتہ آئینہ را صیقال زند ہیچ سود نیارد از روئے آئینہ زنگار نخیزد و صفا نشود و در روے روئے نمایدتا مدام بر روئے آئینہ صیقل نزند روئے آئینہ مصفّٰی زنگار نشود۔ اما میانِ دل و زبان و جوارح این چنین اتصال ہمہ است زیر آنچہ دل عالم لطیف ملکوتست و زبان جوارح عالم کثیف ناسوت است پس مصقلہ راندن در عالم ملکوت و لطیف چگونہ صیقل شود و مصفا کے گردد ھذا محال۔ اے جان عزیز چینیان گفتند ما در نقش عالم و رومیان گفتند ما در صیقل اثنا آن خبر بوالی ولایت رسید یکخانہ ساختہ و از ان خانہ ایمنی چینیان نقش کردن آغاز کردند و نیمے رومیان صیقل کردن گرفتند و حائلے درمیان نہادن بودند چون تمام شد آن حائل برداشتند نقش رومیان از نقش چینیان زیبا تر نمود زیر آنچہ عکس۔ درین حکایت سرّ عظیم است فہم من فہم۔

خوش گفت آن عاشق باقی آن مست الست ساقی شیخ فخر الدین عراقی ز نقش و نگار ہر چہ بینے از لوح ضمیر پاک بتراش

باشد کہ بینی اے عراقی در نقش وجود خویش نقاش ۔ این حکایت نیز دلالت دل است نہ جوارح ۔

اے جان عزیز از روی نقل و عقل معلوم جمع الانبیا مرسل را و اولیا شہدا کمال است کہ ذکر دل مقصود ایں راہ است و آں عطائے پیر است نہ کسب اماذ کر زبان محض عادت است یعنی ہیچ فائدہ ندارد ۔ پس مرید صادق و طالب عاشق کہ ہمیشہ در عادت بکوشد وقت خود ضائع کردہ باشد بموجب مَا لَا اِرَادَةِ تَرْکُ الْعِبَادَةِ عادت ترک باید کرد و از عادت دور باید بود و بعبادت نباید بود ۔ مخصوص بدلائل قطعی و براہین عقلی اینجا ثابت کردہ آید کہ ذکر جہر بے فائدہ و ضائع است و کار غافلان است ہیچ روندہ طریقت و طالبِ حقیقت بردنبال نباید و وقت خود را ضائع نکند چنانچہ حضرت صمدیت در کلام مجید فرقان حمید خود ذکر را بدل مقید میکردہ اند و زبان را از گفتن ذکر باز میدارد و منع میکند ۔ قولہ تعالیٰ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ آیۃ دیگر اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ و اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ ای لذکر آیۃ دیگر کہ جہر ممنوع است وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ درین آیۃ تنبیہہ برائے منع ذکر جہر و مختار ہم ذکر دل است و نقل است من تفسیر عرائس البیان تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً اَیْ عَرَفَهُمْ بِقُوَّةِ الْكِبْرِیَآءِ وَجَلَالِ الْعَظَمَةِ وَ عَنِ الْقِدَمِ وَالْبَقَآءِ كُوْنُوْا فِیْ رُؤْیَتِهٖ هٰذَا الصِّفَاةِ عِنْدَ اِحْتِیَاجِكُمْ اِلَیْنَا بِنِعْمَةِ الْغِنَآءِ وَ یُحِیْطُ مَا لَا یَطَّلِعُ عَلٰی اَسْرَارِ نُفُوْسِكُمْ فَاِنَّ دَعْوَةَ الْمُضْطَرِ یَقَعُ عَلٰی مَصَانِعِ الْغُیُوْبِ حِیْنَ حَاجَةٍ بِوَصْفِ النُّطْقِ مِنَ اللِّسَانِ الْقُلُوْبِ وَاِنَّ صَفِیَ الْوَقْتِ فِی التَّضَرُّعِ وَ دَعْوَةُ الْحَقِیْقَةِ وَ ذِكْرُ الْخَفِیِّ الدُّنِّیْ وَصِفَتُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِالْخَیْرِ قَالَ الْخَیْرُ الذِّكْرُ الْخَفِیِّ قَالَ اَبُوْ عُثْمَانُ التَّضَرُّعُ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَا یَقْدِمَ اِلَیْهِ اَفْعَالِكَ وَصَلٰوتِكَ وَقِیَامِكَ ثُمَّ یَدْعُوْا اِلٰی اٰثْرِهٖ وَ اِنَّمَا تَضَرُّعًا اَنْ یَقْدِمَ اَفْتِقَارِكَ وَعَجُوْزِكَ فَاَفْتِلَكَ وَقِتْلَهٗ حَیَاتِكَ ثُمَّ یَدْعُوْا اَبَلًا عَلَیْهِ وَلَا سَبَبَ فَتَرْفَعُ دُعَآئِكَ قَالَ وَاسِطِیْ تَضَرُّعًا بَذَلَ الْعُبُوْدِیَّتِ وَ خَلَعَ الْاِسْتِطَاعَتِ خِیْفَةً اِلٰی خَفِیِّ ذِكْرِیْ صَیَانَتُ غَیْرَ الْاَتْدَاءِ وَ بِقَوْلِ الْخَیْرُ الذِّكْرُ الْخَفِیِّ وَ اِنَّ فِی الدُّعَآءِ مَقَامَاتٌ بَعْضُهُمْ یَدْعُوْا بِلِسَانِ الظَّاهِرِ وَ بَعْضُهُمْ یَدْعُوْا بِاِشَارَةِ الْقَلْبِ وَبَعْضُهُمْ یَدْعُوْا بِاِشَارَةِ السِّرِّ بَعْضُهُمْ بَقِهٗ نَعْتٌ اَهْلُ الظَّاهِرِ التَّضَرُّعُ وَنَعْتٌ اَهْلُ الْبَاطِنِ الْاَفْتِقَارُ وَ الْخُنُوْعُ وَنَعْتٌ اَهْلُ الْقَوْلِ الْفِكْرِ وَ نَعْتٌ اَهْلُ الْقَلْبِ الذِّكْرِ وَنَعْتٌ اَهْلُ الرُّوْحِ الشَّوْقِ وَ نَعْتٌ اَهْلُ السِّرِّ فَنَآءَ یَدْعُوْا بِالْاِذْنِ ○

و آیت دیگر فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ط و آیت دیگر وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ از ایں آیۃ ذکر دل مراد است نہ زبان کہ نسیان صفت دل است نہ صفت جوارح ۔ آیت دیگر یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا و آیت دیگر وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا یعنی اطاعت مکن اے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کسانے را کہ غافل گردانیدم باد لہا آں کسانے از یاد خویش ۔ ایں آیت نیز دلالت میکند بر ذکر دل و حضرت رسالت

پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ طبیب حاذق این راہ است ذکر را بدل مقید میگرداند نہ زبان چنانچہ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
اَلشَّیْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ اِبْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ خَنَسَ وَتَوَلَّی الشَّیْطٰنُ وَ اِذَا غَفَلَ التَّقْسِیْمِ
مُحَدَّثَہٗ وَ مَنَاہُ O وحدیث دیگر لِکُلِّ شَیْءٍ مُصْقِلَۃٌ وَ مُصْقِلَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ تعالیٰ وجائے دیگر فرمودہ
است اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ کُلُّ نَفَسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَھُوَ مَیِّتٌ وجائے دیگر میفرماید اَفْضَلُ
الذِّکْرِ الْخَفِیِّ اَلْخَفِیُّ ھُوَ حَالٌ دَائِمٌ حدیث دیگر قال علیہ السلام اُوْحِیَ اِلَیَّ وَاذْکُرْ رَبَّکَ کَثِیْرًا وَ کُنْ مِنَ
التَّاجِرِیْنَ وَلٰکِنْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ جَمَعَ الْمَالِ وَ کُنْ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ O این محل زبانی وحدیثے ذکر کردہ شود و
اشارت ودلالت بر ذکر دل مشعر است قال اللہ تعالیٰ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ حق
تعالیٰ میفرماید کہ مردانی اند کہ باز نمی دارند وغافل نمیگرداند ایشان را ہیچ تجارت وبیع از یاد من یعنی بیع اثر میکند وبزبان
بیعت واشتریت میگویند ودلہا من خالی نشد قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا کثیرۃ
متقاضی بر دوام است ودائم در ذکر بودن بغیر ذکر دل محال است۔ قال اللہ تعالیٰ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ
عَلٰی جُنُوْبِھِمْ این آیت کریمہ دلالت میکند بر دوام ذکر کہ ہیچ کس ازین حال بیرون نیست وآن ممکن نیست مگر
بدل۔ قال اللہ تعالیٰ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَ اشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ این نیز مشعر است بر دلم ذکر باعتبار
تقابل قال اللہ تعالیٰ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ این آیت نیز مشعر است بذکر دل است زیرآنچہ علم خاصہ دل است
بزبان تعلق ندارد۔ قال اللہ تعالیٰ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ این آیت نیز مشعر است بذکر دل کہ ازین ذکر حضور مشاہدہ خواہد
کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ پس اقامت نماز از جہت حضور خداوند است وآن متعلق بدل است ونماز اہل
دلان آنست کہ جوارح را در رکوع وسجود دارند وزبان در قرات وتسبیح آرند دل بیاد وحضور حق بسپارند مادام کہ در قیام حضور و
مشاہدہ بعین الیقین حاصل نکند حیلہ بسوئے رکوع نیارند ومادام کہ در رکوع حضور ومشاہدہ حق تعالیٰ بعین الیقین معائینہ
نکند رخ بسجدہ نکند ومادام کہ در سجدہ اول بعین الیقین خدا را نہ بیند رجوع بسجدہ دوم نکند کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ
الْمُؤْمِنِیْنَ عبادت ازین نماز نمیگذاری واین مرتبہ در دل خود نمی یابد وبدین نوع حضور حاصل نمی آید تحقیق یَالَیْتَنِیْ
مَنْ لَّمْ یَرَی الرَّحْمٰنَ بِصَلٰوتِہٖ فَھُوَ لَیْسَ بِمُصَلٍّ اَصْلًا نزدیک کسے کہ خدائے را در نماز وغیر آن نمی بیند ونمی
شناسد ودائم حضور نیست بمقصد نرسیدہ است ہنوز طالب است عاشق نیست۔ صاحب سوانح در کتاب خود آوردہ است کہ
پس دیدن دیدار عاشق۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سَبَقَ الْمُفْرِدُوْنَ قِیْلَ مَنِ الْمُفْرِدُوْنَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا این خبر نیز دلالت میکند بذکر دل قولہ تعالیٰ فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ ج وَ مِنْھُمْ
مُّقْتَصِدٌ ج وَ مِنْھُمْ سَابِقٌ م بِالْخَیْرٰتِ شیخ بہاؤ الدین قدس اللہ سرہ العزیز معنے این آیت در عوارف خود چنین

میفرمایدکہ ظالم برنفس خود کسانے اندکہ خدائے رابدل یادنمیکنند وسابق بخیرات کسانے اندکہ خدائے راکہ لَا نَسِیَ رَبَّہٗ
ہفت نشان گشتہ اند قال احمد بن عاصم اَلظَّالِمُ صَاحِبُ الْاَقْوَالِ وَ الْمُقْتَصِدُ صَاحِبُ الْاَفْعَالِ وَ السَّابِقُ
صَاحِبُ الْاَحْوَالِ ظالم میخواند و دو ورطہ ظلم میداند برین باید کوشید کہ دل ذاکر گردد کہ مقصود مطلوب آوردہ است و ذکر
حقیقی ہمین است کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ نعت اوست وَالْجَلِیْسُ مَشْهُوْرٌ لِلذَّاکِرِ الْحَقِّ اَلَّذِیْ هُوَ جَلِیْسُ
فَلَیْسَ الذَّاکِرُ ذکر حقیقی این است کہ دل بیاد حق تعالیٰ زندہ گردد و دل را حیاتی طیب و نور آئینہ بقا بعد فنا روی
نماید۔

فَنَاءٌ وَ الْعَیْشُ مَعَ اللّٰهِ بِاللّٰهِ وَذٰلِكَ مَعَ مَرْیَانِ الْحَقِّ بِذِكْرِ اللّٰهِ فِیْ جَمِیْعِ الْعَبْدِ حَیّٰیْ فَنَاهُ وَ اَحْیَاهُ قَالَ
الْبَرِیْقِیُّ سُئِلَ اَبُوْ یَزِیْدُ عَنْ حَقِیْقَةِ الْمَعْرِفَةِ فَقَالَ اَلْحَیٰوةُ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنْ حَقِیْقَةِ الْجَهْلِ فَقَالَ
وَالْغَفْلَةُ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

این قول مشعرات بذکر دل اے جان عزیز سالک درین مقام برسد و معرفت حق تعالیٰ دریابد ذکر انسی مبدل گردد و
بذکر قدسی و ذکر حقیقی اینجا روے نماید و ذکر مطلوب بالا گذشتہ است دروی محقق شود این قول اینجا او را پیش آید کہ آن ذکر
لسان تعلق و ذکر القلب و ذکر الروح روح و ریحان و در حضور پروردگار چنان مستغرق گردد کہ در زبان ذکر اصلاً نیاید کہ
مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَمْ یَقُوْلَ اَللّٰهُ حال او گردد۔

كَمَا قِیْلَ خَرَجَ سُهَیْلُ تَسْتَرِیْ یَوْمُ الْجُمُعَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ وَنَظَرَ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
كَثِیْرٌ وَالْمُخْلِصُوْنَ قَلِیْلٌ اَوْلَمْ لِكُلِّ هٰذَا الْخِصَالُ اِلَّا الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلِذٰلِكَ قِیْلَ
لَهٗ فَاعْلَمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ مَحَلَّهٗ وَسْطُ الْقَلْبِ اَلذِّكْرُ الْخُرُوْجُ مِنْ مِیْزَانِ الْغَفْلَةِ اِلٰى قَضَاءِ
الْمُشَاهِدَةِ عَلٰى غَلَبَةِ الْخَرْفِ وَ الشَّرِّ O

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ اَكْثَرَ ذِكْرَ اللّٰهِ بَرِیٌّ مِنَ النِّفَاقِ این حدیث نیز متقاضے گردد کہ ہیچ دمے و
ساعتے از ذکر باز نہ ایستد کثرت پدید آید و نفاق را نباید و نفاق صفت دل است نہ زبان پس در دل مصقد ذکر جاری
گردد و نفاق را دفع کند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَیْرُ الرِّزْقِ مَا یَكْفِیْ وَ خَیْرُ الذِّكْرِ مَا یَخْفٰى دُوْنَ الْجَهْرِ
این حدیث نیز مشعرات ذکر دل است و منع کنندہ جہر است کہ سالک را فائدہ نمیکنند كَمَا نَقَلَ فِیْ شَرْحِ الْاَوْرَادِ وَ
اِنَّ الذَّاكِرَ لَا یَأْتِیْ اِلَّا بِقَلْبِهٖ وَجْهُهٗ لِاَنَّ الْجَهْرَ بِالتَّكْبِیْرِ بِدْعَةٌ فِیْ اَصْلِ عُرْفِ جَوَارَاتِ بِالشَّرْعِ
وَالشَّرْعُ جَوَارَاتِ بِشَرْطِ الْاَدَاءِ بِالْجَمَاعَةِ وَ فِیْ فَتَاوٰی حُجَّةُ اَمَّا لِتَكْبِیْرِ فِیْ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ بِجَهْرِ
الصَّوْتِ فِی الْمَسَاجِدِ وَالْاَسْوَاقِ كَرِهَ عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ O
یَحْیٰ اِبْنِ زَكَرِیَّا عَلَیْهِ السَّلَامُ سُئِلَ اِبْلِیْسُ عَلَیْهِ اللَّعْنَةِ اَخْبِرْنِیْ عَمَّنْ تَسْتَهْزِیْ بِهِمْ وَ تَضْحَكُ

عَلَيْهِمْ قَالَ الْمُرَائِيْ وَالْمَنَّانُ لِعَمَلٍ وَالْمَسْبُوْقِ التَّوْبَةِ وَالْمُتَّبِعُ الشَّهَوَاتِ قَالَ اَخْبِرْنِيْ عَمَّنْ يَسْتَخِيْرُكَ وَالضَّحَكَ عَلَيْكَ قَالَ الذَّاكِرُ رَبَّهُ فِي الشِّدَّةِ الرِّخَاءِ وَالْمَنْعُ وَالْعَطَاءُ وَذِكْرُ الَّذِيْ يَذْكُرُ بِلِسَانِ الْقَدِيْمِ لَيْسَ لَهُ سُكُوْتٌ O

این قول یحیٰی صلوٰۃ اللہ علیہ است مقتضی چند چیز است یکے آنکہ در ہمہ حالت ذاکر بودن کہ آن ذکر دل است دوم آنکہ در عملے کہ ریا ومنت است آن عمل موجب بسخریت استہزا شیطان است وکسے دائم ذکر است بدل او شیطان نیست وکسے کہ دائم ذاکر است بدل او بر شیطان خندہ میکند و در تسخر می آرد واز ریا ومنت فارغ است۔ قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ذِكْرُ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ حَطْمِ السَّيْفِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذِكْرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلَمُ الْاِيْمَانِ وَ بَرَآءَةُ النِّفَاقِ وَ حِصْنٌ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَ حِرْزٌ مِنَ الشَّرَاةِ۔ قَالَ سُهَيْلُ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ لَا بُدَّ لِلْعَبْدِ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةِ الصُّمْتُ وَ الْخَلْوَةُ وَ تَرْكُ الشَّهْوَاةِ وَ سَهَرُ اللَّيْلِ فَصَارَ وَلِيًّا مِنَ الْاَوْلِيَاءِ اَوْ بَدَلًا مِنَ الْبَدَلَا وَ حُكِيَ بَايَزِيْدُ بُسْطَامِيْ قَالَ اِذَا ضَاجَّ الْمُرِيْدُ كَانَ نَهْرًا وَ اِذَا سَكَتَ صَارَ بَحْرُ اَمْوَاجًا اے جان عزیز ازین قول نیز فہم میگردد کہ صمت بزبان کاری عظیم است و ذکر دل سیری فخیم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ای جان عزیز این آیت نیز متقاضی بذکر دل است باعتبار کثیر دوام سکونت شرط است كَمَا قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ يَسْكُنْ وَ اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَّتَكَلَّمَ عِيْسٰى ابْنِ مَرْيَمَ طِفْلًا صَغِيْرًا اَمَرَ بِمَرْيَمِ بِالسُّكُوْتِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا O قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ وَ قَلْبُهُ سَاءَ عَنِ اللّٰهِ فَاللّٰهُ خَصْمُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَعَنَ اللّٰهُ جَسَدًا قَائِمًا بَيْنَ يَدِ اللّٰهِ وَ لَيْسَ مَعَهُ قَلْبٌ۔ وآیات دیگر نیز بدین مشعر است از جہت الحسنہ آوردہ نشود۔ ای جان عزیز این حدیث نیز مشعر است بذکر دل قلب قال النبی علیہ السلام اُذْكُرُوْا ذِكْرًا خَامِدًا اَیْ خُفْيًا عجب آنست کہ باوجود چندین آیات واحادیث قطعی ودلائل عقلی چنانچہ گفت شد غافل خود باقناعت کوشد ووقت شریعت خود را ضائع کند واز سیر دل باز ماند خردمند بسیار گفتن ونوشتن حاجت نیست چنانچہ گفتہ اند جائیکہ کسے است یک حرف بس است۔ شیخ امین الدین کاذرونی در رسالہ خود آوردہ است کہ قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خَيْرُ الذِّكْرُ الْخَفِيُّ اگر کسے سوال کند کہ خفی حدیث بگو آنست کہ ذکر پنہان گفتن بہتر است از آشکارا گفتن جواب او آنست کہ ذکر خفی نہ آنست کہ زبان ذکر آہستہ و پنہان گوید بلکہ او راذکر زبان است بلکہ ورا از ذکر دل است وراذکر سِرّ یست ورا ذکر جانست وبہ بضاعت علم وعلم مجازی معرفت ذکر خفی معلوم نمیشود۔ اے جان عزیز این ذکر محض عطا پیر است املاک تعلق ندارد ونسیان غیر ونفی خواطر است ودائم الحال است درین مقام سوال دارد کہ ذکر خفی بچہ چیز است واز کجا بر می آید

زیرآنچہ درون قالب آدمی این چہار چیز خلاصہ اند چنانچہ دل وسرّ وجان وزبان ہر چہار را نفی کنند پس ذکرخفی بچہ چیز است وجزاین چہار محل خود در قالب ہمچنین تست کہ بدان ذکرخفی متراکب گردد جواب درخاطر این فقیر آمد کہ ذکرخاصہ دم است کہ متراکب گردد اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ کُلُّ نَفْسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَھُوَ مَیِّتٌ پس چون حاجت شرح ذکررا بدم تعلق دارد معلوم شد کہ سخن سید جلال الدین بخاری راست می آید۔ جواب دوم آنست کہ ذکرخفی درمحلِ خفی می نشیند کہ فتویٰ حق راست دانید نیز میگوید آنجا ذکرانا محیوزد ذکرحقیقی ذکرانا است این زمان راست آمدہ درین مقام دل سلیم گردد۔ قولہ تعالیٰ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ درو محقق گردد دل درین مقام بدست آید۔ شیخ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ می فرماید دل سلیم آنکہ بحق تسلیم کن۔ این چنین دل در حضرت خداوند جل وعلا مقبول است وقَلَمُ اللّٰہِ نعت اوست وآن عصیت قلبی عصیت اللہ۔ میان این چنین دل در ارادتِ حق فرقے نبود۔ سلیم آنجائی بمعنی فاعل است اَیْ سَالِمٌ عَنْ حُبِّ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وجمیع صفات الذمیہ تا سلیم درلغت چون مارگزیدہ را لذت آید سلیم گویند۔ پس دل مومن گردانیم بخوف ومحبت وشوق خداوند جل وعلا رزہ آید بود این چنین دل روزِ قیامت نفع دہد۔ بعضے گویند دلِ سلیم آن باشد کہ ہیچ یکی از تعلقات دنیا وآخرت مدخل نکند وہمیشہ مستغرق حق بود وآن بود دل کہ وقت با ہیچ خبر غم در دنیا بہ ہیچ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ وَجَمَعَ اللّٰہُ الْخَلَائِقَ لِحِسَابِھِمْ وَجَائَتِ الْحَفَظَۃُ حَفِظُوْا کَتَبُوْا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَھُمْ اُنْظُرُوْا ھَلْ مِنْ شَیْءٍ تَرَکُوْا فَیَقُوْلُوْنَ یَا رَبَّنَا مَا تَرَکْنَا شَیْءً مَّا عَلِمْنَاہُ وَحَفِظْنَاہُ وَاِلَّا قَدْ اَحْصَیْنَاہُ وَکَتَبْنَاہُ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ اَنَّ لِیْ وَعَبْدِیْ سِرٌّ لَا تَعْلَمُہٗ اَحَدُ غَیْرِیْ وَ اَنَا جَزِیْلٌ بِہٖ قَالَ ھُوَ الذِّکْرُ الْخَفِیُّ وَ قَدْ قَالَ صَاحِبُ الرِّسَالَۃِ الْمُعْتَبِرِیْ فَاِنَّ ذِکْرُ الْخَفِیِّ لَا یَرْفَعُہُ الْمَلَکُ لِاَنَّ لَا اَطَّلَعَ لَہٗ عَلَیْہِ وَھُوَ سِرٌّ بَیْنَ الْعَبْدِ وَ بَیْنَ رَبِّہٖ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَفْضَلُ الذِّکْرِ الْخَفِیِّ عَلَی الذِّکْرِ الَّذِیْ یَسْمَعُہُ الْحَفَظَۃُ سَبْعِیْنَ دَرَجَۃٍ ۝ وذاکر بمقامی رسد کہ دل بذکر گویا گردد وزبان خاموش ماند وفرشتگان رابذکرخفی ہیچ اطلاع نبود کہ ذکرخفی درفرشتگان ممکن نیست کہ اقرار کردن اَلذِّکْرُ الْخَفِیُّ لَا یَرْفَعُہُ الْمَلَکُ وَلَا یُطِیْقُ عَلَیْہِ وَلَا یَقْدِرُ عَلَیْہِ الْمَلَکُ لِاَنَّ فِیْہِ بِذِکْرِ الْوُجُوْدِ وَالْمَلَکُ نُوْرٌ مَحْضٌ لَیْسَ فِیْہِ رَائِحَۃِ الْجِسْمَانِیَّۃِ فَلَوْ بَذَلَ الْوُجُوْدِ بِالذِّکْرِ الْخَفِیِّ عَدَمَ بِالْاِھْتِزَازِ وَالْحَرَکَتِ الشَّدِیْدِ ثُمَّ لَا یَتَجَسَّدُ اَبَدًا بِخِلَافِ الْاِنْسَانِ فَاِنَّہٗ دَانِ عَدَمَ لِاَنَّہٗ یَتَجَسَّدُ بَعْدَ الْفَنَاءِ سَرِیْعَۃٍ بَعْدَ سَرِیْعَۃٍ اِعْتِبَارَ الْجِسْمَانِیَّۃِ لِاَنَّہٗ لَیْسَ فِیْہِ رَائِحَۃِ الْجِسْمَانِیَّۃِ فَکَیْفَ یَتَجَسَّدُ الْعَدَمِ وَبَذَلِ الْوُجُوْدِ وَثُبِّتَ لِاَنَّ الْمَلَکَ لَا یَقْدِرُ عَلَی الذِّکْرِ الْخَفِیِّ وَلِذٰلِکَ حَرَمُوْا مِنَ الرُّؤْیَتِہٖ بِخِلَافِ الْاِنْسَانِ فَاِنَّہٗ یَرَی اللّٰہَ تَعَالٰی بِالْعَیْنِ الظَّاھِرِ اَھْلَ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ بِخِلَافِ الْمَلَکِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَقَاءَ بَعْدَ الْفَنَاءِ فَحَرَکَ فَاِنَّہٗ ھٰذَا سِرٌّ مِّنْ غَوَامِضِ الْاَسْرَارِ الرُّبُوْبِیَّۃِ ۝

ای جان عزیز شیخ ابو سعید خدری فرمود ذکر بسہ وجہ است ذکریست بزبان و دل ازان غافل این ذکر عادت بود و ذکریست بزبان و دل ازان حاضر این ذکر طلب ثواب بود طالب را نشاید و ذکریست کہ دل رابذکر گرداند وزبان گنگ ماند قدر این کس نداند جز خداوند جل وعلا ذاکر بمقامی رسد کہ دل بذکر گویا گردد وزبان خاموش ماند۔

كَمَا فِي كِفَايَتِ وَ شَبْعِيْ رُوِيَ فِي الْاَخْبَارِ اِنَّ ثُلُثًا شَيْئًا لَا بَدَلَ عِنْدَ اللهِ قَدْرٌ جَنَاحُ بَعُوضَةٍ اَلصَّلٰوةُ بِالْعَادَةِ وَذِكْرٌ بِالْغَفْلَةِ وَالصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ غَيْرِ حُرْمَةٍ وَصَرِيْحٍ O

حضرت رسالت پناہ علیہ السلام ذکر آشکار کردن و جہر گفتن منع کرد وخلق راباز داشت كَمَا رُوِيَ اَنَّهٗ كَانَ فِيْ بَعْضِ غَزْوَةٍ فَلَمَّا اِنْصَرَفُوْا عَلٰى وَادِيٍّ جَعَلُوْا يُكَبِّرُوْنَ وَ يُهَلِّلُوْنَ وَ يَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَ لَا غَائِبًا اِنَّمَا تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا اِنَّهٗ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَ اَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِيْ O این حدیث مشعر بذکر دل است وآن بواسطہ وھم است کہ آنرا پاس انفاس گویند چنانچہ گفتہ اند انفاس پاس دار اگر مرد عارفے ملک دوکون ملک توان کرد یک نفس وحضور دل اینجائے بیدار آید چنانچہ احیاء العلوم مسطور است۔

قَالَ اَوَّلُ حُضُوْرِ الْقَلْبِ يَعْنِيْ بِهٖ اِنَّ بِفَرْغِ الْقَلْبِ مَا هُوَ لَازِمٌ لَهٗ وَ يَتَكَلَّمُ بِهٖ فَيَكُوْنُ الْعِلْمُ بِالْفِعْلِ وَالْعَمَلِ وَالْقَوْلِ مَقْرُوْنًا بِهَا وَلَا يَكُوْنُ الْفِكْرُ جَارِيًا فِيْ غَيْرِنَا فَلَمَّا اِنْصَرَفَ الْفِكْرُ عَنْ غَيْرِ مَا هُوَ فِيْهِ فَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ ذِكْرُنِيْ لِمَا هُوَ فِيْهِ وَلَمْ يَكُنْ فِيْهِ غَفْلَتُ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ فَقَدْ حَصَلَ الْحُضُوْرِ O

اے جان عزیز ذکر پاس انفاس کہ عبادت از ذکرِ دل است وآن ذکرِ خفی است ونفی خواطر نیز ہمیں راگویند کہ ہیچ دمی بے یاد حق تعالیٰ برنیاید واین انفاس دردمے گوہرے است نفس مردمے کہ برمی آید بیاد حق تعالیٰ اگر آن دم رای نوف ارزان قیمت کنند دنیا وآخرت قیمت آن دم شود۔ این چنین گوہر نفس را رایگان ضائع کردن حماقت باشد۔

رباعی:

ہر یک نفس کہ میرود از عمر گوہری است — کانرا خراج ملک دو عالم بہا مبند

کیں خزانہ و مہے رایگاں بباده — و آنکہ روئے بخاک تہی دست بے نوا

ای جان عزیز حدیث قدسی حق تعالیٰ میفرماید ہرکس کہ یادمن بغفلت میکند من خداوندم یاد او بلعنت میکنم۔ پس ذکر زبان کہ مشعر بغفلت است موجب لعنت ومؤثرہ عادت ورافع حضور رادل است ومؤثرہ غیب خداوند آنست ونبی علیہ السلام حسرت وندامت حالست کہ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ مشوق شغل دل است چون جوارح از ہمہ چیز فارغ بود حضور دل در آید۔ چنانچہ بزرگی پرسیدن کہ عشق چیست فرمود بیکاری یعنی جوارح از کارہا باز ماند وہیچ چیز نیالاید دل بحضور معشوق متوجہ گردد اندرون دل عمیق محبت فیض گیرد بحضور آنجا و دایم الحضور می شود و یک ساعت غائب از حق

نشود کہ آن گناہی عظیم است۔

مثنوی:

هر آنکو غایبے حق نگر نار آنست — دران دم کافر است اما نهان است

کسے غایبے پیوستہ باشد — در اسلام بروئے بستہ باشد

حضور بخش پروردگار — کہ خود را غائب طاقت ندارم

اے جان عزیز رجوع کنیم بمقصود کہ عالم وھم است۔ باید دانست کہ ہمہ قوی تست مدرکہ ومبصر عالم الطاف کہ عادت از خواص باطنت وبینائی وشنوائی وگویائی دل است وودر راہ دل ومعرفت حق تعالیٰ بدون وھم سلطان قطع نتوان کردو بے چشم اوحام تمرد شیطانی وتغلب نفسانی وتظلم جسمانی در تاختن نباید ودرین بیابان خونخوار بغیر زاد وراحلہ یقین اقدام اوحام گزشتن ممکن نیست واین طریق معدوم وراہ مرھوبی سیر کردن بغیر زاد وراحلہ بعین محال است وبلا۔ وودر اقالیم معرفت حق تعالیٰ راکہ اہم واشق ترین سہ چیز است بغیر سلطان وھم تصرف کردن ممکن نیست۔

بدانکہ چند لفظے مختلف برائے معنی واحد آمد کہ اطلاق معرفت دو است چنانچہ مشاہدہ ومشہود وعالم غیب وحضور وتمثل و مثال وقدس ولقاو جلال و جمال وحقیقت ومخفی ولاھوت وانا وھو وجز آن وبعضے الفاظ کہ بعضے اہل سلوک اطلاق دارند چنانچہ اعتقاد ویقین وفکر ووھم وظن وہمت وخیال وفی طریق اطلاق این الفاظ برین نوع می آید قال اللہ تعالیٰ وَ اعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ ۝ قَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ تَفَكَّرُ سَاعَةٍ خَيۡرٌ مِنۡ عِبَادَةِ الثَّقَلَيۡنِ وَ اَيۡضًا اَنَا عِنۡدَ ظَنِّ عَبۡدِيۡ بِيۡ وَ اَيۡضًا سُلۡطَانُ الۡوَهۡمِ اَعۡظَمُ فِيۡ هٰذَا الطَّرِيۡقِ مِنۡ كُلِّ شَيۡئٍ اَوۡ مِنۡ كُلِّ عِبَادَةٍ وَ اَيۡضًا سَجَدَ لَكَ خَيَالِيۡ وَ اٰمَنَ بِكَ فُؤَادِيۡ اَيۡضًا اَلۡهِمَّةُ الۡغَرِيۡبَةُ لَا يَصِلُ اِلَى الۡخَالِقِ وَ لَا يَسۡكُنُ اِلَى الۡمَخۡلُوۡقِ الفاظ مذکور اغلب واکثر بمعنی واحد الطاف کردہ اند اگرچہ بعضے الفاظ بعید الغور است۔

ای جان عزیز اوحام بینائی وشنوائی وگویائی ودانائی دل است۔ بے اوحام سائر وہمت مؤثرہ دل درین راہ سائر نیست چنانچہ دیدن ویافتن عالم الطاف دیدن دریافتن ممکن نیست اما حواس باطن آدمی موجود اند لیکن بواسطہ حب دنیاوی و لذات شہوات جسمانی واشتغال لایعنی از دیدن وودریافتن عالم الطاف باز می استد وچون ہوو در غموم دنیادنی وشہوت فتنی ہجوم میکند وروز بنیت از نظارہ عالم الطاف وقرب اتصال حق تعالیٰ فرود می افتد وہر ساعتے بامراض مختلفہ حواس باطن مختلا ومنزلا میگردد اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ وَ اَوۡلَادِكُمۡ عَدُوًّا لَّكُمۡ فَاحۡذَرُوۡهُمۡ بدین امراض وعوارض در باطن پدیدی می آید بحکم اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ در باطن فنات جملہ می آرد و بموجب لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ ۝ دل رااسقام می بخشد وامراض حُبُّ الدُّنۡيَا رَأۡسُ كُلِّ خَطِيۡئَةٍ در باطن مستقیم میگردد بمثابہ می رسد کہ وجود بود حواس باطن معدوم مفقود میشود تانکہ نام محبت ومعرفت آنجا بعد سال وماہی نمیگذرد بلکہ ہر ساعت غشاوۃ زیادت

میشود و دل را فرو میگردد و درین باب در قرآن وعید بسیار است ھَیۡھَاتَ ھَیۡھَاتَ . اما حواس باطن انبیا علیہ السلام بنظر لطف و کرم حق تعالیٰ پرورش می یابند روز بروز بعالم حقیقت پیش شابند و در ذکر فکر چنانچہ مستغرق باشد کہ لمحہ از مشاہدہ واز دیدار حق بازنمی مانند و این امراض مختلفہ بلکہ رفع میگردانند۔

چون مرید صادق خواہد کہ امراض این مذکوراز دل برخیزد و اوھام آنجا سلطنت خود بنیاد نہد و این حواس باطن پیدا آید و نظر بعالم الطاف کردن تواند اول طبیب را بجوید کہ آن پیر کامل است و آن طبیب اوھام قرآنی در کار آید و معالجت باطن بطریق کہ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام دل کردہ است بکند و در سیر دادن بوھم سائر غلط نخورد کہ در راہ ائیم متصل افتد پس باطن حواس مرید را بتصرف وعطا خود پیدا آرد و دل بتصرف خود زندہ گرداند بحکم مَنۡ اَحۡیَا اَرۡضًا مَیۡتًا فَھِیَ لَہٗ سر بسر زندہ گرداند و خاشاک و اغیار آنجا بروید این نیز تصرف پیر است چنانچہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام پیر تحقیق در حق مرید صادق میفرماید کہ مَا فَضَلَ اَبَابَکۡرٍ بِکَثۡرَۃِ الصَّلٰوۃِ وَلَا بِکَثۡرَۃِ التِّلَاوَۃِ وَالصَّوۡمِ وَلٰکِنۡ شَیۡئًا وَقَرَ فِیۡ قَلۡبِہٖ. ای جان عزیز نیز تحقیق باید دانست سیر دادن در راہ معرفت و زندہ کردن دل بتصرف پیر است و عطا اوست نہ بکسب مرید کہ مَا صَبَّ اللّٰہُ شَیۡئًا فِیۡ صَدۡرِیۡ اِلَّا قَدۡ صَبَبۡتُہٗ فِیۡ صَدۡرِ اَبِیۡ بَکۡرٍ مثیت این معنے است۔ اے جان عزیز تا نکہ حواس باطن نکشاید و سلطان وھم پیش نیاید و آن ہم نوریست مدرکہ عالم الطاف کہ پیدا میشود واز پریان روح انسانیت سیر دل و فتح دل حاصل نیاید مگر بواسطہ اوھام۔

بیت:

تو دید بدست آر کہ ہر ذرہ خاک جامیست جہان نما چون در نگری

پس باید کہ طالب حق رود پیر کامل را کہ موافق کتاب و سیر سنت دل او بدست آرد تا جمیع امراض مختلفہ را یک معالجت کند و بتصرف اوھام خود بہ تکمیل رساند۔ ہر منزل و مقامی راہ در دل مرید بتصرف خود مانند حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عطا فرماید در کار آید کہ اَلشَّیۡخُ فِیۡ قَوۡمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیۡ اُمَّتِہٖ سمو بسر مبرم گردد و یقین باید دانست کہ راہ طریقت آن ابتدا و انتہا بتصرف پیر کامل است و اگرنہ این راہ بے پیر کامل سود ندارد اگرچہ مرید جد و جہد بسیار در کار دارد این کار تعلق بہر دو جانب دارد۔ پیر کامل ہمچون حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باید کہ از تصرف و علم باخود باز نہ ایستد و مریدی صادق ہمچون ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ باید تا از صدق و اخلاص دل دادن جان و مال و فرزند باز نماند۔

چون این چنین پیر و مرید اتصال یابد روز بروز کار عالی گردد ہیچ دانی کہ لَوۡ وُزِنَ اِیۡمَانُ اَبِیۡ بَکۡرٍ مَعَ اِیۡمَانِ النَّاسِ لَرَجَحَ وحجاب چیز است باعتبار صدق آنچہ ابی بکرؓ یافت بود از ابوہریرہؓ و زید ابن حارثؓ نیافتہ چرا زیرا آنچہ تصرف حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برہمہ برابر است چنانچہ پیش آفتاب اما فیض بقدر استعداد محلست ۔

بیت:

پرتو خورشید عشقت بر ہمہ تابد ولیکن سنگ بیک نوع نیست تاہر گوہر شوند

پس ہر کہ بمقدار صدق وصفا درون خویش از حضرت رسالت پناہ علیہ السلام منفعت گرفت۔ پس پیری کہ مریدی بہر دو جانب تعلق دارد و اگر یک جانب قاصر آید کار معرفت بکمال نرسد۔ ای جان عزیز چون پیر کامل و مرید صادق اتصال و صحبت گیرند وجدا نشاید پیر کامل در دل مرید بتصرف اوہام وہمت بر دارد جز یاد خدا تعالیٰ در دل ہیچ چیزی نگذرد آنچہ ماسوائے اللہ مفقود داند۔

بیت:

چو خواہی مونس قُلْ ھُوَ اللّٰہ خطے در کش بگرد ماسویٰ اللہ

اے جان عزیز پیر کامل بتصرف خود فقر در دل مرید ہفتم وجہ است از زبان ذکر آنرا محال مخفی خوانند لَا مَتَاعُ بِغَیْرِ اللّٰہِ نعت اوست وآن قیومی رانیست حق است۔ چون جوہر ذکر آنجا بنشاند پس آنرا نجار فیض دہد و در تلاکو الاراد وھم ہر دم و ہر ساعت ترقی یابد و نور ذکر با نور ذات اتصال گیرد و فائض شود و نور ذکر تعلق سلطان الوھم با جیوش امداد حق رخ بسوئی عالم اجسام تاختن آرد و ہر دو تالابندن بنیاد نہد از محل مخفی رخت سلطنت بصحرائی اوزول فرماید و مملکت سر را زیر تصرف خود آرد یعنی رنگ خود گرداند از سرفیض کند و تلاکو دہد و روئے بعالم دلِ حقیقی کند و ملکِ دل سر بسر بگیرد بعضے ہم چون خود الطاف گرداند و دل حقیقی بمقام قَلَمُ اللّٰہ برساند وآن عصیت قلبی عصیت اللہ محقق گردد و دل بدست آید شیخ عبداللہ انصاری میفرماید۔

در ہوا گر پری مگس، در بروئے آب روی ہمچو خسے
دل بدست آورے آنگاہ کسے، غیر زیں ہر چہ کنی در ہوسے

بعدہ از دل نور ذکر تلاکو کند و رخ بمملکت نفس آرد کہ معدن ہوا ست و ولایت نفس پاک و مزکی گرداند و نفس را منقاد خود سازد و مور اَلنَّفْسُ بَہِیْمِیِ الظَّالِمُ الْاَکْبَرُ را از بیخ برکند و بحکم اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً ج ہم لشکر ہوا ذلیل کردہ و نفس را مطیع و منقاد خود بگرداند۔ پس سلطان الوھم با ہم اصلاح و آگہی رخ بسوئے ضمیر دل صنوبری آرد و ہر دو برنگ خویش گرداند و استیلاء اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ظلمت برخیزد و نور مستولی بود۔ بعدہ سلطنت ذکر با کوبہ دو دید بجوش مختلف کہ مطیع و منقاد گشت روئے باطراف عالم اجسام و ظلمت کہ نہد مطلق است ھَکَذَا لَہُ الشَّرِیْعَۃِ کلہ عذاب نعت اوست ہمہ اعضا بحکم کہ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ تَبْدِیْلًا یَزِیْدًا وھم ولایت اجسام کہ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا بود مطیع و منقاد گردد و دین بحکم اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کامل شود وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ بر و تمام دارد و بموجب وَرَضِیْتُ لَکُمْ

اَلۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ ہم اقالیم قالب نور گیرد و از سر وجود دیگر پیدا آید آنگاہ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوۡتُوۡنَ بَلۡ یَنۡتَقِلُوۡنَ مِنَ الدَّارِ اِلَی الدَّارِ ۔ اَلۡاَنۡبِیَآءُ یُصَلُّوۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ محقق گردد باعث وَ اَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا بہ بعثت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عالم نور شود و اصل ظلمت نماند۔ مصرع

جلوہ شدہ کلی صلوٰۃ مبارک باد

ای جان عزیز آنچہ گفتہ شدہ طریق انبیا مرسل و اولیا کمالت اما طریق زہاد و عباد آنست کہ ہمیشہ با عمال ظاہر بنماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و ذکر زبان و تلاوت قرآن و جز آن مشغول ماند و خواہند کہ از حضرت خدا تعالیٰ جلّ وعلا صواب یابند تا درست بلکہ اندران چنانچہ نجم الدین کبری میفرماید قَالُوۡا اُسۡلُوۡفِ ھٰذَا الطَّرِیۡقِ اِنَّ زَمَانَ الطَّوِیۡلِ وَ اَقَلَّ مِنَ الۡقَلِیۡلِ وَ مَعَ ذٰلِکَ الۡوُصُوۡلِ مِنَ النَّوَادِرِ پس تحقیق گشت وصول بخداوند جلّ وعلا با عمال ظاہر مذکور نادر است چنانچہ بزرگی میفرماید اَلصَّلٰوۃُ وَ تِلَاوَۃُ الۡقُرۡاٰنِ وَ الۡحَجُّ وَالزَّکٰوۃُ اُمُوۡرٌ حَسَنَۃٌ وَلٰکِنۡ شَانُ الطَّالِبِ شَانٌ اٰخِرٌ ۔

اے جان عزیز چون کسی را پیر کامل دست بدہد کہ راہ طریقت بتصرف خود عطا فرماید و طالب صادق باشد ہر چونکہ داند و تواند صحبت کسانی اختیار کند و اہلِ دل باشد و بدل رسیدہ شب و روز بعمل دل مشغول گشتہ و سیر ہمین است راہ باسیر گردد و ای ذکر پاس انفاس آنکس دل خود را مشغول دارد و ہیچ ساعتے از قصد ذکر دل بوہم خالی ندارد۔ چون دم بالا برآید بوہم لَآ اِلٰہَ بکشد و چون دم فرو رود باِلَّا اللّٰہُ فرو برد۔ استادہ نشستہ و غلطیدہ برین طریق ذاکر باشد و ہیچ دمے یاد حق تعالیٰ برنیارد و از وعِنۡدَ کُلِّ نَفۡسٍ یَخۡرُجُ بِغَیۡرِ ذِکۡرِ اللّٰہِ فَھُوَ مَیِّتٌ آید بتازیانہ اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوۡا فَانۡتَبِھُوۡا مَضۡرُوۡنٌ بگردد و دل خود را بیاد حق تعالیٰ زندہ گرداند و موجب اَفۡضَلُ الذِّکۡرِ الۡخَفِیِّ دائم و در حال دل بوہم ذاکر ماند تا نور ذکر در دل متجوہر شود و ذکر مطلوب گردد و تزکیہ و تصفیہ آنجا روئے نماید و فتح دل حاصل آید کہ عبارت از فکر و تجلیہ است۔ و درین مقام ذکر بقصر دل رسد و لسان عز حاصل آید و ذکر خفی کہ حال دائم است در و مقرر گردد۔ خواب و بیداری اینجا یے ظاہر گردد و عالم ارواح در نظر بصیرت در آید و تصور و روحانیہ شیخ در وجودِ خود خاطر یابد ہیچ ساعتے از خود غایب نشمارد و ہر چیزی کہ مشکل شود و تردد در خاطر آید بموجب حجابت روحانیہ پیر دریابد و در خود آن چیز منقش یابد و یک بیک مفہوم گردد ہیچ از ان تجاوز و عدول کردن نتواند اِسۡتَفۡتِ قَلۡبَکَ رجوع بدل خود کند و دل خود را مفتی سازد و از فتوی دل روحانیہ پیر نگذرد و این مقام غلط گاہ است گاہ بفتری نفس مشغول گردد گاہ میان وسوسہ و الہام اکثر فرق کردن نتواند ضرورت گفتہ نفس را فتوی دل شمارد تا چون خواہد کہ نفس ہیزم شود رسد خطرات روئے ننماید و حضور در دل پیدا آید و نفسانیت خود نبرد باید کہ در دل بتصرف سلطان الوہم سیر کند و بوہم در دل سائر گردد و چنان در خود باید کہ بیک آسمان گذشت و از دوم و از سوم تا عرش مجید و روحانیت باشد و در فضا توحید غوطہ خورد حق برین طریق دل سائر گردد و ہمت

مواثر ملازمت گیرد بعد چندگاه نفس مضمحل شود وسہ خطرات روئے نماید و عالم اوحام کہ مدرک عوالم حقیقی است بمنزل تحقیق برساند وہم حواس باطن بکشاید و عالم معنی پیش آید و تجلیات روئے نماید وحضور خدا تعالیٰ جلّ وعلا کہ عبارت از مشاہدات دائم دل نزول فرماید۔ اینجا سالک راذکر وجہر ممنوع گردد بحکم مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَقُوْلُ اَللّٰهُ مہر سکوت برخود لازم داند بلکہ گناہ خود شمارد و بے ادبی درکار بدارد و چون پیش ملکے و یا بزرگے کسے برود پیش او نام او بستاند بے ادبی بے حرمتی بود۔ خلق این چنین کس را احمق و دیوانہ خوانند کہ او حاضر است و نام او ستدن چہ فائدہ می آرد پس ہم چنین ہر کرا حضور با خدا تعالیٰ حاصل شدہ باشد و اہل شہود گشتہ ذکر بلند و آشکارا گفتن مشوش آید و حضور را بر باید و بے ادبی بے حرمتی درکار نماید کہ اَلْمَجَازُ قَنْطَرُ الْحَقِيْقَةِ پیش آید۔ چنانچہ شیخ بایزید علیہ الرحمتہ میفرماید تَوْبَةُ النَّاسِ مِنْ ذُنُوْبِهِمْ وَتَوْبَتِيْ مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ از لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حروف گویائی یا شنوائی و دانائی از لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ چرا توبہ کند گفتار زبان باشد نہ گفتار دل پس لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ گفتن دیگر است و لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دیدن دیگر است و لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بودن دیگر است۔ بعزت معبود اگر جمال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرہ بر ملک و ملکوت تابد بجلال قدر لم یزل کہ ہمہ نیست شدہ باشد تا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ براہ رفتہ پیش پیش پس لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شنوئی و بموجب اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط مومن گردی آنگاہ جدیہ جمال اللہ در رسد و از ہمہ دائرہا بیرون آمدن سہل باشد محمد علیہ السلام اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَاَعْلَاهَا شَهَادَةُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ گفت پیغامبر علیہ السلام کمترین درجات ایمان ترک کردن دنیا باشد و اعلیٰ و بہترین گفتن لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ باشد۔ اے جان عزیز حضرت رسالت علیہ السلام صبر فرمودہ کشیدہ خلق را تا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قبول کنند و چون این کلمہ را بگویند مال و خود ایشان مقصود گردد اما ہر کہ بدنیا مشغول باشد این کلمہ سر زبان بزبان گوید فائدہ او ازین لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جز نگاہ داشتن مال و تن نباشد۔ اے جان عزیز حرام گفتن بود لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بزبان بگوید کہ دل را از ان خبر نبود دروغ گفتہ باشد و دروغ گفتن حرام است ولیکن این دروغ گفتہ است باعتبار عصمت تن و مال پس این کلمہ بزبان گفتن راست نیاید اصل درین راہ است لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَالِصًا مُّخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِلَا حِسَابٍ چہ باشد گفتار دل باشد نہ زبان مر حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام را پرسید یا رسول اللہ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ فرمان وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ سہ کرت برین طریق حضرت رسالت فرمودہ مگر نشنیدہ کہ روح اعظم تا در وجود آمدہ اَللّٰهُ آغاز کردہ است کہ میگوید تا قیامت و چون قیامت برخیزد ہنوز انتہا باللہ نرسیدہ باشد و ہر چہ در عالم خدائی ہمہ در طے است۔ اے جان عزیز خدائے تعالیٰ را ہمہ بخدائی نہایت نتوان خواندن کہ حقیقت خواندن حق آن باشد زیرا آنکہ حق تعالیٰ قدیم است و قدیم را بزبان قدیم خواندن بر حقیقت بود اما قدیم را بلسان محدث خواندن روا نباشد و فائدہ نیارد و حقیقی بدل چنانچہ از ان بزرگ نشنیدہ کہ گفت مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَقُوْلُ اللّٰهُ وَ مَنْ قَالَ اللّٰهُ مَا

عَرَفَ اللّٰہ بکوش تابدانی چہ گفتہ میشود ہر کہ اللہ شاخت او ہر گز نگوید اللہ و ہر کہ بگفتن اللہ را نشناخت و نشناسد۔ ہیچ نہ دانی کہ خدائے تعالیٰ چگونہ خوانند تا لفظہ نہ شوی اللہ اللہ نباشی۔ اول پیر مرید را فرماید کہ بگوید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ چون از ین نیز بگذرد بگوید پیوستہ ھُو ھُو ھُو چون از ہمہ اعراض حاصل شدہ باشد جز ھو دیگر نگوید تا ثمرہ ہر یک پیدا آید وغیر محل و جہر شد کہ مسلمان را در تشویش آرد و خدا با آواز دیگر روئے نماید و طالب را نشاید کہ اصل اخلاص نمی ماند و تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ باعث بدین نمی ماند و حرمت و حلاوت و قوت می آید و اعتقاد۔

نیز حکایت در زاد الارواح آوردہ است کہ صوفی را اصل درویش کامل در بلاد کفار بغرض رفتہ بود آنجا دید کہ مردے را بردار نہادہ اند پرسید کہ این را برائے چہ گناہ بر دار نشاندہ اند یکی از ایشان جواب داد کہ این مرد یک روز نام بت بزرگ در بازار پرستندہ بود و از جہت این معنی بردار نہادہ اند تا بعد از ین روز ہیچکس این چنین بی ادبی نکند و قدم براہ بے حرمتی ننہد۔ بمجرد اطلاق این کلام صوفی را ذوقے کامل وجدے شامل پیدا آید و بزبان حال میگفت وای براہ کس کہ نام حق تعالیٰ در غیر محل و در غیر وقت بجہر کہ موجب بے حرمتی و بے حلاوتی است میگویند و باخلاص نمی کوشد و دایم در تحیر و تفکر نمی یابند و سیر دل راہ حق نمی جویند و بحضور این بیت نمی گویند۔

ما کامہا اضمار و قبا بہارا متحیرم ندانم کہ تو خود چہ نام داری

اے جان عزیز سالک چون در مقام تجربہ سِرٌّ وَ الْجَبَرُوْتِ چنان بتازد کہ وجود غیر در نظر روے نماند و از خویشتن نیز برخیزد و بے قصد از دل اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ تَحَیُّرًا برآید پس آنکہ عالم ملکوت و جبروت رو نماید و مصافحہ با روح خود حاصل آید و راہ منظر انبیا و اولیا در باطن او بکشاید و بیافت کہ مَنْ لَهُ الْمَوْلٰى فَلَهُ الْكُلُّ۔ ہمہ را در خود یابد و ہر کہ خواہد در آئینہ دل او بیاید و ہر چہ خواہد استفسار کند و دل بدل متکلم و سامع گردد و قرب بُعد از نور و ظلمت و زندہ و مردہ یک در مقام انبساط ہر چہ خواہد بگوید و دریابد۔ علم لدنی اللہ در دل وے محقق شود میان حق و بندہ ہیچ حجابی نماند۔ ملائکہ و جن و دیو و پری و مطیع و منقاد او گردند و ایشان را از ین وہمات باز داشتن تواند و بتصرف او ھام است ہدایت کردن تواند۔ درین مقام ہر چہ در دل مقرر گردد و ملازم حضرت دل دل شود فی مؤثرہ آید کہ دل وے شود بتمام بقا رسیدہ وارد حق شدہ۔ اما سالک آنجائے ساکن نشود و قرار نگیرد و بدین آنجا بر خود کار لازم گیرد و بر نفس سخت دشواری پیش آرد قِلَّةُ کَلَامٍ وَ قِلَّةُ مَنَامٍ وَ قِلَّةُ اِخْتِلَاطٍ بِاَنَامٍ وَ قِلَّةُ طَعَامٍ و بر خود مسلم دارد۔ ہیچ ساعتے از رنج و مشقت وطے باز نماند و مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا در خود محقق گرداند و خود را از میان بردارد کہ ہیچ گناہی بزرگ تر از خود نیست شعر وَجُوْدُكَ ذَنْبُ الْاَنْقَاصِ بِهَا و درین مقام حواس ظاہر محکم بربندد تا حواس باطن کہ وھم است بکمال برسد پس دیدن و شناختن حق تعالیٰ تواند و مادام کہ ظاہر نہ بربندد حواس باطن نکشاید۔

بیت:

لب بہ بند و گوش بند و چشم بند   گر نہ بینی سِرِّ با سر ما بخند

اے جان عزیز بحکم فَإِذَا السَّدَّ بَابُ حِسَّةُ الْعَيْنِ فَتَحَ بَابُ الْقَلْبِ چون ظاہر را بہ بند و باطن بکشاید و بِتَرْكِ الْحَوَاسِ الظَّاهِرِ شَرْطِ الْفَتْحِ حَوَاسِ الْقَلْبِ را در کار آرد تا حواس باطن بتصرف سلطان الوھم کشادہ گردد ہمہ عالم معنی بدو روئے نماید۔ ممات وحیات نیز بجاو یکسان شود و سیر وھمی بہ کمال حاصل آید و مرد حقیقی چنانچہ در متکلم مسطور است مرد حقیقی آنست کہ او را اقرار نباشد اما یاد حق تعالیٰ۔ و سنت فریضہ چیست فرمود سنت ترک دنیا کردہ است و فریضہ صحبت با حق تعالیٰ۔ اے جان عزیز ذکر چون بکمال رسد مربّی کامل را نشاید ہمت مؤثرہ در دل مرید صادق ذکر را نصیب کند و بہ اوھام او را در عالم آمدن و رفتن بیاموزد و بحکم اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ عالم غیب را در دل جا فرماید و بواسطہ تصرف سلطان الوھم اعظم کہ عبارت از ملاحظہ است برونجی گردد بہ بیند کہ تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةٍ این تفکر مشاہدہ غیب است و عالم تمثل نیز۔ اما چون مختصر عالم غیب کہ ملاحظہ حق است دایم در دل بتابد و نمود ار معنی اوھام پیدا آید عالم تجلی روئے نماید و مرید را آنجائے سائر گرد و وھم آنجائے کامل شود۔ چون از آں جا مرید ترقی کند بیشتر رود و متوسط سائر و محبت شعار گردد۔ این مثنویات خاصہ مرا این فقیر راست در وھم با وھام جانش بر در نوشتہ اگر وصل خواہی بیرون شود از غیر۔

تفکر بہ اوھام وحدت دہد   رساند بہ مولیٰ و از خود رہد

وھم است سلطان تفکر وزیر   تذکر بود لشکرت دل پذیر

تجرد و تفرد بکن زادِ راہ   بدین توشہ وھمت شود عین شاہ

چوں وھمت رساند بعالم وصال   تنت عین گردد از صحبت کمال

چوں اوھام گردد یقین گیر من   جہان جملہ آید بتدبیرِ من

چون سلطانِ وھمت بیاید کمال   بہر ساعت آید بدل صد جمال

بدین وھم خود را چو آراستی   وصولِ حقیقت بخود یافتی

اے جان عزیز متوسط آنست کہ صاحب جمال باشد و مقام وے رکوب احوال است در طلب مراد و مراعات صدق است در احوال و اشتغال اولیست در مقامات و عدد انفاس تا نہایات و متوسط سائر ہیچ ساعت از تجلیات مختلف باز نماند۔ اولیست احوال و مقامات از تلون باز نہ استد قَلْبُ الْمُتَوَسِّطِ كَرِيْشَةٍ فِيْ فَلَاةٍ تُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ ظَهْرًا وَبَطْنًا او رانقال بود از گوش متوسط را یکساعت قرار و آرام نباشد بخوف بر جا بشکر بصحو گاہ بھجر دگاہ بحضور بالفنا بافتقار باستتار بمشاہدہ باشتہار و حالات عشق و محبت تا ابد الاباد منقلب است و شمار آن محال است۔ اے جان عزیز چون دل سالک بکمال رسد

صفا یابد و کدورت برخیزد و آئینہ مصفا گردد و پیر کامل در دل مرید صادق عالم مشاہدہ و تمثل پیدا آرد و دل بمثابہ صاف و روشن شد کہ ہر چہ از وھم ظن و خیال در رود در آید فی الحال جا گیر د یقین شود بآئینہ دل نقش بندد۔

آئینہ دل را بذکر روشن و بر نوکن   تا درو بنگری جملہ تماشا خویش

و در دل آن خیال مقیم گردد تا ابدالاباد از دل جدا نشود بلکہ جدا عین دل گردد۔

ہر چہ در دنیا خیالت آن بود   تا ابدالاباد وصالت آن بود

اے عزیز دل بواسطہ تجلیات عالم غیب ہر روز ہر ساعت نوری دیگر عاریت بود باید و نظری دیگر زیادت ترکیب کند و تجلی ذات بقدر استعداد تجلی کہ در دل بتابد و ہر دم و ہر ساعت بمقابلہ صفا دل تجلی روشن تر بر آید و جمال خوب تر و زیبا تر نماید و لذت و شوق بیشتر در دل پیدا آید و سیر ہمت مزید تر گردد و مصفا تر گردد۔ ہر چہ روئے دلت صفا تر ذد تجلی تر مہیا بر دو نوع است تجلی غیبی و تجلی شہادتی و تجلی غیبی آنست کہ نور ذات احدیت کہ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ صفت اوست بقدر استعداد متجلی بتابد سَوَاءٌ کَانَ ذَاتِیًا اَوْ اَسْمَائِیًا ذاتی دیگر است اسمائی دیگر است۔ تجلی ذاتی نیز بر سہ وجہ است و آنرا عطائے ذاتی گویند یکی آنکہ محبوب چون خواہد کہ جمالِ خود محب را نماید بصور مظاہر در دل پیدا آید و محب جمالِ محبوب را در آئینہ دل بتمثل بہ بیند و لذت و شہوت یابد و ذوق وجود بتابد و لذت و شوق شمار ندادر روئے نماید کہ لَا شَاھِدَ الْحَقِّ بِدُوْنِ الْمَوَدَّۃِ آید در دل مقرر گردد پس غنائے مطلق تقاضا کند کہ بحت ذات احدیت مطلق حق کَمَا ھِیَ کسے دیدن و دریافتن نتواند و ہیچ درین طاقت او نیارد کہ او گوش سُبْحَانَ الْوَجْہِ مَا انْتَھٰی اِلَیْہِ الْبَصَرُ لِحَرَکَتِ الْاَعْضَاءِ بینائی بینندہ را سوختہ گرداند و طاقت دیدن و دریافتن بحت ذات احدیت مطلق چنانچہ اوست پائے وجہ ہر کہ را دیدہ و دریافتہ نشود و بینندہ را از بیندگی بستاند محال وجود آنجا نگذرد و ہر جا کہ احدیت مطلق بتابد وجود مخلوق اصل نماندہ و ذرہ از بول وجود ایشان موجود نماند پس کہ بیند کرا بیند۔ پس تحقیق از روئے عقل نقل معلوم گشتہ کہ مطلق ذات بحت حق تعالی بدون مظاہرہ نتواند دیدن و تا ابدالاباد بغیر تمثل و مثال دیدن محال است۔ چنانچہ عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ روحہ از احوال و نمودار خود خبر میدہد و میگوید اگر تمثل نہ بودی ہمہ روندگان این راہ کافر شدندے زیر آنچہ دل عاشق بدون عین الیقین قرار و آرام نگرفتی و تسلی تسکین در دل عاشق حاصل نیآمدی۔ و احدیت مطلق کہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ نعت اوست دیدن و دریافتن محال است پس از بہر تسکین دل محب چون حق بخواہد کہ بدرستی از دوستان خود جمال بنماید از کمال و علو درجہ الطلاق کہ ذات محب اوست تمثل کند و بر و نماید تا دل محب تسکین یابد بموجب وَ لٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ اطمینان در دل پدید آید و ہر دم و ہر ساعت بواسطہ محبت حق تعالی ترقی یابد و نور گردد و اعضا او متفرق نشود و ثمرہ صحبت حق در روئے نماید در دل سالک چون دوام تمثل ہمہ اعضا او نور شود تا ابدالاباد سیر او فیض دہد و روز قیامت نیز تجلی بتمثل خواہد بود و بر ہمہ مومنان برین طریق روئے خواہد نمود۔ چنانچہ عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ روحہ

در تمہید وھم میفرماید کہ بنائے وجود آخرت بر تمثل است بتمثل شناختن تا اندک کار است بلکہ معظم اسرار المعنی دانستن تمثل است۔ صورۃ واحد بیک کس دو بار روئے نمایدو در دو آئینہ بیک صورت پیدا نیاید۔ چنانچہ قوت القلوب شیخ ابو طالب مکی قدس اللہ روحہ میفرماید۔

شعر:

لَا يَتَجَلّٰى فِيْ صُوْرَةٍ مَرَّتَيْنِ وَ لَا يَتَجَلّٰى فِيْ صُوْرَةِ الْاِثْنَيْنِ

اینجائے ہر ساعت در دل محب روئے دیگر پیدا آید در لحظہ صورت زیبا تر و خوب تر بر آید و ہر دم نوری دیگر کسب فرماید و بینا شدن بر آں فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا جوابے تمام آنست ای رسالت علیہ السلام خواص است خود را نیز گاہ میدید و میگوید اَلنَّظَرُ اِلَى الْاَمْرِ فَاِنَّ لَهُمْ لَوْنُ كَلَوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اما ابابکرؓ نیز از تمثل خبر میدید و میفرماید رَأَيْتُ رَبُّ الْعِزَّتَ عَلٰى صُوْرَةِ اٰمِلِيْنَ يَعْنِيْ نَبِيِّ الْاُمِّيِّ مرادمی آرد چون حضرت رسالت علیہ السلام از شب معراج باز گشت ابوبکر صدیقؓ مرید تحقیق از روئے ارشاد طلبید و از بہر تسکین خاطر پرسید یارسول اللہ خدائے تعالیٰ را دیدی؟ فرمود کہ رَأَيْتُ رَبِّيْ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ صُوْرَةِ اَمْرَدَ قَطَطُ شَبَابُ این نیز عبارت از تمثل است۔ اے جان عزیز آنجائے از سر باید دانست کہ خدا را جز خدا دیدن و شناختن محال است مدام کہ سالک با خود است خدا جز خدائے دیدن و یافتن نتواند و با عبودت وجود خود خدائے را دیدن و شناختن محالست مادام کہ سالک با خود است خدائے در یافتن نداند اما وجود خود برخیز دفانی مطلق شود وجود اصل نماند حق را بحق بہ بیند و داند چنانچہ شیخ محی الدین قدس اللہ سرہٗ ابن عربی فرمود۔

مَنْ رَأَى الْحَقَّ مِنْهُ فِيْهِ بِعَيْنِهٖ فَذٰلِكَ الْعَارِفُ وَ مَنْ رَأَى الْحَقَّ مِنْهُ فِيْهِ بِعَيْنِ نَفْسِهٖ فَذٰلِكَ الْعَارِفُ وَ مَنْ رَأَى الْحَقَّ مِنْهُ وَ لَا فِيْهِ وَ النَّظَرُ يَرَاهُ بِعَيْنِ نَفْسِهٖ فَهُوَ الْجَاهِلُ ۝

چون جمال حق تعالیٰ در دل نگزارد وھم ولایت دل خود قابض گردد و دل بقابلیت گنجائش وسعت یابد و ہیچ دمے و ساعتے از تجلی و مشاہدہ خالی و بے بہرہ نبود و بظاہر و باطن ہمہ حق با مستولی شود و بہر جانبے کہ رخ آرد بہ بیند۔

بیت:

بخیال تو از ہر سو کہ نظر میکردم حق را پیش چشم در و دیوار متصور باشد

بزرگے راست خوش گفت آنکہ گفت۔ بیت:

شہر بازار ہر سو در و دیوار کہ ہست گوش ہر جا کہ نہادم ہمہ غوغا بہ بود

اے جان عزیز چون این تجلی در نظر سالک فیض کند و در خود دایم یابد صحبت حق تعالیٰ او را محقق گردد و ہر وقتے کہ بخواہد تجلی بر وزول شود و مشاہدہ در دل پیدا آید۔ این را ابوالوقت میگویند و بہر جانبے کہ رخ آرد جمال فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط وے را روئے نماید اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ در روے پیدا آید و سیر او حاصل حکم يَا عَبْدِيْ اَنَا

ظَنُّكَ این جا کامل گردد اکثر یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ ہریک اعضار امتبدل گرداند وقالب رابکسوت روح ودل کند وعین گردد چنانچہ شیخ فریدالدین عطارشطاری فرماید۔

بیت:

مرا سہ چیز می باید ز کونین بنا بستن، عمل کردن، شدن عین

تجلی دوم آنکہ چون پیر کامل دردل مرید صادق نور تجلی بتصرف اوحام خود پیدا آید ونوری دردل طاری گرداندکہ شب و روز آن قبض یابد ہر روز زیادت تر شود ونظری پیش تر ازان کسب کند ودرجمیع مظاہر ازروی معین حق روئے نماید ودرہر چیزی سالک رادریابد وسریان حق درجمیع اشیاادراک کند وبہ بیند چنانچہ امیرخواجہ فرماید

بیت:

کہ جہان صورتست و معنے دوست در بمعنی نظر کنی ہمہ اوست

وبحقیقت اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ سالک برسد وَمَا رَأَیْتُ اَشْیَاءَ اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ درنظروے جلوہ دہد ودر نظرمحب ومحبوب ازروئے معنے رخ نماید تجلی غیبی برین طریق درنظراو پدید آید۔ پس ہرکرا بیند تجلی حق دروے تابد وہیچ ساعتے ازسیر دل باوحام بازنہ ایستد وچون توہم وتفکر کمال رسد حق رابعین حق بیند ومشاہدہ کند وبداندکہ غیروجود ہم ہمہ نیست وہمہ ذات حق است اگرچہ تعداد تکثر مینماید وجود غیر وجودوہمے بودکہ اَلدُّنْیَا وَھْمٌ خیال مصدق این معنے است۔ چون وہم وخیال کونین از دل دورگشتہ باشد وتوہمہ غیر از خاطرمحوشدہ باشد ہیچ ذرہ ذرات کائنات موجود نماند پس بنظرعین الیقین بہر جائی وہرجانبے کہ نظر کند حق رابہ بیند وبیابد وتوہمہ غیر دردل وے اصل نماند مصرع:

ہر چہ نظر کنم ترا پنداریم

تجلی سیوم آنست کہ بصورت بودونہ بمعنے نمودارصورت ومعنے دردل محب پیدا نیاید بلکہ جلال حق جل وعلا چنان بتازد وجود سالک نماند ظاہروباطن سالک مستہلک ومفقود گردد وجود سالک متلاشی شود واز خود ہیچ شعور نماند وعادت ورسم بشریت ازوے بکلی معدوم گردد وہمہ وجود بظاہر وباطن حقیقت خودی خود بگیرد وبہر جانبی خود برآید ونام ونشان روندہ نماند واین سخن گفتن گیرد

بیت:

درین شہر بگو یا تو باشی یا من کاشفتہ بود کار ولایت بدو تن

چون محبوب حجاب صورت ومعنی ازپیش جمال وجلال سطوت ذات ہمہ با محب سخن گوید اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ بطل عیسی اورا نقد گردد وبحکم وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ خودی نماند وبموجب اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً ج خدائے ظہور یابد وخودی ازمیان برخیزد وتوئے ومائے اینجا اصل نماند حقیقت برآید۔

مصرع

اند رہ عشق یا تو باشی یا من

روزے پشہ بحضرت صلوٰۃ علیہ السلام از دست باد بغیر یاد آمدہ فرمود باد را حاضر آرند پشہ گفت اگر مرا طاقت مقاومت بودے بغیر یاد نیامدی۔

بیت:

در کدام آئینہ در آید او حق را روئے کے نماید او

اے جان عزیز باید دانست کہ تجلّی اول تجلّی احمدیت و این تجلّی خاصہ خاتم انبیا است و اُمت او کہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَةِ الرَّحْمٰنِ نعت اوست کہ در حق صدیق فرمان است و نزول عین بروست لِکُلِّ وَاحِدٍ تَجَلّٰی عَامًّا وَ لِاَبِیْ بَکْرٍ تَجَلّٰی خَاصَّةً مشعر بریں است و این تجلّی خاصہ کہ بمتابعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در ہر کہ بتابد لذت بسیار است و ذوق بے شمار قوت یابد از و در دل پیدا آید و صحبت بکمال او را روئے نماید و بیر و ھمے در و قوت دریابد و مردم در ہر ساعت حلاوتی دیگر و نورے دیگر در وے پیدا آید و دل از نظارہ تجلّی خاص نمی باز استد و علامت تجلّی اول آنست صورت واحد بیک کسے دو بار روئے ننماید و در دو آئینہ بیک صورت پیدا نیاید چنانچہ صاحب قوت القلوب شیخ ابو طالب مکی قدس اللہ سرہ العزیز فرماید

لَا یَتَجَلّٰی فِیْ صُوْرَةٍ مَرَّتَیْنِ وَ لَا یَتَجَلّٰی فِیْ صُوْرَةِ الْاِثْنَیْنِ

اے جان عزیز اینجائے ہر ساعت در دل محب روئے دیگر پیدا آید در لحظہ صورت زیبا تر و خوب تر بر آید و ہر دم نورے دیگر کسب فرماید و بقضائے یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ ہر زمان محبتے زیادت تر آید محب ہر لحہ مشتاق تر و حیوان تر نماید۔ خوش گفت آنکہ گفت آن محب باقی الست ساقی شیخ فخر الدین عراقی رحمتہ اللہ علیہ

ابیات:

چون جمالش صد ہزاراں روئے داشت بود در ہر ذرہ دیدار دگر

لاجرم ہر ذرہ را بنمود باز از جمالے خویش رخسارے دگر

خود یکیست آں اصل عدد بہر آنکہ تا بود ہر دم گرفتار دیگر

اے جان عزیز ہر دم و ہر ساعت بحسنے خوب و جمالِ مرغوب محبوب روئے بنماید و اشتیاق دیدن افزون تر و مزید تر آید و زیبا تر فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ فی احسن صورت ہر زمان در نظر دل مزید تر و مصفا تر بر آید و مشاہدہ یکی و مشہود بے عدد در بصیرت محب پیش آید و محب بواسطہ در گردش تقلب دل قَلْبُ الْمُتَوَسِّطِ کَرِیْشَةٍ فِیْ فَلَاةٍ تُقَلِّبُهَا الرِّیَاحُ ظَهْرًا وَّبَطْنًا در گردش و ہر زمان و ہر ساعت تقلب در و پدید آید اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اِذْ تَكَرَّرَ

تَقَلُّبِ احوال متواسطہ دائم بگردد و ہر ساعت ھُوَ وَاحِدٌ ہزار صورت مختلف در دل پیدا آید مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ بجد و ہر چیزے در یابد وَ لَوْنُ الْمَآءِ كَلَوْنِ الْاِنَآءِ روئے باختلاف ہر زمان تقلب برد اَلْقَلْبُ بَیْنَ اَصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُهَا كَیْفَ یَشَآءُ بگردد و در آئینہ تفاوت نیز پیدا آید ہر ساعت روئے دگر نماید۔ بیت

نظارہ کناں روئے خویت چون در نگذارند از کرامت ہا
و روئے خویش بیند و نجاست تفاوت نشان ہا

اے جان عزیز درکار مستان كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ہ بنظارہ در آئینے بکنی کہ ہر ساعت تقلب و تنوع در احوال چگونہ ظاہر میگردد و لَوْنُ الْمُحِبِّ وَ لَوْنُ الْمَحْبُوْبِهٖ بہ نوع صورت می بند د و سریان نور حق در جمیع مظاہر بکدام وجہ جاری است و میان محب محبوب روئے برخیزد در وجود محبوب مطلق قرار گیرد و کل عالم یک گردد و جوہ طوبیٰ بقول،

رِقَّةُ الزُّجَاجِ وَ رِقَّةُ الْخَمْرِ وَ تَشَابَهَا وَ تَشَاكَلَا
فَكَاَنَّمَا خَمْرٌ وَ لَا قَدَحٌ وَ كَاَنَّمَا قَدَحٌ وَ لَا خَمْرٌ

اما تجلی صفات آنست کہ اسمے از اسماو صفات حق تعالیٰ در سالک غالب آید و ظاہر و باطن بدان اسم متجلی گردد و آثار آن اسم در دل اوظہور یابد و جمیع خواص آن اسم در و فائض شود و تاثیرات آن اسم در و جاری گردد اَلْعَلِیْمُ در مہتر آدم ظہور یافت خاصیت این اسم کہ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا در و بتافت و نام ہر چیزے در خود منقش دید پیش ملائکہ بفرمان رب العزت تعریض نمود و در مہتر عیسیٰ علیہ السلام اَلْمُحِی بتافت بہر مردہ کہ متصل میگشت بصفت حیات موصوف می یافت و ہمہ این جہت عمر دارند و بشناخت تجلی جمیع صفات بدین نوع قیاس میباید کرد۔ اے جان عزیز تجلی شہادت آنست چون سالک اول بہ تجلی غیبی معمور شدہ باشد نور تجلی غیبی چنان مستولی شود کہ کل اشیا او ذات بحت مطلق داند و برہر چہ نظر افتد ذات مطلق در و تجلی کند۔ وجود حق مطلق در ہمہ مظاہر دریابد و بہ بیند و بداند کہ غیر موجود نیست بلکہ ذات مطلق بعینہ است و بداند اشیا اگر صد است و اگر صد ہزار پیش جملہ یکست چون تحقیق نظر کنی چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ میفرماید

وَ مَا بَقِیَتْ لَهٗ صُوْرَةٌ اِلَّا وَ یَرٰی عَیْنَ الْحَقِّ عَیْنُهَا هٰذِهٖ اَیِ الْمَعْرِفَةِ التَّامَّةِ الْكَامِلَةِ الَّتِیْ جَآءَتْ بِهَا شَرِیْعَةُ الْمُطَهَّرَةِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَحِكْمَةُ اَیْضًا بِهَا اَلْاَوْهَامُ كُلُّهَا وَ لِذٰلِكَ كَانَتِ الْاَوْهَامُ اَقْوٰی سُلْطَانًا فِیْ هٰذِهِ النَّشْاَةِ

اے جان عزیز شطار بروزن فعال است و آن برائے مبالغت موضع است کسے را گویند کہ شطرنج بسیار با منسوب بے شمار باختن داند پس شطار در سیر سلوک کسے است کہ سیر ہمین درین دائم السر باشد و عمل ظاہر در وے پیدا و نمودہ نبود سیر

او بوھم بود کہ وے حاملتہ تمر مر السحاب اگر چہ جامد بنماید امارفتن او ہم چون گذشتن سحاب کہ کسے برو رسیدن نتواند و ہر دمے سیر لامتناہی اور احاصل گردد الشطر اندشدہ الشاطر کسے راگویند کہ درکار ہادین دنیا اند کے بسیار داند۔

بزرگی بجانب بزرگی نوشت کہ عجب دارم از کسے شب و روز در خواب باشد و برابر قافلہ روان نمی شود و امید دارد کہ بمنزل برسم۔ آن بزرگ جواب نوشت اے برادر درین راہ مردانے اند کہ شب و روز در خواب باشد و برابر قافلہ روان نشوند امید دارند از قافلہ بمنزل این چنین روندہ اشطار نام نہند کہ شب و روز در خواب بیداری و در اکل وشرب و جماع و در غیر ذالک سائر بحضرت خداوند جل وعلا چنان باشد کہ ہیچ کس سیر شان معلوم نکند کہ اَلْاَنْبِيَآءُ يُصَلُّوْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ در شان ایشان است قَالِبُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ قُلُوْبُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عبارت ازین است کہ سیر مخفی باوھام کنند وشطار تیز رفتار و کرم زورانیز گویند در اصطلاح اہلِ دلان اجتماع اَرَادَ النَّاسُ عَلٰى وَضَعَ بِشَيْءٍ را۔ اے عزیز جان بحکم مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا انجا بدل روح باید گردد و دل بحضرت خداوند جل وعلا وعلما باید سپر د این بیت باید گفت:

اے جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست　　روزی رخش بہ نیم تسلیم وے کنم

و پیشوا از مرگ باید مرد و این بیت بدل و جان باید گفت:

جاں بجانان دہ اگر نہ بستاند اجل　　خود تو منصف باش بنگر این نیکو یا آن نیکو

اے جان عزیز درحالا حیات از دنیا و آخرت باید خواست کہ اَلدُّنْيَا حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الْاٰخِرَةِ وَالْاٰخِرَةُ حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَهُمَا حَرَامَانِ عَلٰى اَهْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى مشعر بدین معنے است و ہر کہ از دنیا و آخرت برخاست باشد و از خود مردہ بود ہیچ ساعتے از سیر باز نماند و بچیزے نیالاید۔ رباعی:

دنیا است بلاخانہ و عقبیٰ نعیم وجود　　من حاصل این ہر دو بیک جو بستاند

این غرہ بدنیا باشد و آن غرہ بعقبیٰ　　من فارغ ازین ہر دو نہ ایم نہ آنم

اے جان عزیز آنجائے وھم کامل گردد و بتصرف سُلْطَانُ الْوَهْمِ اَعْظَمُ فِيْ هٰذِهِ النَّشْأَةِ الْاِنْسَانِيَةِ در عالم ملک ملکوت جاری شود بر کمال رسد پس ہر چہ در خاطر سالک بگذرد و چند روز در دل بقوت سلطان الوھم کہ قَلَمُ اللّٰهِ گشتہ است مقرر گردد و جا یابد۔ بحقیقت موثرہ آید از اں تجاوز نشود و میل دل او ہم چوں ارادت پیش آید و جمیع عالم ارواح بدو بروے نماید و در تحت اوھام او یک بیک پیدا آید و ہر کہ را خواہد در وجود خود یابد با ایشان متکلم و حکم او بر ایشان جاری گردد و بیفرمانی کسے کردن نتواند و با رواح برکت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جمیع انبیا و اولیا ملاقی شدن تواند و آنچہ از ان خواہد بحصول آنجامد۔ و ہیچ کس از عالم دل بعید نیست چنانچہ آوردہ اند کہ از عارف ہیچ چیز فوت نیست۔

اے جان عزیز درین محل پیر کامل از دل متوسط سائر ذکر نفی بردارد و بتصرف خود اِلَّا اللّٰهُ ثابت گرداند تا سیر دل دائم حاصل آید ہر ساعت پیشتر و ہیچ دمے سالک از ذکر خالی نبود کہ فکر حال است وقتے باشد و وقتے نہ باشد اما ذکر ہمیشہ در

دل متمکن یابد ساعتے بیاد حق تعالیٰ نبود۔ چنانچہ نزہت ارواح آوردہ است ہر کہ دعویٰ عشق کند قاضی وقت دو گواہ طلب کند ذکر و فکر تمام چون این ہر دو شاہد متفق اللفظ والمعنی شہادت ادا کند دعویٰ قطع شود و خصومت بہ اجر رسد۔

اے جان عزیز صلوٰۃ شریعت دیگر است صلوٰۃ طریقت و حقیقت دیگر است اما صلوٰۃ شریعت آنست کہ متعلق باحکام و ارکان مشہود است اما صلوٰۃ طریقت آنست کہ در دل مشاہدہ جل وعلا بتابد و بنور بصیرت عالم حقیقت غیباً نصیب را پند و بشناسد کہ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ حاصل گردد وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ مصدق در و شود اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ظاہر و باطن مصلّی بگیرد و جزیہ اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ دل مصلّی را عروج آرد و در مقام فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ برساند و بحضر لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ دل را حاضر گرداند و بمنزل مناجات کہ اَلْمُصَلِّيْ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ نزول بخشد و اَرِحْنَا يَا بِلَالُ متوجہ حضرت عزوجل کند فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ فرح بدہد وَ اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی تَعَالٰی سلسلہ ہیجان جنباند وَ اِنِّيْ اَللّٰهُمَّ لَاَشَدُّ شَوْقًا اِلَيْكَ بجانب خویش کشد و اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ را مشاہد کند و بموجب قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ روشنائی در دل پیدا آرد و ہر رکنے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ بین القلب مشاہدہ کند وَ اللّٰهُ فِي الْقَلْبِ الْمُصَلِّيْ جمال خویش پیش نظر تو آرد وَ اعْبُدْ كَاَنَّكَ تَرَاهُ در بصیرت پیدا آید و اگرنہ مصلی نبود اما صلوٰۃ حقیقت آنست کہ توحید مطلق چنان بتابد کہ وجود مصلی موجود بشریت کلی منسوخ گردد و رسم و عادت نماند بوہم روئے بالکلیہ برخیزد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ در و متقرر گردد۔

ہیچ باشی چو جفت کردی تو ہمہ باشی چو ہیچ کردی تو

اے جان عزیز بعد از مشاہدہ خداوند جل وعلا ہم چنان کہ در دل منتہی طریقت امواج بحر تلاطم زند دم بدم شوق بے شمار و اشتیاق بسیار از دریا عشق بے کنار چون شعلہ باز از در دیار برخیزد آں را درد گویند و این مقام یک از نہایت راہ طریقت چنانچہ مرید تحقیق ابوبکر صدیقؓ را این مقام مسلم بود کہ روزے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا در خانہء پدر رفت و بوئے کباب رفت و گفت اے پدر در خانہء شما کباب بریان میشود و بوئے آن در دماغ این ضعیف میرسد و دو روز است کہ من طعام نخوردہ ام مرا یاد نمیکنید؟ ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمود کہ ای دختر آن بوئے کباب کہ در دماغ تو رسیدہ است بوئے جگر سوختہ باباتست کہ شب و روز ساعت بساعت بدرد خداوند طریقت کباب میسوزد۔ و نیز ام المومنین رضی اللہ عنہا روایت میکند کہ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دَائِمُ الْفِكْرِ وَطَوِيْلُ الْحُزْنِ یعنی حضرت رسالت علیہ السلام دائم الفکر بود یعنی مشاہدہ حق ہمیشہ داشت یکدم و یک ساعت از حضرت و تجلی حق باز نہ می استادہ و حزنے دل داشت یعنی ہیچ دمے و ہیچ لحظہ از درد عشق و محبت و شعلہ اشتیاق نہ می آسود و کونین بیزار می فرماید کفر کافر را و دین دین دار را ذرہ درد ت عطار را۔

اے جان عزیز متوسط سائر ومحبت شطار بواسطہ وھمہ کامل وھمت شامل ہر تصرف کہ خواہد بکند و ہر مقامی کہ خواہد مرید را عطا فرماید مالک ومتصرف درآن مقام گردد وکار بستہ جہت مؤثرہ او کشادہ شود و بآخر رسد و ہر چند کہ سالک در عالم اوھام کامل نیز تصرف او شامل نیز اما آنجا ہوشیار باز نہ ایستد وکار بیشتر شود وقالب برنگ دل گردد وتوحید مطلق کہ محوخود است وہیچ عوالم لطیف است بدلت بیاید و درراہ ذرہ ومقامات ومنزلات کہ متعلق باوھام منتہی واصل است متفق ماند۔

پس درین مقام نباید استاد وبحکم مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ مقام زیانے زدہ نباید گردد وبکش اِنَّ اللّٰہَ مَعَالِیٌّ بترقی باید کرد وعروج بسوئے اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی باید جست وتوقف نباید کرد قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلسُّکُوْتُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوْبِ الْاَوْلِیَآءِ اللہ تعالیٰ درشان محقق گردد و درہر کارے کہ قدم زنند بآخر رسانند ومہمل نگذارند ومردانگی نیست چنان ترک اللہ۔فرماید مصرعہ:

خسرو چو علم شدی بکاری آخر دران بکوئے یارے

اے جان عزیز درین مقام سالک متوسط سائر ومحبت شطار گردد وازاں جا سیر چون بیشتر کند منتہی واصل اللہ وَاصِلُ اللّٰہِ اَلْھَادِیُ عَلَی الرَّشَادِ اصل منتہی صاحب نفس است وسالک حق الیقین است وابوالوقت است ومقام او صحو است وثبات او اجابت است از آنجا کہ بخواہد از مقامات عبور کردہ و در مقام تمکین رسد احوال او را متغیر نگردانند واثر ندہد حال شدت و رضا ومنع وعطاو جفا و وفا نزد او برابر است۔اکل او ہم چون جوعست وخواب او ہم چوں بیداریست وحظوظہا وے فانی شدہ وحقوق درو باقی ماندہ وظاہر باخلق و باطن باخالق وکائین و بائین حالت اوگشتہ۔اے جان عزیز منتہی واصل دائم السیر است بوھم کامل کہ تَفَکُّرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ نعت اوست یعنی تفکر یک ساعت منتہی واصل بہتر است از عبادت جن وانس زیر آنچہ سیر او بوھم کامل از ہمہ سیر ہا پیشتر است وہیچ سیرے بمقابلہ او نیست۔تفکر ساعت او ہزار سال راہ بوھم تجلیات بے نہایت برؤ د اما از عبادت ہمہ جن وانس سیر این راہ حاصل نیاید کہ آن متعلق سیر دل است نہ جوارح۔

بحکم چون منتہی واصل از تجلیات بے نہایت بگذرد وعین گردد محبوب لباس صورت از خود برکشد در بحر احدیت مطلق چنان غوطہ خورد کہ از خود چند ہنوز آنجا حالے روئے بنماید کہ نہ از بیم ونہ خوف شاسد نہ احیا کہ در بحرے غرق است نہ آنجا ماضی است ونہ مستقبل بحکم کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ٥ از خودی برخیزد وبفیض وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ باطلاق قیدے مقید نباشد و یُصَلِّیْ وَحدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ بفردانیت مطلق مشعر گردد و طُوْبٰی لِمَنْ یَّقُوْلُ اِذَا طَلَعَ الصَّبَاحُ بِخَمْرِ الضَّوْءِ یُضِیْئُ فِیْہِ سُکْرَتِ الشَّوْقِ۔اے عزیز چون منتہی از خود گذشت و بدریائے بحر وحدت پیوست واحدیت مطلق ظاہر و باطن او مستولی گشت ساعت بساعت از بوجود او اثری نماند و بیدانی خود او را شعوری نہ۔نوری مطلق گشتہ پیوستہ از خود رفتہ:

نیست را کعبہ و کنشت یکی است　　　سایہ را دوزخ و بہشت یکی است

العارفین را پرسیدند گفت اَصْبَحْتَ جواب داد وَ لَا صَبَاحُ عِنْدِیْ وَ لَا مَسَاءُ آنجا منم بہ امداد است و نہ شام و نہ بیم است و نہ امید نہ حاصلت نہ مقام اِنَّمَا الصَّبَاحُ وَ الْمَسَآءُ لِمَنْ یَّسْتَفِیْدُ وَ ھٰذَا صِفَتُ لِذَاتِہٖ وَ اَنَا الصِّفَتُ لِیْ چون نیست مراذات صفت چون باشد۔ منتہی واصل بمنزل اَلْفَقْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلَی اللّٰہِ وَ لَا غَیْرِہٖ رسیدہ و بنعت اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ موصوف گشت و بخصال تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ پیوستہ و بتصرف اَلصُّوْفِیُّ ھُوَ اللّٰہُ معروف شد و مدخل اغیار در او نماندہ و توہم دوئی از و بکار رفتہ و ظاہر و باطن یک رنگ گشت لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ در و محقق شدہ و از بند ماسوی اللہ رستہ و فارغ از کونین نشستہ و از بود خود محو گشتہ وَ ھُوَ الْاٰنَ کَمَا کَانَ ازل ابد نقطہ بستہ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ۙ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ او را سبقت دادہ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ ۖ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ در فلاح آوردہ است قدم در فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ نہادہ و بہ عروج کمال اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ہمت او رسیدہ و خورشید او را اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ عدوہ کردہ و بوارق انوار وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ لائح گشت وَ لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ در و ودیعت کرد وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا سر بلر تحت تصرف آمد وَ مَنْ لَہُ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ نقد وقت گشتہ وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی بغایت پیوستہ اَلنِّھَایَۃُ ھُوَ الرُّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَۃِ او را عین مرجع کردہ و تبعت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا او را منور گردانیدہ و مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا او را محقق گشت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ حزن بشریت از و برفتہ و باز استغنائے اکمل اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ بزبان حال گوید اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ اِلٰی وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ ؕ

بیت:

دانی کدام دولت درو وصف می نماید　　　چشمی کہ باز باشد ہر لحظہ بر جمال

آنجا نور، نور نسوزد بلکہ متلالی برد طُوْبٰی لِمَنْ یُّقِیْمُ مَقَامُ الْاِطْلَاقِ بموجب یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ ہم زمین قالب بصفت دل گشتہ و مانند روح بعینہٖ نورانی شدہ و باعث اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا وَ رَبَّنَا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا نُوْرًا منور گشتہ بمتابعت نبینا علیہ السلام کہ فرمان است قَدْ جَآئَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ و بخلقت نور مشرف شدہ و سِرَاجًا مُّنِیْرًا انبیات در و بتحقیق پیوستہ و بواسطہ خلافت حقیقی ظلمت تن و کثافت بدن تبدل بدر رفتہ و ہم مہتاب بے سایہ جان گشتہ و تبعت علما عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ و بروایتے اَفْضَلُ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ چون موسیٰ کلیم اللہ وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا تجلی فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ پیوستہ و بتابند وَ اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ؕ چون حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مؤید شدہ و چون عیسیٰ علیہ السلام جملہ سر بسر شدہ

وبازوَ عَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا باروگشتہ وہم چوں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عین اکبر گشتہ وصحبت ونظرو پس خوردہ سُؤرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنِ شِفَآءٌ لِلۡمَرِيۡضِ الدِّيۡنِ مریض راہ دین راشفادادہ وبموجب اَلصُّحۡبَتُ تَوَاثُرٌ و جودے دیگرلطیف اثر پیدا گشتہ و تَجَدُّدَ اَمۡثَالٌ بنیابت رسیدہ ایجاد ریابدو بداندکہ ہرلحظہ وہر ساعت ہم موجودات از حق تعالیٰ وجودے می یابد۔

اے جان عزیز درین مقام سالک منتہی واصل گردد وہمہ امورات نہایت ولایت چنانچہ کفرشد محقق شودو یک بیک درو ظاہر گرددو صورتے وہر شکل کہ خواہد شودو ہرجا کہ خواہد رودو تصرف کہ خواہند بکند بہ مجرد خاطرے در دل گماشتن مؤثرہ آید و بتصرف سلطان وہم برہمہ عالم تصرف و نافذ گرددو دریکساعت ہزار مختلف ظاہر و باطن پیدا آید اما یکے بیکے نمائے عناصر وے طبائع گرددو ہر طبقے وصورتے کہ خواہد ہمہ متبدل شودو در باد ہم چو بادو درخاک ہم چو خاک نیز شدن تواند چنانچہ قصب الباب دیوانہ درشہر بود پیش حاکم شہر موصل چہار صورت گردانید و بمقابلہ خطرہ حاکم پرسید کہ میان آن چہار صورت کہ مرا است کدام صورت پیش خلیفہ خاص گردانم؟ حاکم بہ مجرد این سخن در پائے قصب الباب افتادو پھل کنان را دادخطرہ تائب گشت۔

اے جان عزیز! چون خداوند جل وعلا خواست کہ خودرا آشکار کند و عالمے پیدا آرد چہار درجہ تنزل فرمودہ وہر یک را بنامے مسمّٰی گردانید خاصیتے وانبساطے درہریک بنیادنہادہ وہر چند کہ فرود تنزل گرددو کثافت ناسوت و بعدرادروے جائے۔ درجۂ اول لاھوت درجۂ دوم جبروت و درجۂ سوم ملکوت و درجۂ چہارم ناسوت خوانند بدیں ترتیب اول از مقام کُنۡتُ كَنۡزًا مَخۡفِيًّا بحراتِ حیٌّ نزول فرمودو بفیض اقدس مطلق احدیت بحت کہ لَغَنِيٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ نعت اوست از درون پردۂ لاھوت بصحرائے جبروت آمدکہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوۡرِيۡ عبارت از آنست وآن ذات احمد مرسل کہ ابوالاولی یقین اولیٰ است چنانچہ بزرگی فرماید:

ابیات:

گر دولت و بخت یار بودے مارا | در مسکن خود قرار بودے مارا
گر بخت بدرمان بر ما نزدے | در شہر کساں چہ کار بودے مارا

واحدیت چند معارض یکدیگراند ہم محمود برذات خلاصہ موجودات اند باسامی مختلف باز از مقام جبروت بعالم ملکوت روئے آوردہ باز بفیض اقدس از ملکوت بہ ناسوت تنزل فرمودہ وہر عالمے بحکمت باہرہ خویش انتظام دادہ وہر یک را بجائے نشاندو آخراین چہار عالم یک وجوداست کہ لاھوت شجراست وجبروت شاخ وے وملکوت برگ وناسوت مانند باراست ودرآن تخم است وآن تخم انسان، انسان کامل است کہ ہمہ درخت درو موجوداست۔ پس این چہار عالم در انسان مُوۡدَعۡ است و بیرون ازوے چیزے نیست۔ چنانچہ مولانائے فرماید لاھوت بیخ است اے پسر جبروت

شاخ وے بگر ملکوت برگ آن شجر ناسوت جملہ ہمہ طریق حق سبحانہ تعالیٰ ہر چہار عالم را بجا جمعیت باد و معتدل گردانید تا ہر عالے در مقام خود ہیچ ازین چہار عالم از مقام خود تجاوز کردہ نتواند و بجاے خود را آگاہ باشد پس آنگاہ نمونہ عالم گیری۔ پس عالم صغریٰ عبارت از انسان کامل است پیدا آوردہ و ہر چہار عالم در وجاد او بدین ہر دو عالم صغریٰ و کبریٰ معین است او بیک طریق بلا تفاوت باشد۔

ما لشکر بودہ ام باز ہم آن جا برویم منزل ما لدنایست

چنانچہ وحی تجلّی اول از حق تعالیٰ بہ اُمّ الکتاب پیدا آید و عبارت است از علمے خداوند جلّ وعلا و ایں عالم جبروت است و از آنجا چون تنزل کند در لوح محفوظ بر آید کہ عالم ملکوت است چون در ملکوت آید جبرائیل علیہ السلام مشعر گردد و از اینجا برگیرد و بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برساند۔ پس حضرت رسالتؐ بر خلق املا کند و ایں عالم ناسوت است۔ آنچہ بیان کردہ آمد وحی جلّی بود و ہم چنین در عالم صغریٰ کہ انسان کامل است و مظہر ربوبیت است بہ پنجم درجہ بدآن میرسد۔ اول چون خواہد کہ انسان کامل و منتہی واصل از حضرت عالم الغیوب چیزے بگیرد تا موجب علم گردد این را عِلْمٌ مِنْ لَّدُنِّیْ الہام و وحی خفی نیز گویند از آن محل خفی کہ عبارت از لاھوت است نزول بسِرّ کند چوں سِرّ دریابد آنگاہ روح را مشعر گرداند و روح با قلب یعنی دل حقیقی با نفس گوید و نفس واملا بکند بر زبان بیان این اَخْذِ الْھَام این جا مقصود نبود و لیکن از جہت آن گفتہ شد۔

چون منتہی واصل بحکم اَلنِّھَایَۃُ ھُوَ الرُّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَۃِ باز مقام لاھوت برسد و این ہر چہار منزل را یکجا گرداند و بمنزل اطلاق برساند و آن ذات عالم لاھوت است نہایت بسِرّ ملکوت تا منتہی واصل و انسان کامل نگردد و بمتابعت حضرت رسالت علیہ السلام بکمال نرسیدہ باشد و نہایت این کار در نیافتہ وَاِنَّمَا قَالَ اَلْاِنْسَانُ کَامِلٌ ظَاھِرُہٗ خَلَقَ وَ بَاطِنَہٗ حَقٌّ لِاَنَّ لَاھُوِیَّتَہُ الْمُتَعَیِّنَۃَ فِیْ عَالَمِ الْغَیْبِ بِصُوْرَۃِ الرُّوْحِ بَاطِنًا تَدْبِیْرَ الصُّوْرَۃِ الظَّاھِرِ وَ تَنَزُّلَاتِ بِخَمْسِ دَرَجَۃٍ اِلٰی عَالَمِ الشَّھَادَۃِ وَ سُمِّیَ ذٰلِکَ حَضَرَتِ الْخَمْسِ اَوَّلُھَا تَجَلِّیَ الذَّاتِ فِیْ ضَوْءِ الْاَعْیَانِ الثَّابِتِ الْغَیْرِ الْمَعْجُوْلَۃِ وَ ھُوَ عَالَمُ الْمَعَانِیْ اَلثَّانِیُھَا النُّزُوْلُ مِنْ عَالَمِ الْمَعَانِیْ اِلَی الْمُتَعَیِّنًا رُوْحَانِیَّۃً وَ ثَالِثُھَا النُّزُوْلُ مِنْ عَالَمِ الْمَعَانِیْ اِلَی الرُّوْحَانِیَّۃِ الْحَیْوَانِیَّۃِ وَھِیَ عَالَمُ النُّفُوْسِ النَّاطِقَۃِ اَلرَّابِعُھَا اَلثَّانِیَۃَ الْمُتَجَسِّدَۃِ الْمُتَشَکِّلَۃِ لَمَثَلَتْ مِنْ غَیْرِ مَادَّۃٍ وَ ھِیَ عَالَمُ الْمِثَالِ وَالْخَامِسُھَا عَالَمُ الْاَجْسَامِ وَالْمَادِیَّتِہٖ وَ ھُوَ عَالَمُ الْحُسْنِ وَ عَالَمُ الشَّھَادَۃِ اِعْلَمْ اَنَّ الرُّؤْیَۃَ وَالسَّمَآءَ وَالشُّھُوْدَ مِنَ الْعَبْدِ الْمُصَلِّیْ لِلْحَقِّ فَلَا یَکُوْنَ بِقُوَّۃِ الْاِیْمَانِ وَالْیَقِیْنِ مِنْ بِمُشَابِھَتِ الْاِدْرَاکِ الْبَصَرِ وَالسَّمْعِ اَعْنِیْ فِی الْقُوَّتِ الضُّوَّاتِ وَالْمُشَاھِدَاتِ وَ قَدْ یَکُوْنَ بِبَصَرِ الْقَلْبِ اَیْ نُوْرٌ بَصِیْرَۃٌ وَ تَوَھَّمْ اَعْنِیْ بِنُوْرِ تَجَلِّیَ الصِّفَاتِ الْاُلُوْھِیَّۃِ الْقَلْبِ حَتّٰی صَارَ الْعِلْمُ عِیَانًا وَ قَدْ یَکُوْنُ

بِالرُّؤيَةِ الْبَصَرِيَةِ فَمَثَلَ لَهُ الْحَقُّ مُتَجَلِّهَا مَشْهُوْدًا لَهُ فَاَيَّمَا الصَّلٰوةُ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْعَبْدِهٖ وَ قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ هٰذِهٖ كُلَّهَا الْعِبَادَةِ الْكَامِلَ الْاَوْحَدِی وَ قَدْ يُخَصِّصُ كُلَّ وَاحِدٍ مَعَهَا بِوَاحِدٍ مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْجَامِعِيْنَ۔

اے جان عزیز ابرار عربیہ مذکورہ آن بود تا ترا معلوم گردد چون منتہی واصل بکمال رسد بصروے بصیرت شود پس بزیر موئے را چشم وگوش گردد بدین اعضا ہر یک بہ بیند وبشنود وَ هٰذَا اَجْمَلُ الْكَمَالِ وَ نِهَايَةُ الْوَصْلِ تَبَدَّلَ بِنُوْرٍ مَحْضٍ بِعِنَايَةِ الْخَاصِ اے جان عزیز دل منتہی کامل فراخ تر است از رحمت خداوند جل وعلا زیر آنکہ تجلی حق در دل میگنجد اما در رحمت نمیگنجد اگر رحمت وسعت داد کہ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ بمثابہ دل انسان کامل کہ مَا وَسِعَنِيْ اَرْضِيْ وَ لَا سَمَائِيْ وَ لٰكِنْ وَسِعَنِيْ فِيْ قَلْبِ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ ورحمت حق میشود از عرش رحمت وعرش رحمٰن بمقابلہ دل محسوس نیست کہ وَ لَوْ اَنَّ الْعَرْشَ وَ مَا حَوْلَهٗ مِائَةَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّةٍ فِيْ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَا قَلْبِ الْعَارِفِ مَا حَصَلَ لَهٗ عَقْلٌ خواجہ جنید بغدادیؒ می فرماید اَنَّ الْمُحْدَثَ اِذَا قُرِنَ بِالْقَدِيْمِ لَمْ يَبْقٰى لَهٗ اَثَرٌ ضرورت بمقابلہ قدیم محدث را ہیچ اثرے نماند احساس از کجا آید۔ وتجلی حق بمثابہ نگینہ انگشتری است ودل بمثابہ فص انگشتری است پس نگینہ بمقدار وسعت فص باید ہم چنین در دل تجلی حق می تابد تمام دل را می گیرد مجال غیر آنجائے نمی گزرد وکلیہ جملہ خود قابض میگردد وبحکم اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً جا گیرد و بموجب وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ہمہ دل بتجلی حق متولی گردد وتقیید دران دل نماند حق مطلق کہ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا نماند در دل حق مطلق احاطہ پذیرد وبجمیع حُسْبَانِهٖ وَ خَيَالِهٖ وَ وَهْمِهٖ وَ عَقْلِهٖ وَ ظَنِّهٖ وَ عِلْمِهٖ دل او محیط شود بباعث اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ فَلْيَظُنَّ مَا شَآءَ بِيْ بِمَنْ شَآءَ ظَاهِرًا اَوْ بَاطِنًا صورت ومعنی ہمہ را در گیرد وعَيْنَ الْكُلِّ شود وبمقام اطلاق یابد ونعت حدوث وتعین او برخیزد وبہ بقائے حق متعین اعیانہ ثابتہ شود وجمیع تعینات مستہلک ومفقود گردد فَقَدْ يَسَعُ الْقَلْبُ بِذَاتِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا فَاِنَّهٗ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ الْقَلْبَ وَسِعَ لِلْحَقِّ وَ لَا نَنْسِيْ عَلٰى هٰذَا الْمَقَامِ شِعْرًا:

يَا خَالِقَ الْاَشْيَاءِ فِيْ نَفْسِهٖ اَنْتَ لِمَا تَخْلُقُ جَامِعُ
تَخْلُقُ مَا لَا يَنْتَهِيْ كَوْنُهٗ فِيْكَ فَاَنْتَ ضَيِّقُ الْوَاسِعُ
لَوْ اَنَّ مَا قَدْ خَلَقَ اللّٰهُ بِقَلْبِيْ فَجْرُهٗ السَّاطِعُ
وَ مَنْ وَسِعَ الْحَقَّ فَمَا ضَاقَ عِنْدَ خَلْقٍ فَكَيْفَ الْاَمْرُ يَا سَامِعُ

اے جان عزیز دل منتہی منزہ از تعین وتقییدات واقامت او در قبائے حضرت عزہ است کہ اِنَّ اَوْلِيَآئِيْ تَحْتَ قِبَائِيْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِيْ مرج بحر غیب وشہادت است مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ تجلی بقید واطلاق ملک آں پیوستہ اما

ایں دل راہمتی است کہ اگر بساغر دریاہزار در ہزار بادہ کشد ہنوز ہمت بر بادہ دگر بود وسعت ایں دل بمشابہ آنست کہ درعالم نگنجد بلکہ عرش وآنچہ محیط است ودرزاویہ من زاویہ دل ناپدیداست۔ اے جان عزیز چون سراپردہ پردانیت خیمہ دروجدانیت زندو بازگاہ سلطنت خود آنجا سازد ہمہ حکم خداوندی وعتاب سرمدی آنجا ظہور یابدوکل صفات جاری گردد فَاِذَا قَبَضَ اَخْفٰی مَا یَرَاہُ وَاِذَا بَسَطَ عَادَا مَا اَخْفٰی ورود یابدوسلطنت مطلق رالفنا عدن رساند۔

بیت:

بینی کہ حسن در عالم نمیگنجد عجب دارم کہ دائم در دل تنگم چگونہ خانماں سازد

اے جان عزیز چون بایزیدؒ وسعت واطلاق دل خودمعائینہ کرد سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ وَلَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ گفتن بنیادنہادودیگری هَلْ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرِیْ ۔ بزبان صیادہمچوصیدہمورانداھوساقی وے وحریف ہمایدھو۔حکیم کوزہ ازآئینہ ساختہ وپرُآب کردہ چون بروآفتاب بتافت کوزہ راعین آں یافت لَیْسَ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرُکُمْ ویارگفتن گرفت۔

رباعی:

ہر بوئے کہ از مشک و قرنفل بوئی از سایۂ آں زلف چون سنبل شنوی
چوں نغمۂ بلبل زنے گل شنوی ہمہ گل گوید کہ چہ بلبل شنوی

اے عزیز جان محبوب راازراہ اتحادگم چون درخانہ محب قدم نہندآن خانہ بہ ذی جمال وزیباوزیراسمائے لطافت خودمنود گرداندوصاحب خانہ رابکسوت خودلباسے بخشد خویشتن راتخلعت محی جلوہ دہد بہ شمائے خویش اورابیآراندوزینت بدو بخشد کہ لائق صحبت وہم نشین محبوب گردد ودوئی ازمیان بردارد وعین محب یافت ضرورت انا آنت اینجامشوش آیدوتو ومن متوحش نماند۔

بیت:

اے دوست ترا بہر مکان محبتم ہر دم خیرت ز این و آن محبتم
دیدم بتو خویش را تو خود من بودے خجل زدہ ایم کہ ترا نشان محبتم

اے جان عزیز اینجاعین الیقین مشوش گرددوبحق الیقین پیوندوعین الیقین وجودغیرومن حائلست کہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ٥ اَیْ اَلْمُشَاھِدَۃُ مُشَاھِدٌ بَابِ مُفَاعِلَۃِ است وآن متقاضی مشارکت است وبعضی گویند اَلْیَقِیْنُ ھُوَ اللّٰہُ درین مقام اوے ومنی ومائی محوگرددوانا وَھُوَ اوافتد۔

بیت:

دریں راہ گر بترک خود بگوئی یقین کردہ نزد از توئی

اے جان عزیز رخسارہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ بے زلف و خال فقر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ زیب و زینت ندارد و چہرہ ربوبیت و جمال الوہیت بے نقطہ خال عبودیت و بے سیاہی زلف بشریت و مظہریت ہرگز نیکوتر و جمیل تر ننماید و ربوبیت و عبودیت چشم الوہیت ربوبیت بغیر العبودیت محال لِاَنَّ الْعُبُوْدِيَّةِ سِرُّ الرُّبُوْبِيَّةِ لَوْ ظَهَرَ سِرُّ الْبَطَلَاتِ الرُّبُوْبِيَّةِ پس ربوبیت غیر عبودیت ظہور نیابد ربوبیت لازم آید وتقید اصل روئے ننماید و حیرت خالص کہ وجود بحت مطلق ہرگز روئے ننماید زیرآنچہ بحت ذات مطلق بے مظہر اصل پیدائے ندارد و بغیر عبودیت اَلْوَرَثَةُ الشَّيْطَانِ ہرگز نیابد و بدون مظاہر ذات بحت مطلق دراد راک کس درنیابد و کس روئے ننماید۔ اما چون عبودیت و ربوبیت با یکدیگر بحکم عاشقی و معشوقی پیدا آید وَبِيَاعَثَةٌ طَالِبِيْ مَطْلُوْبِيْ درآید بموجب ناظری منظوری روئے نماید بوصف محبی و محبوبی برآید لذت بسیار و شوق بیشمار و حسن پائیدار پدید آید روز بروز عشق محبت فیض گیرد و بکمال محبت حق لطافت پیدا آید و ہردم و ہرساعت علو و ترقی روی نماید تا آنکہ روئے مغفور گردد و تقیید برخیزد و اطلاق محض پیش آید۔ آنگاہ خودرا بخود بیند و خودرا خود داند و وجود غیر درمیان نماند کہ مَا رَأَى اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا عَرَفَ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دراینجا کمال حیرت بحت و اطلاق محض برسد و خودرا و جمیع مظاہر را عین حق یابد و عین حق داند و عین حق بیند و خودی با خود گوید:

روزی ستودم دانستم با تو غنودم و نمید انستم
ظن بردہ بود بخود کہ من بودم من جملہ تو بودم نمید انستم

اے جان عزیز انسان کامل ادراک دارد کہ ظاہر جوارح و قوی بشری کہ عبارت از خلق است کہ محافظ وقایہ و ساتر ہویت اسماء حسن و احکام او ہمہ در روحانیت ہمین را قرب فرائض و قرب نوافل گویند و ہویت حق است و سریان است در جمیع عالم وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ عبارت ازین است ولیکن باعتبار ایقاع تفاوت پدید می آید مَشْهُوْدٌ فِي الْخَلْقِ مُتَوَهَّمٌ فَالْخَلْقُ مَفْضُوْلٌ وَالْحَقُّ مَحْسُوْسٌ مَشْهُوْدٌ فِيْ عِنْدَ اَهْلِ الشُّهُوْدِ وَالْوُجُوْدِ وَمَا عَدَا هٰذَيْنِ الصِّفَتَيْنِ فِي الْحَقِّ مَعْقُوْلٌ وَالْخَلْقُ مَشْهُوْدٌ پس طائفہ اول بمنزلہ الماء عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ و طائفہ ثانی بمنزلہ الماء مِلْحٌ اُجَاجٌ۔

پس دو اعتبار است گاہے باطن را وقایہ ظاہر میدارد و گاہے ظاہر را وقایہ باطن می شمارد و گاہے این باطن و اعلا ظاہر می شمارد و گاہی ظاہر را غرا باطن می آشکارد و عدم ظہور اسما و صفات را کرب میخوانند این ہمہ محمول بنیاد دو اعتبار است۔ چنانچہ حکم خواہد کہ مقامے بنا کند کہ ظہور نکردہ است در دل وے تدبر و تفکر استحکام و نزول بناء وے مقیم است۔ ضرورت این را کرب گویند اگرچہ حقیقت کرب نیست اما مشیت و ارادت تا آنکہ بظہور نیامدہ است و حکمت بیرون دادہ است نام نہ خواہ مشیت نہ خواہ کرب۔ درحقیقت ہیچ معنی تفاوت ولفظ اند و دیگر شیخ محی الدین ابن عربی قدس اللہ روحہ آوردہ است

آنرا کہ ابتدا تا انتہا محمول ہم برین معنی است اما و لفظی این آرد و قریب الفہم از عالم بشریت چنانچہ غزا و قایہ وغیر ذلک اما غزا و قایہ چنانچہ در عالم بشر بشریعت است اما مراد این است و جمیع الالفاظ شیخ مذکور کہ برین طریق واقع است محمولاً برمعانی است کہ ملائم عالم الطاف نیست چون بدان معنی و فہم کنی ہیچ ذرہ خلق فلق در دل نماند چنانچہ در مناجات شیخ بایزید قدس اللہ روحہ فرمودہ ”خداوندا! ملک من عظیم تر و شریف تر از ملک تست“، فرمان شد ”این سخن را استفسار کن“، گفت ”خداوندا ملک من ذات تو و ملک تو ذات من و جمیع عالم پس لامحال ذات تو بزرگ تر و شریف تر از ذات من و جمیع عالم باشد“۔ چنانچہ ظاہر این الفاظ نیک و باادب می نماید اما معنی این چہ خوش و خوب میگوید۔ اے جان عزیز چوں بایزید شامل ظاہر و باطن گردد و مدرک عوالم وھم شود تجلیات مختلف بے نہایت را در یابد و معائینہ و ادراک کردن تواند و جود شریعت از مفقود گردد و ظاہر و باطن یک رنگ شود و ہمہ اعضا عین نور گردد۔

كَمَا يُقَالُ فِيْ حَقِّ اِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَنَّ الْقُدُسِيَّ اِذَا اَغْلَبَ الْاَوْهَامُ عَلَيْهِ سَقَطَتْ وَ حَارَةً قُوَاهُ مِنْوَاةً عَقَلِيَةً لِاَنَّ الْغَالِبَ عَلَيْهِ صِفَاتُ الرُّوْحَانِيَةِ وَ قَهَرَ النَّفْسِ نِيَّتِ الْقَوِيَّةِ وَالطَّبِعِيَّةِ وَالْبَدَنِيَّةِ حَتّٰى صَارَ رُوْحًا مُجَرَّدًا كَالْمَلَائِكَةِ۔

درینجا معرفت تجلی کامل گردد و اوھام مدرک و شامل عالم ارواح شود و درنیتہ و نہ تشبیہ شہودی کشفی دریابد و در ہمہ اشیا سریان حق بیند و داند۔ اے جان عزیز بر طریق اطلاق حق را دیدن و دریافتن و فہم کردن در سرابی بتنزیہہ و تشبیہ تصور کہ آن نمونہ اَلْاِنْسَانَ كَامِلٌ است بحکم بِالْوَهْمِ اِنَّ التَّجَوَا عَنِ الصُّوْرَةِ لَهٗ ذَاتِيَةٌ بینائی او را فرو گیرد بہر دو طریق معرفت حاصل کند و بداند کہ حق تعالیٰ مؤثرہ است و موثر فیہ است عقلے کہ سلیم است و یا صاحب تجلی المعنی است یا مومن موحد است اول چارہ نیست کہ از سلطان وھم قوی است مدرک تجلیات کل و جزوی عالم ارواح و مجردات۔

اے جان عزیز چون آئینہ ظاہر و باطن مصفیٰ و بے کدورت شود بزنگار قلبی و ظلمت برود آئینہ چنان صاف و بے کدورت شود کہ جمیع عوالم لطیف و کثیف درو منقش گردد و بواسطہ اوھام کامل درو پیدا آید و غنائے مطلق اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ بسوئے خویش کشد و جمیع صفات بشری از وے فنا کند و بقا سرمدی كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ او را نقد گردد و ہمہ موجودات را بمقام اطلاق یابد و ذرہ از ذوات و جود بود کون موجود نماند و بہر چیز حق مطلق بتابد و فنا و جود موجودات و بقا وجود قبض کند۔

اے جان عزیز اوھام چون کامل گردد و تصرف او برہمہ عالم شامل آید و ہمہ از ہیچ تصرف از تصرفات عالم ملکوت و جبروت باز نہ ایستد و ہر چہ در اوھام منتہی واصل قرار گیرد و بحصول آنجا آمد ہمان زمان غرض حاصل آید و جمیع ملائک و ارواح جن و انس و دیو در تحت تصرف او آیند و در ہر کاری و غرض کہ فرماید اجابت کنند و ہمیشہ در تحت رضا اوقات آرند و بمقابلہ اوھام کاملہ جمیع روحانیان یک ذرہ نماید و عرش و کرسی و لوح و قلم و جمیع افلاک بیند و سعت فراخی دل و نقطہ پیدا

آید و سیر او از ہمہ سیرہا پیشتر و پیشتر بماند اما سالک چون درین مقام رسد تصرف او ناقص آید و ہیچ جبر و ہمت نیالاید معجزہ و کرامات اینجائے خسے شود و باوجود تصرف تصرف خود را قاصد شمارد چنانچہ حضرت رسالت علیہ السلام باعتبار کمال معرفت تصرف داشت و تائیدہ آخر محی الدین قدس اللہ روحہٗ کُلَّمَا عَمِلْتُ وَ مَعْرِفَتُ نَقَصَ تَصَرُّفًا اینجائے بہ دو وجہ تصرف عارف کامل ناقص آید یکے آنکہ چون معرفت کمال او را حاصل گشت عبودیت کمال حاصل آید پس بندہ راچہ قدرت و مجال در ملک و مملکت پیش صاحب کمال چیزے تصرف تواند کردن حاشا و کلا کس عبودیت کمال فہم کردہ باشد و مرقوم در ملک مولیٰ تصرف کند پس عجب بود بندہ راچہ مجال کہ در ملک صاحب خود تصرف بکند عجب پس ضرورت ہر چند کہ معرفت جلو باشد تصرف ناقص آید و نظر برخود نماند غم و شادی نزد او برابر بود چنانچہ مولائے رومی راست گفت:

اگر سلطان ما را بندہ باشی ہمہ گریند تو در خندہ باشی

دوم آنکہ معرفت حاصل آید توحید کمال مطلق روئے نماید وجود غیر و نام غیر در دل وے نماند متصرف تصرف نزد او یکی گردد۔

پس دو طریق تصرفے عارف کامل ناقص آید و در توحید کمال چنان مستغرق بود کہ از ہیچ چیز شعور نماند۔

تا بہ دانی کہ از لطافت خویش ہمہ در بند زلف خویش

و درین مقام اطلاق و فردانیت چنان بتابد کہ نقد و تکثیر اصل نماند بحکم کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ہمہ موجودات معدوم و مفقود بماند بموجب وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ذات در گیرد و ہر جائے و ہر جانبے و در ہر چیزے حقیقت خود برآید و تو ہم وجود غیر نگذارد و حقیقت باخویش برین عبارت گویند

گفتم کہ اگر اے تو برین زیبائی گفتا کہ خود را خود منم یکتائی

ہم عشق و ہم عاشق و ہم معشوق ہم آئینہ و ہم جمال و ہم زیبائی

سالک منتہی اینجا برسید انتقال باید اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنَ الدَّارِ اِلَى الدَّارِ درو محقق گردد بعد انتقال دائم ترقی شود و ہیچ ساعتی از سیر و روش نیز باز نہ استد ساعت فساعت تا ابد الاباد در علو ترقی برد۔

كَمَا قَالَ قَائِلٌ طَابَتْ اَنَّ الْوُجُوْدَ مِنْ حَيْثُ هُوَ وُجُوْدٌ وَاجِبٌ بِذَاتِهٖ وَ كُلَّمَا وَجَبَ فَلَا يَقْبِلُ الْعَدَمَ اَبَدًا فَهُوَ مَعَ الْاٰنَاتِ يَتَجَدَّدُ وَ يَتَرَقّٰى وَ كُلُّ شَيْءٍ فِي التَّرَقِّيْ مَعَ الْاٰنَاتِ يَكُوْنُ دَائِمُ الْقَبُوْلِ التَّجَلِّيَاتِ الْاِلٰهِيَّةِ الْوُجُوْدِيَّةِ اَبَدَ الْاٰبَادِ بِكُلِّ تَجَلِّيَاتِ الْاٰخِرِ وَقَدْ يَشْعُرُ بِذٰلِكَ الْاِحْتِجَابِ وَ لٰكِنْ اِذَا لَطَافَتُ الْحِجَابِ رُفِعَتْ۔

اے جان عزیز چون منتہی واصل بکمال معرفت رسیدہ بحکم يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ قالب رنگ دل یابد و بکسوت روح شود۔ چون ازین جہان انتقال پیش آید از سیر و ترقی ہیچ ساعتی باز نماند چنانچہ بالا گذشتہ شیخ محی الدین

قدس اللہ روحہ در عبارت مکیہ آوردہ است کہ درین مسئلہ خواجہ بایزید بسطامیؒ وخواجہ معروف کرخیؒ وخواجہ جنید بغدادیؒ و جزایشان منکر بودہ اند در مجلس شریف شان درآمدم و ہریکی راسیر بدادیم ونمودیم ومعلوم کنانیدہ ایم کہ بعد مردن ترقی سیر است مراولیا اللہ کمال راولیکن باعتبار لطافت ورقت روح معلوم نمی کند ایشان ہم رجوع بقول من گرداند وقبول فرمودند وبرین مقرر شدند ودریافتند۔

اے جان عزیز بشہود وتجلی برائے چند معنی آمدہ است یکی بمعنی حضور است دوم بمعنی رویئت ورویئت نیز برائے چند معنی آمدہ است یکی بہ بصائر معروف راودیگر دیدن بہ تجلی خیالی وتمثل مثالی درحضرت خیال بصور ظاہر جثہ کہ آں را آرائے خواند یا حدیث۔

جَمِیْعُ الْبَصَائِرِ وَ الْاَبْصَارِ اَمَّا الشُّهُوْدُ لِاَهْلِ الْوِلَايَةِ هٰهُنَا الشُّهُوْدُ فِی الْحَضْرَةِ الْخِيَالِيَةِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ قَلْبِ الْمُصَلِّیْ فَاِذَا اَقْوٰی اَلْاِسْتِحْضَارُ الْخَيَالِیْ وَ غَلَبَ الْحَالِ صَارَ مَشْهُوْدُ الْخَيَالِیْ مَشْهُوْدٌ بِالْبَصَرَةِ فَاِذَا صَارَ اَقْوٰی وَ اَكْمَلَ كَانَ مَشْهُوْدٌ بِحَسِّ الْبَصَرِ وَالْبَصَارَتِ وَ فِی النِّهَايَةِ مَقَامَ الْوِلَايَةِ وَهُوَ شُهُوْدِ الْحَقِّ ذَاتِهٖ بِذَاتِيَةٍ فَيَكُوْنُ الشَّاهِدُ عَيْنَ الْمَشْهُوْدِ اَمَّا الْمُؤْمِنُ الْمُتَعَقِّلُ الشُّهُوْدِ فَهُوَ يَطْلُبُ الشُّهُوْدِ اَوَّلًا مِّنْ طَرِيْقَةِ التَّخَيُّلِ وَالتَّمَثُّلِ ثُمَّ بِالرُّؤْيَةِ الْحَقِيْقَةِ حَتّٰی تَبْلُغَ مَقَامَ الْوِلَايَةِ فِی التَّوْحِيْدِ وَيَسْتَهْدِیْ الْهِدَايَةِ الرُّسُلِ بِاِتِّبَاعِهِمْ لِاَنَّ دَعْوَتُهُمْ اِلَی الْحَقِّ عَلٰی بَصِيْرَةٍ۔

اے جان عزیز چون منتہی واصل بکسوت روح بوند وموت اوبگردد واجزائے اومتصرف نشود چون ازین عالمِ فانی انتقال کند اگر ملکوتی شدہ است مردن تسویہ کند مراورامرگے مثالیہ بصورت جسداومتمثل غیر ایں مرکب سوار شود ودر ملاء اعلیٰ بارواح قدس مخالطت اگر جبروتی گشتہ است وبمقام اطلاق رسیدہ است پس تقویہ کند حق سبحانہ وتعالیٰ مراورا شکل ہریک روحانی نورانی بہشت نوری از انوار عالم بقا غیر بتغیر مرکب ثانی میگردد از جنس داری کہ انتقال کردہ است بسوئے آن دار نیز باید بوجود اعتدال بموت آید۔

اَیْ مُتَفَرِّقُ اَجْزَاءِ فَاِذَا قَبَضَهُ اِجْتَمَعَ اللّٰهُ قُوَاهُ رُوْحَانِيَّةِ فَيُسَوِّیْ لَهٗ مُرَكَّبًا مَثَالِيًا وَ صُوْرَةُ جَسَدَانِيَّةِ مُتَمَثِّلَهٗ غَيْرَ هٰذِهِ الْمُرَكَّبُ الَّذِیْ فَارَقَتْ فَاِنْ كَانَ مَنْ يَّفْتَحُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَبْوَابَ السَّمَآءِ خَلَصَهُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی يَعْنِیْ اَلْاَرْوَاحُ الْمُقَدَّسُ وَ اِنَّ قَدَرَ لَهُ التَّوَلّٰی اِلٰی اَنْ يَّفْتَحَ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ بِمِفْتَاحَ الْاَمْرِ فَيُسَوِّیْ اللّٰهُ لَهٗ هَيْكَلَ رُوْحَانِیٌّ نُوْرَانِیٌّ مُنَاسِبٌ اِلٰی هَيْئَةِ النَّائِبِ فِیْ دَارِ الْبَقَاءِ لِوُجُوْدِ الْمُعْتَدِلْ هُوَ الْمُقْتَضِیْ الْاِتِّصَالِ الدَّائِمِ فَلَا يَمُوْتُ اَبَدًا وَ لَا يَفْرُقُ اَجْزَاهُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی وَاِذَا تَحَقَّقَ الْقَوْلُ بِمَا ذَكَرْنَاهُ اِشْتَغَلَ الْاَمْرَ اِلٰی اَنْ

يَكُوْنَ عَقْلًا مُجَرَّدًا فِيْ غَيْرِ مَا دُوْنَ طَبْعِيَّةٍ فَيَعْلَمُ مِنْهُ وَ يَظْهَرُ بِهٰذَا الْحُكْمِ فِيْ صُوْرَةِ طَبْعِيَّةٍ عِلْمًا ذُوْقِيًا يَعْنِيْ لِسَالِكٍ وَ الْمُتَحَقِّقِ بِكَوْنِهٖ عَقْلًا مُجَرَّدًا عَنْ قُيُوْدِ الطَّبِعِيَّةِ تَحَقَّقَ جَيِّدٌ ذُو الْيَقِيْنِ وَالَّتِيْ كَانَتْ فِيْ عَالَمِ الْعَقْلِ هِيَ وُصُوْلٌ بِعِلْمِ الْاَسْفَلِ مِنْ ضَوْءِ الطَّبِعِيَّةِ فَيَعْلَمُ الْاَحْكَامُ الْمُخْتَلِفَةِ فِي الطَّبِعِيَّةِ هِيَ الْمَعَانِيْ فِي الْاَعْيَانِ وَ الْحَقَائِقِ الْعَقْلِيَّةِ عِلْمٌ ذَوْقِيٌّ وَحَقِيْقَتُهَا وُجُوْدِ ذَاتِهٖ تَعَالٰى فِيْ جَمِيْعِ الْاَعْيَانِ وَالْمَعَانِيْ وَاَعْطٰى فِيْ عَالَمِ الْعُقُوْلِ عَقْلًا مُجَرَّدًا وَ فِيْ عَالَمِ نُفُوْسٍ نَفْسًا فِيْ عَالَمِ الْحَيْوَانِ حَيْوَانٌ فِيْ عَالَمِ النَّبَاتِ نَبَاتٌ وَفِي الْجَمَادِ جَمَادٌ وَفِي النَّارِ نَارٌ وَفِي الرِّيْحِ رِيْحٌ۔

اے جان عزیز چون منتہی واصل بمقام بطائع میر سد موت وحیات یکی گردد و بہر شکلی وصورتی کہ خواہد شود و ہر کجا کہ خواہد رود بزبان واحد ہفت وہشت جائے حاضر شدہ تواند و باہمہ متکلم وانبساط کامل شد۔ ہر چہ خاطر وے بگذرد ہماں شود وہم او بمقام رسیدہ است متمثل شود و بجسد وے و مرکسوتے کہ خواہد شود۔ اما مقصود اینست کہ معرفت خدائے عزوجل وعلا چگونہ شود و این مقامات ومنزلات بر چہ چیز دست دہم در محل مقام تا ہر کہ درکار بندد و پیر کامل و راسیر دہد این منازل رسیدہ تواند اما کسیکہ پیر کامل دست نداد و باوہام رسانیدن نتوانست و دل او زندہ نگشت و روئے او عالم حق ندیدو نہ دریافت وصحبت حق حاصل نکردہ وہمت موثرہ وہمہ سائر این راہ قطع نگرفتہ ومُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا نشدہ و باعمال ظاہر آلودہ ماند و بآرائش ظاہر مشغول گشتہ این چنین کسی را حق رسیدن محال است و ہر آنچہ گفتہ شدہ او را دست ندہد و موثرہ نیابد و درین راہ قدم ننہد بردیدہ، دوہڑہ:

اعمال بکند قول بزرگ است از بزرگان دین ہر کہ عامل گردد

آنچہ مقصود این دوہڑہ است بطریق خوب فہم کند درکار بندد و بمنزل برسد، دوہڑہ ایں است:

سوئے بخاکی تن روئے جا کت حور کہ نگر بحتی کالا تا نوی

یعنی جوارح را در سکون آرد و ہیچ کار نیالاید تا دل بیدار گردد و فتح حواس باطن بسبب بستن حواس ظاہر پیدا آید و بواسطہ او قرار وآرام شود وسکون قالب دل ذکر یاد گردد و بموجب اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ دل بیاد حق زندہ شود و بے تکلیف ذکر یاد گردد و ہیچ دمے وساعتے یاد حق باز نہ ایستد چون دل زندہ شود و بیدار گردد و ذکر خفی پاس انفاس او را مسلم آید و سیر ہمیں در دل او پیدا شود و در دل بنیاد سلطنت پیدا آرد آنجا فتح قلب کہ در کنے عمل است سالک را روئے نماید و بحکم عِبَادَةُ الْفَقْرِ نَفْيُ الْخَوَاطِرِ شدہ در وے پیدا آید و دمے یعنی روح ہر عالم حق گیرد و عالم حق را در دل مشاہدہ کند و دریابد روئے قلبی اے در جان سالک پیش آید و رُؤْيَتْ عَلَيْكَ الصَّلٰوةِ دَائِمُوْنَ حاصل آید و چوں دل بیدار گردد کہ اَلشَّيْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ خَنَسَ الشَّيْطٰنُ او را پیش آید و چوں سالک کمال حاصل کند و مشاہدہ حق در و دائم بتابد بصفت موثرہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا موصوف گردد و انتقال او را روئے نماید و

موت در وے پیدا نیاید۔ بیت:

جان بجاناں دہ و اگر نہ از تو بستاند اجل
چون تو خواہی ہر دو عالم این یا آن نیکو

تمام سیر سلوک درین دو ہژدہ داخل است بنا بر آں ضرورت آوردہ شدہ است اگرچہ ملائم این رسالہ نبود۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَ اِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبِ بِعَوْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی تَمَّتْ ھٰذَا الْکِتَابُ وَ اَدْخَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَاتِبُ ھٰذَا الْحُرُوْفِ بِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ جَنّٰتِ الْاَبْوَابِ بِفَضْلِہٖ وَ بِکَمَالِ کَرَمِہٖ بِلَا حِسَابٍ وَ بِلَا عَذَابٍ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَتِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ بِحُرْمَۃِ کَلِمَۃِ الطَّیِّبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو جنت عطا کُن نویسندہ را بِہٖ نَسْتَعِیْنُ۔

اے میری جان! اوھام کے بارے میں چند کلمات مختصراً بیان کرتا ہوں۔ جان لو کہ مقرب ترین راہِ طریقت اور موصل ترین راہِ حقیقت دِل کی راہ ہے۔ دل کی راہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ وصال ممکن نہیں بلکہ محال ہے۔ کیونکہ دل کی راہ سے ہی روحانی سیر ہوسکتی ہے اور یہ سیر سلطانُ الوھم کے وسیلے سے ممکن ہے جو شاہِ ظن ہے۔ (سلطانُ الوھم)

= سلطان الفقر ہاؤس =

4-5/A - ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Ph: +92-42-35436600 Cell: +92 322 4722766

ISBN: 978-969-9795-84-8

Rs: 400

www.sultan-bahoo.com
www.sultan-bahoo.pk
www.sultan-ul-arifeen.com
www.sultan-ul-faqr-publications.com
email: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com